اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ٥

جو چاہے فیضِ رحمانی و رسم و راہِ عرفانی * پڑھے وہ نسخہ پاکِ فتوح الغیب جیلانی

محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوث الثقلین، محی الدین

حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رض

کی

فتوح الغیب

کا اردو ترجمہ:

کلام الطیب

مترجمہ:

حضرت مولانا حکیم سید سکندر شاہ صاحب قبلہ

*

سلسلہ قادری جہانگیری ٹرسٹ

۲۷، ماڈل کالونی نزد قبرستان ملیر کراچی، پاکستان۔

فتوح الغیب شریف

بار اوّل : تعداد ۵۰۰

تاریخ طباعت : ۲۷۔ ربیع الثانی شریف سنہ ۱۴۲۱ھ

مُطابق

۳۰۔ جُولائی سنہ ۲۰۰۰ء

ملنے کا پتہ

سلسلہ قادری جہانگیری ٹرسٹ

۲۷۔ ماڈل کالونی نزد قبرستان

ملیر۔ کراچی۔ پاکستان۔

فہرست

قطعاتِ تاریخی

از نتائج فکر جناب مولینا سید احمد صاحب سعید اسلام آبادی

جناب سکندر سعادت نصیب — شریف و لطیف و نجیب و طبیب
مرادِ حضورِ جہانگیر شاہ رح — گلستانِ توحید را عندلیب
ز تازی بہ اُردو مقالات را — چو آورد با حُسنِ طرزِ عجیب
صدائے سروش از سرِ عرش داد — کہ نصر من اللہ و فتحٌ قریب
گرفتہ سرِ جام سید بگفت — زہے ترجمہ بے مثال و عجیب

۱۳ھ ۳ھ

و منہ

سکندر شاہِ آفاقِ ولایت — گُلِ گلزارِ فیضِ غوث جیلاں
بزہد و اتقا نعمانِ رح دوراں — جنیدِ رح وقت خضرِ راہ عرفاں
وجودش مشعرِ راہِ حقیقت — در دلش مشعلِ انوارِ یزداں
ز نورِ رشدِ او جاں شد منور — ز دید روئے او شد تازہ ایماں
ز حکم مرشدش شاہ جہانگیر رح — بحسنِ التفات و نیک اعمال
مقالات "فتوح الغیب" را چوں — مزین کرد با اُردوئے آساں
ندا ازغیب آمد سال سید — بگو۔ شمع ضیائے وجہ ایماں

۱۳ھ ۷ھ ۳ھ

و منہ ایضاً

رونقِ حسن و بزمِ پاکاں ہو — گلبنِ باغِ پیرِ پیراں ہو

زینتِ مسندِ جہانگیری — دُرِّ بہائے دُرجِ رحماں ہو

ایک عالم کو کر دیا روشن — نجمِ برجِ سمائے عرفاں ہو

افضل الدہر اکمل الکملا — اپنی خوبی میں فوقِ اقراں ہو

کیا ہی پاکیزہ ترجمہ لکھا — جس سے خوش جانِ اہلِ ایماں ہو

ترجمہ ہو گیا مکمل جب — قدسیوں نے کہا کہ اعلاں ہو

مرحبا سیدؔ سکندر شاہ — فضلِ احسانِ پیرِ جیلاں ہو

۱۳۴۷ھ

از جناب حافظ مقبول احمد صاحب کوکبؔ بنارسی

مترجم شد مقالاتِ جنابِ غوث در اُردو — زِ فکرِ صائبِ پاکیزہ و خوب و پسندیدہ

خوشا انوارِ طبعِ روشنِ حضرت سکندر شہ — منور شد زِ تابِ جلوہ ہایش ہر دل و دیدہ

ہدایاتِ جنابِ غوث الاعظم را ادا فرمود — باسلوبِ بیانِ دلکش و الفاظِ سنجیدہ

سلیس و دلنشیں و سہل و آساں ترجمہ کردہ — بری ز اغلاق تعقید زباں فہمید فہمیدہ

سروشِ غیب سالِ انطباعش گفت اے کوکبؔ

کلام الطیب شد بے مثل و پاک و نادر و چیدہ

۱۳۴۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تمہید

(۱) واضح ہو کہ یہ کتاب سرچشمۂ فیض فتوح الغیب، محبوب سبحانی قطب ربانی، غوث الثقلین، محی الدین سیدنا، حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ جو حقیقت میں طریقۂ وصول الی اللہ کے لئے ایک روشن چراغ ہے۔ آپ شہنشاہ دین محبوب رب العلمین ہیں۔ آپ کا کلام تمام کلاموں کا بادشاہ ہے۔ خاصان خدا ہر زمانہ میں آپ کے کلام سے مستفیض اور فائز المرام ہوتے رہے ہیں اور آپ کے کلام کی عظمت و ہیبت اور آپ کا پاس ادب ہر زمانہ کے بزرگوں کے دلوں پر عالمگیر طور سے چھایا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحنے فارسی زبان میں فتوح الغیب کا جو ترجمہ لکھا ہے اس کے خاتمہ میں وہ فرماتے ہیں:۔

"میں مکہ معظمہ میں تھا کہ مجھے اپنے مرشد شیخ اجل و اعز و اکرم و اعدل قطب الوقت حضرت عبدالوہاب قادری شاذلی رح کی بارگاہ سے فتوح الغیب کے پڑھنے کا حکم ہوا اور ارشاد ہوا کہ اس کتاب کو حاصل کرو اور اس پر عمل کرو اور استقامت

اختیار کرو۔ اور خبردار ہو کہ اس طریقۂ حضرت قادریہ کی راہ و روش یہی ہے۔ جب میں ہندوستان آیا تو حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق اس کتاب شریف کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ اور مدتوں اس کا ورد اور وظیفہ رکھا۔ اس کے مقاصد اور مضامین عالیہ، اور ارشادات غیبیہ کا تفہیم میری قوت اور حوصلہ سے بالاتر تھا۔ اور انتساب کتاب کی ہیبت اور ادب مانع تھا کہ میں کچھ خوض و فکر کروں۔ ناگاہ رئیس الابدال اسدالدین حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوریؒ کی جناب سے مجھے پیغام پہونچا کہ تمہیں فتوح الغیب کا ترجمہ لکھنا چاہیئے۔ مگر خوف اور ادب کے سبب میں اپنے میں اُسکی ہمت نہ پاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں لاہور آپکی خدمت میں شرف زیارت اور بعض احوال کے تفحص و تحقیق کی غرض سے حاضر ہوا تو پھر ترجمہ لکھنے کے لئے دوبارہ حکم فرمایا گیا۔ مگر میں عذرخواہ ہوا کہ یہ کام میرے حیطۂ امکان سے باہر تھا۔ پھر حکم موکد فرمایا گیا اب بجا آوریٔ امر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ناگاہ اب میرا حال کچھ اور ہو گیا۔ ہمت آئی فتح باب ہوا۔ دل سے ہیبت اور خوف جاتا رہا امید بندھ گئی اور اُنس پیدا ہوا۔ جب ترجمہ لکھنا شروع کیا تو بعض معانی توجہ اور طلب اور الحاح کرنے پر رونمائے نقاب جمال ہوتے تھے اور بعض معانی توجہ اور طلب سے پہلے ہی مجھ پر ظاہر ہو جاتے تھے اور بعض وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی میرے

کان میں کہہ رہا ہے اور دل میں پھونک رہا ہے کہ یوں لکھو"۔

(۲) حضرت پیران پیر دستگیر غوث الاعظم کی کرامات اور آپ کے تذکرۂ جمیل سے دفاتر بھرے ہوئے ہیں اور ساڑھے آٹھ سو سال سے سرگشتگان وادی محبت اور عاشقان ذات احدیت کی یہی صدا اور یہی پکار ہے ؎

غوث اعظم بمن بے سر و ساماں مددے　　قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

(۳) ہمارے پیر و مرشد ہمارے سید و مولیٰ، قطب عالم: بدر الملۃ والدین الملقب بہ خطاب غیبی فخر العارفین حضرت سید شاہ عبد الحی رضی اللہ عنہ اسلام آبادی نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت غوث الثقلین کی فتوح الغیب اور مجالس ستین ان دونوں کتابوں نے ہمیں تمام عالم کی کتب طریقت (تصوف) سے بے نیاز کر دیا"۔

اور آپ کی بارگاہ سے ہمارے برادر طریقت معظم و محترم جناب حکیم سید سکندر شاہ صاحب قادری بیعتًا ابو العلائی مشربًا، جہانگیری نسبتًا کے لئے (جو ہمارے حضرت قبلہ روحی فداہ کے خلیفۂ اعظم ہیں)، حکم ہوا کہ فتوح الغیب کا اُردو میں ترجمہ لکھیں تاکہ اُردو داں اصحاب کو فائدہ پہونچے۔

(۴) الحمد للہ کہ ہمارے مرشد و مولیٰ حضرت فخر العارفین شاہ جہانگیر رضی اللہ عنہ کی دعا سے یہ ترجمہ حسن انجام کو پہونچا۔ التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان غلطیوں اور فروگزاشتوں کو جو اس خدمت طبع کی بجاآوری میں ہو گئی ہیں۔ معاف فرمائے اور رحمت سے ڈھانک لے اور اپنے محبوب کے طفیل حضرت مترجم کو درازی عمر و کامیابی مقاصد دارین عطا فرمائے۔ اور ہمیں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی

فیوض و برکات سے مستفیض، اور آپؓ کے زمرۂ مریدین میں محشور فرمائے آمین۔

یکے از غلامان بارگاہ جہانگیری
سید احمد اسلام آبادی

فتوح الغیب ترجمہ اردو کلام الطّیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ جَلَالُ الْعُلَمَاءِ سِرَاجُ الْعِرَاقِ وَمِصْرَ لِسَانُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ تَرْجُمَانُ
الْعَارِفِيْنَ الْاِمَامُ الْاَوْحَدُ شَرَفُ الدِّيْنِ اَلشَّيْخُ عِيْسٰى اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ
رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَوْلَادِهٖ قَالَ وَالِدِیْ الشَّيْخُ الْفَرْدُ الْعَلَّامَةُ الْعَارِفُ
الْاَكْمَلُ الْاَرْفَعُ اِمَامُ الْاَئِمَّةِ سَيِّدُ الطَّوَائِفِ قُطْبُ الْاَقْطَابِ غَوْثُ
الثَّقَلَيْنِ مُحْیُ الدِّيْنِ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْقَادِرِ ابْنُ اَبِیْ صَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
يَحْيَى الزَّاهِدِ الْجِيْلَانِیْ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوْحَهٗ وَنَوَّرَ ضَرِيْحَهٗ ؕ

تمام حمد پاک و مبارک اول و آخر ظاہر و باطن ازل سے ابد تک ہر وقت عالموں کے پالنے والے اللہ کے لئے۔ اس کی مخلوقات و کلمات کے شمار، اس کے عرش کے وزن اس کی ذات کی رضا، اور ہر طاق و جفت، تر و خشک اور کل پیدا کی ہوئی پھیلائی ہوئی چیزوں کے برابر، ثابت و سزاوار ہے جس نے پیدا کیا، اور درست اور اندازے بنایا۔ ہدایت فرمائی، مارا اور جلایا، ہنسایا اور رلایا نزدیک کیا اور بزیادہ نزدیک کیا، رحم کیا اور رسوا کیا، کھلایا اور پلایا، نیک

بخت و بدبخت بنایا۔ عطا کیا، اور محروم رکھا۔ اس کے حکم سے ساتوں آسمان مضبوط قائم ہیں۔ اور سخت پہاڑ میخوں کی طرح گڑے ہیں اور بچھی ہوئی زمین ٹھہر گئی ہے۔ اس کی رحمت سے کوئی مایوس نہیں۔ اس کے مکر اور بلاؤں اور جاری ہونے والے احکام اور فعل دام سے کوئی مامون نہیں اس کی بندگی سے کسی کو عار نہیں۔ اس کی نعمت سے کوئی خالی نہیں۔ وہی محمود (تعریف کیا گیا)، ہے بخشش کرنے کی وجہ سے وہی مشکور (شکر کیا گیا)، ہے۔ بلا سے بچانے کے سبب! اس کے بعد صلوٰۃ و درود اس کے نبی محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ جن کے لائے ہوئے دین کی جس نے پیروی کی ہدایت پائی۔ اور روگردانی اس سے جس نے کی گمراہ اور ہلاک ہوا۔ وہ نبی ہیں صادق اور مصدوق (سچے اور سچ مانے گئے)، دنیا سے بچنے والے رفیق اعلیٰ کی طلب و رغبت کرنے والے۔ اس کی تمام مخلوق میں سب سے برگزیدہ، اور تمام آفرینش میں چنے ہوئے! دین حق ان کی تشریف آوری سے پھیلا، باطل ان کے ظہور سے جاتا رہا۔ دنیا ان کے نور سے جگمگا اٹھی!! پھر دوبارہ کامل رحمتیں اور پاک و ستودہ برکتیں بیش از بیش نازل ہوں آپ پر اور آپ کے پاک آل و اصحاب پر۔ اور نیکی کے ساتھ آپ کی پیروی جنہوں نے کی ان پر! (یہ وہ برگزیدگان حق ہیں، جو اعمال میں خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ خدا کے لئے راست گفتار ہیں اور اسی کی راہ راست پر ہیں۔ پھر ہماری دعا و زاری اور ہمارا رجوع اسی خدا کی جانب ہے وہی ہمارا رب ہے، ہمارا موجد، ہمارا خالق اور رازق ہے ہمیں کھلاتا اور

...اور نفع دیتا ہے ہماری حفاظت و نگہبانی کرتا اور ہمیں زندہ رکھتا ہے اور تمام خراب
و تکلیف دہ چیزوں کو ہم سے دُور اور دفع کرتا ہے۔ اور یہ سب (کچھ ہوتا ہے) اس کی رحمت و
مہربانی سے۔ اس کی بخشش و احسان سے، اور سختی و رنج میں، نعمت و تکلیف میں، تنگی و
فراخی میں، ظاہر اور باطن میں، اقوال و افعال میں، عیاں پوشیدہ ہمیشہ وہ ہی نگہبان ہے
وہی رہے، کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جس چیز کا چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔ چھپی ہوئی چیزوں
کو جانتا ہے۔ ہر کام، ہر حال، ہر لغزش ہر طاعت اور بندگی پر خبردار رہتا ہے آوازوں
کو سنتا اور بے نزاع و تردد جس کے لئے جو کچھ چاہا اور ارادہ کیا (اس کی دعائیں قبول کرتا ہے

اس حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد یہ ہے کہ رات دن کے ہر حال اور ہر ساعت و لحظہ میں پے
در پے اللہ کی بے شمار نعمتیں بندوں پر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر ہماری نعمتوں کا
شمار کرنا چاہو تو (شمار) کر نہیں سکتے" اور فرمان الٰہی ہے "جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں وہ
سب اللہ کی طرف سے ہیں" تو بس نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ دل نہ زبان (میں یہ قدرت ہے کہ) خدا
کی نعمتوں کا تمام و احاطہ کر سکے اور نہ عقل ذہن (کی یہ قوت ہے کہ) ان نعمتوں کا ضبط و ادراک حساب و
شمار کر سکے! اور نہ زبان (کی یہ گویائی ہے کہ) ان کو بیان کر سکے! بس منجملہ ان نعمتوں کے جن کی تعبیر پر زبان کو
اور جن کے ظاہر کرنے پر کلام کو اور جن کے لکھنے پر انگلیوں اور جن کی تفسیر بیان کو قدرت دے دی گئی ہے یہ ہی چند کلمات" ہیں
جو **فتوحات غیب** سے مجھ پر ظاہر ہوئے۔ دل میں اتر گئے اور بھر گئے۔ پھر راستئ حال نے
ان کو باہر لا کر ظاہر کیا، اور اللہ کی رحمت و مہربانی ان کلمات کو مریدوں اور راہِ حق کے طالبوں
کی رہنمائی کے لئے قالب گفتار صحیح میں ظاہر کرنے پر (میری) مددگار ہوئی۔ اس لئے حضرت قطب
ربانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اللہ کے نام کے ساتھ (جو) مہربان و رحیم
(ہے)۔

(۱)

مقالہ پہلا

مومن کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں

ہر مومن کے لئے تمام احوال میں تین چیزیں ضروری ہیں (یہ کہ) حکم خدا بجالائے ممنوعات سے بچے، اور تقدیر پر راضی رہے۔ پس مومن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ وہ کسی وقت ان تینوں چیزوں میں سے کسی سے خالی نہ ہو۔ اور مومن کو سزاوار ہے کہ اس کا دل ان چیزوں کے ارادہ کو لازم کرلے۔ اور نفس سے ان ہی کی بات کرے۔ اور تمام احوال میں اپنے اعضاء کو ان ہی میں لگائے رکھے۔

(۲)

مقالہ دوسرا

بہتر کاموں کی نصیحت

سنت کی پیروی کرو، بدعت نہ کرو، اللہ و رسول کی فرماں برداری کرو ان کے حکم سے باہر نہ جاؤ، اللہ کو یکتا جانو، اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کو پاک جانو اور اس پر بہتان نہ لگاؤ، سچ جانو اسلام کو، اور شک نہ لاؤ، صبر کرو بلاؤں پر، اور نہ گھبراؤ، ثابت قدم رہو اور نہ بھاگو، اس سے فضل کا سوال کرو۔ اور سوال کرنے سے رنجیدہ نہ ہو، انتظار کرو امید رکھو، اور نا امید نہ ہو، آپس میں برادری اور دوستی رکھو، اور باہم دشمنی نہ رکھو، اکٹھے ہو جاؤ طاعت و بندگی میں، اور جدا نہ ہو، آپس میں محبت رکھو کینہ نہ رکھو، خوب پاک رہو گناہوں سے اور شامل و آلودہ نہ ہو گناہوں میں، اپنے رب کی

بندگی سے زینت حاصل کرو۔ اپنے مالک کے دروازہ سے دور نہ ہو، اس کی طرف متوجہ ہونے سے منہ نہ پھیرو، توبہ کرنے میں دیر نہ کرو، اور اپنے پروردگار کے روبرو گناہوں سے عذر چاہنے میں رات اور دن کسی وقت میں رنجیدہ نہ ہو اُمید ہے کہ رحم کئے جاؤ گے اور نیک بخت بنائے جاؤ۔ دوزخ سے بچائے جاؤ۔ اور جنت میں خوش کئے جاؤ اور وصال الی اللہ تم کو حاصل ہو۔ اور دارالسلام کے اندر کنواریوں کی صحبت میں اور (دوسری) نعمتوں کے ساتھ مشغول کئے جاؤ۔ اور اس ناز و نعم میں ہمیشہ رکھے جاؤ۔ اچھے گھوڑوں پر سوار ہو، حوروں اور طرح طرح کی خوشبوؤں اور خوش آواز لونڈیوں کے ساتھ ساتھ ان نعمتوں سے خوش رکھے جاؤ۔ اور انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقام علّیین میں رفعت دیئے جاؤ۔

مقالہ تیسرا (۳)

ابتلاء بلا میں

فرمایا (رضی اللہ عنہ)، بندہ جب بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے تو اولاً اپنے نفس کی خلاصی میں خود کوشش کرتا ہے۔ اور جب اس کوشش سے رہائی نہیں پاتا تو اپنے غیر سے مدد چاہتا ہے جیسے بادشاہوں عہدہ داروں اور دنیا داروں اور مال داروں اور طبیبوں سے بیماریوں اور دکھوں میں، اور جب ان سے بھی رہائی نہیں پاتا تب اپنے رب عزوجل کی طرف دعا و زاری اور حمد و ثنا کرتا ہوا رجوع کرتا ہے جب تک کہ (بندہ) اپنے نفس میں طاقت اور سکت پاتا ہے مخلوق سے نصرت نہیں چاہتا اور جب تک کہ مخلوق سے مدد اور یاوری پاتا ہے خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ پھر جب خدا سے (بھی)،

نصرت اور یاوری نہیں پاتا۔ تب ہمیشہ (کے لئے) سوال اور دُعا زاری اور ثنا اور اظہار احتیاج کرتا ہوا، خوف ورجاء کے ساتھ خدا کے سامنے عاجزانہ گر پڑتا ہے۔ پھر (جب) اللہ تعالیٰ اس کو دعا سے (بھی) عاجز کرتا ہے اور اس کی دعا قبول نہیں فرماتا، یہاں تک کہ وہ تمام اسباب ظاہری سے ناامید ہو جاتا ہے تو (اس وقت) اس پر قضا و قدر اور افعال الٰہیہ جاری ہوتے ہیں۔ اور وہ تمام اسباب و تعلقات سے فنا ہو جاتا ہے (اور اس فنا کے بعد) پھر بندہ محض روح باقی رہ جاتا ہے۔ (اب اس مقام میں) وہ نہیں دیکھتا، مگر حق عز و جل کے فعل کو، اور وہ ضرورۃً صاحب یقین موحد ہو جاتا ہے اور پھر وہ یقین کرتا ہے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں۔ اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ہلانے والا، اور ٹھہرانے والا ہو، اور بھلائی اور برائی نفع اور نقصان۔ موت اور حیات، عزت اور ذلت دولتمندی اور محتاجی دینا اور نہ دینا کھولنا اور بند کرنا اللہ کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں۔ پس اس وقت وہ مقام قضاو قدر کے اندر دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچہ کی طرح، نہلانے والے کے ہاتھ میں مردہ کی طرح اور چوگان سوار کے سامنے گھومنے والی گیند کی طرح ہو جاتا ہے ایک حال سے دوسرے حال پر، ایک وضع سے دوسری وضع پر، ایک فعل سے دوسرے فعل پر پلٹا اور پھرایا جاتا ہے۔ اور اس کو اپنے حق میں اور غیر کے حق میں کسی طرح جنبش کرنے کی قدرت باقی نہیں رہتی۔ بس (اب) وہ اپنے مولیٰ کے فعل میں اپنے آپ سے غائب ہے۔ پھر اپنے مولیٰ اور اس کے فعل کے سوا نہیں دیکھتا، نہیں سنتا، اور نہیں سمجھتا۔ اگر دیکھتا ہے تو اسی کی نظر قدرت سے۔ اگر سنتا اور جانتا ہے تو اسی کے کلام اور علم کو، اسی کی نعمت سے نعمت یافتہ اسی کے قرب سے نیک بخت،

اور اسی کی نزدیکی سے بزرگ اور آراستہ اور اسی کے وعدہ سے خوش اور آرام یافتہ ہوتا ہے۔ اسی سے اطمینان حاصل کرتا، اسی کی حدیث (بات) سے مانوس ہوتا اور اس کے غیر سے بھاگتا اور متوحش ہوتا ہے۔ اسی کے ذکر کی آرزو کرتا ہے اور اسی کی پناہ پکڑتا ہے۔ اور حق عزوجل کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے۔ اور اسی پر بھروسہ کرتا ہے اور اسی کے نور معرفت سے ہدایت پاتا اور جامہ (پیراہن) پہنتا ہے اور اسی کے نادر علوم اور قدرت کے بھیدوں پر آگاہ اور خبردار ہوتا ہے اور اسی سے سنتا اور یاد رکھتا ہے اور پھر ان ہی نعمتوں پر اس کی حمد، وثنا کرتا، شکر بجالاتا، اور دعا کرتا ہے۔

مقالہ چوتھا (۴)

موت معنوی

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب تو مخلوق سے مرجائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو خواہشات نفسانی سے مارے گا۔ اور جب تو اپنی خواہشات سے مرجائے گا تو تیرے لئے کہا جائے گا کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور تجھے تیری خواہش اور آرزو اور ارادہ سے مار دے گا۔ پھر جب تو اپنے ارادہ اور آرزو سے مرجائیگا تو تجھے کہا جائے گا تجھ پر اللہ رحم کرے۔ اور تجھے اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا، اور اس وقت تو ایسی حیات کے ساتھ زندہ کیا جائے گا جس کے بعد موت نہیں۔ اور ایسی دولت سے مال دار بنایا جائے گا جس کے بعد محتاجی نہیں۔ اور ایسی بخشش کی جائے گی جس کے بعد رکاوٹ نہیں، اور ایسی راحت سے خوش کیا جائے گا جس کے بعد غم اور برائی نہیں۔ اور ایسی نعمت دی جائے گی جس کے بعد سختی نہیں۔ اور ایسا علم دیا جائے گا

جس کے بعد جہل نہیں۔ اور ایسا امن دیا جائے گا جس کے بعد خوف نہیں اور ایسا نیک بخت بنایا جائے گا کہ پھر بدبخت نہ کیا جائے گا۔ اور ایسی عزت دی جائے گی، کہ پھر ذلیل نہ کیا جائے گا۔ اور ایسا مقرب کیا جائے گا کہ پھر دور نہ کیا جائے گا۔ اور ایسا بلند مرتبہ کیا جائے گا کہ پھر گرایا نہ جائے گا، اور ایسی بزرگی دی جائے گی کہ پھر حقیر نہ کیا جائیگا اور ایسا پاک کیا جائے گا کہ پھر آلودہ نہ کیا جائے گا۔ پھر تو قبلۂ حاجات ہو جائے گا، اور مخلوق کی مدح وثنا تیری شان میں صحیح ہو گی۔ پس تو کبریت احمر (اکسیر اعظم) بن جائیگا اور لوگ پھر تیرے مرتبے کو پہچان نہ سکیں گے اور (تو ایک) ایسا بزرگ ہو گا کہ تیرا مثل نہ ہو گا۔ اور (تو) ایسا یکتا (تنہا) ہو گا کہ تیرا ہم جنس نہ ہو گا (اور تو) طاق اور یکتا غیب الغیب اور سرالسر ہو جائے گا۔ پھر تو اس وقت ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہو گا۔ تجھ پر ولایت ختم ہو گی۔ تیرے پاس ابدال آئیں گے۔ تجھ سے مشکلیں حل ہوں گی۔ تیری دعا سے مینھ برسایا جائے گا۔ تیری برکت سے کھیتیاں اگائی جائیں گی۔ اور تیری دعا سے ہر خاص وعام، اہل سرحدات، راعی و رعایا اور ائمہ (سرداران امت) اور امت اور تمام مخلوق سے مصیبتیں اور بلائیں دور کی جائیں گی۔ پس شہروں پر اور بندوں پر تو کوتوال ہو جائے گا۔ پھر لوگ قطع نظر(مرحل) کرتے ہوئے رواں دواں تیرے پاس آئیں گے اور خالق اشیاء کے حکم سے تمام احوال میں (ہدیے اور تحفے) نقد و جنس تیری خدمت میں لائیں گے اور ہر جگہ تیرے پاکیزہ چرچے تیری حمد وثنا کریں گے۔ اور تیری شان میں دو اہل ایمان کے اندر اختلاف نہ ہو گا۔ اے بہترین شخص آبادیوں میں رہنے والوں اور جنگل میں چکر لگانے والوں میں سے یہ (تجھ پر) اللہ کا فضل ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے

⁂ ⁂ ⁂

مقالہ پانچواں (۵)

دنیا کا حال اور اس کی طرف التفات نہ کرنیکی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب تو دنیا کی مٹ جانے والی آرائش اور دھوکہ دینے والے اور لبھانے والے مکر و فریب اور زہر قاتل ظاہر میں نرم، باطن میں سخت دردناک کی، جلد ہلاک اور قتل کرنے والی لذات اور اس (دنیا) کی برائی اور بے وفائی اور عہد شکنی سے غافل (مگر اس پر شیفتہ اور) فریفتہ دنیاداروں کو دیکھے۔ تو تو ایسا سمجھ جیسے کوئی شخص بیٹھا پاخانہ کرتا ہو۔ اور اس پاخانہ کی بدبو پھیلی ہوئی ہو۔ اور (یہ دیکھ کر) تو اپنی آنکھ اس کی ننگ ھیکہ سے، اور اپنی ناک اس کی بدبو سے بند کر لیتا ہے۔ (تو) اسی طرح رہ، اور دنیا داروں کے پاس سامان (دنیا) دیکھ کر، اس کی زینت، اس کے مزے اور اس کی شہوات کی وجہ سے آنکھ اور ناک بند کر لے، تاکہ دنیا اور آفات دنیا سے نجات پائے۔ دنیا جتنی کچھ تیرے نصیب میں ہے، تجھے (ضرور) ملے گی۔ اور تو اس سے بہرہ مند ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا، ان چیزوں کی طرف گھور گھور کے مت دیکھو، جو ہم نے زندگانی دنیا کی آسائش کے لئے کفار کو دی ہیں تاکہ فتنے میں ڈالیں اور (اس طرح ہم) ان کا امتحان کریں، اور رزق تیرے رب کا بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔

مقالہ چھٹا (۶)

مخلوق اور خواہش سے فنا ہو جانیکا بیان

فرمایا (رضی اللہ عنہ) مخلوق اور اپنی خواہش، اور اپنے ارادے سے، اللہ کے حکم۔

امر اور فعل کے ساتھ فنا ہو جا، تجھ میں صلاحیت و قابلیت علم الٰہی کا ظرف ہونے کی آجائے گی۔ مخلوق سے فنا ہو جانے کی علامت (کیا ہے) یہ ہے کہ لوگوں سے اور ان کے یہاں آنے جانے سے بے لگاؤ ہونا، اور ان کی چیزوں سے ناامید ہو جانا! اور اپنی خواہش سے فنا ہو جانے کی علامت (کیا ہے)، یہ ہے کہ حصول نفع اور دفع ضرر میں، علاقہ، سبب، اور کسب کا چھوڑ دینا! پھر چاہئے کہ، تو اپنے نفس میں اپنے لئے جنبش نکرے اور اپنے نفس پر اپنے نفع کا اعتماد نہ کرے۔ اور ضرر کو اپنے سے دور نہ کرے۔ اور اپنے نفس کی مدد نہ کرے، بلکہ سب امور خدا کو سونپ دے۔ اور دیہ) اس لئے کہ اللہ ہی ہے جو پہلے بھی ان امور کا ذمہ دار تھا اور اب بھی رہے گا۔ جس طرح کہ سب چیزیں اس حال میں اسی کے ذمہ تھیں، جب کہ تو بطن مادر میں چھپا ہوا تھا۔ یا ہنڈولے میں شیر خوار بچہ تھا۔ اور اپنے ارادہ سے خدا کے فعل میں فنا ہو جانے کی علامت (کیا ہے)، یہ ہے کہ تو کسی مراد کا قصد نہ کرے، اور تجھ میں کوئی آرزو کوئی حاجت اور کوئی مطلب و مدعا باقی نہ رہے اس لئے کہ تو ارادۂ خدا کے ساتھ ارادۂ غیر خدا کا قصد نہ کرے گا بلکہ اللہ کا فعل تجھ میں جاری ہوگا۔ پھر تو اللہ کے ارادہ اور فعل کے وقت ساکن الجوارح (بلا حرکت اعضاء) اور قلب مطمئن اور فراخ و کشادہ سینہ چہرۂ روشن، باطن آباد، اور تعلق خالق کے سبب تمام چیزوں سے بے پرواہ ہو جائے گا۔ دست قدرت تجھے پھرائے گا۔ زبان قدرت تجھے پکارے گی۔ اور پروردگار عالم تجھے علم سکھائے گا۔ خلعت نورانی اور لباس معرفت پہنائے گا۔ اور تجھے سلف صالحین، اور عارفین اولین کے مقامات پر پہونچائے گا۔ پھر تو ہمیشہ دل شکستہ رہے گا۔ اور تجھ میں خواہش و ارادہ کچھ باقی نہ رہے گا۔ جیسے کہ ٹوٹے ہوئے برتن میں پانی اور میل کچھ نہیں ٹھہرتا ہے۔ پھر تو اخلاق بشریت سے پاک ہو جائے گا

اور تیرا دل ارادۂ الٰہی کے سوا کسی چیز کو ہرگز قبول نہ کرے گا۔ پھر اس وقت کرامات و تصرفات کی نسبت تیری طرف کی جائے گی۔ پس یہ تصرفات فعل و حکم میں ظاہراً (تو) تجھ سے دیکھے جائیں گے۔ پر حقیقت میں وہ خدا کا فعل و ارادہ ہوں گے۔ پھر تو ان شکستہ دلوں کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔ جن کی خواہشات نفسانی اور ارادۂ بشری ٹوٹ گئے تھے۔ اور پھر از سر نو ان میں ارادہ ربانی، اور روزمرہ کی خواہشیں پیدا کی گئیں۔ جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تمہاری دنیا سے تین چیزیں میری طرف محبوب کی گئی ہیں۔ خوشبو، عورت، اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں۔ ان اشیاء کی نسبت آپ کی طرف، خواہشات کے نکلنے اور دُور ہونے کے بعد کی گئی جیسا کہ ہم نے بیشتر اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میری ہی وجہ سے شکستہ ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ تیرے پاس نہ ہوگا۔ جب تک تیری سب خواہشیں اور تیرے سب ارادے ٹوٹ نہ جائیں۔ پھر جب سب (کچھ) ٹوٹ جائے اور اسکے بعد تجھ میں کچھ باقی نہ رہے۔ اور ذات باری کے سوا کسی شے کے قابل نہ رہے تو پھر اللہ تجھے نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اور تجھ میں نئے ارادے پیدا کرے گا۔ اور تو اُنھیں ارادوں سے ارادہ کرے گا۔ پھر جب وہ ارادہ تجھ میں پیدا کیا ہوا پایا جائے گا تو اسے (کبھی تیرے تزکیہ کامل کیلئے) اللہ تعالیٰ توڑ دے گا۔ بس تو شکستہ دل رہے گا پھر اسی طرح تجھ میں نیا ارادہ پیدا کرتا۔ اور اس میں تیرا علاقہ پائے جانے کی وجہ سے (اس علاقہ کو) توڑتا رہے گا۔ یہاں تک کہ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے۔ پھر دیدار حاصل ہوگا۔ یہ ہی معنی ہیں "انا عند المنکسرۃ قلوبھم من اجلی" کے اور ہمارے قول "عند وجودک فیھا" کے معنی ہیں۔ تیرا ارادہ نو پیدا میں مطمئن اور مضبوط ہو جانا، حدیث

قدسی میں وارد ہے "میرا بندۂ مومن عباداتِ نافلہ سے، ہمیشہ میری نزدیکی چاہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے دوست کرلیتا ہوں اور جب دوست کرلیتا ہوں تو اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور (اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ: مجھ ہی سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا ہے، مجھ ہی سے پکڑتا ہے اور مجھ ہی سے سمجھتا ہے"! فنا کی کوئی اور حالت اس کے سوا نہیں ہے جب کہ تو اپنے سے اور مخلوق سے فانی ہوا۔ اور مخلوق یا نیک ہے یا بد ہے۔ اسی طرح تو بھی نیک ہے یا بد ہے۔ پس جب تو مخلوق سے بہتری کی امید نہ کرے گا اور مخلوق کے شر سے نہ ڈرے گا تو اللہ ہی اللہ باقی رہ جائے گا۔ جیسے کہ پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ خیر و شر، بس اللہ ہی کی قدرت میں ہے۔ اور اللہ تجھے قدر کے شر سے بے خوف کردے گا اور خیر کے دریا میں ڈبو دے گا۔ پھر تو ہر خیر کا محل اور ہر نعمت و سرور و خوشی و نور و ضیا و امن و ضیا و امن و آرام کا سرچشمہ بن جائے گا۔ بس سالکوں کی آرزو و مطلوب و منتہیٰ اور حد اور واپسی کی جگہ یہی فنا ہے اور یہیں اولیاء اللہ کی سیر کا اختتام ہے اور اپنے اسی ارادہ سے فنا ہوکر خدا کے ارادے سے دکامل طور پر بدل جانے کی استقامت کو سابقے اولیاء و ابدال علیہم السلام نے طلب کیا ہے۔ وہ تا وفات ہمیشہ ارادۂ حق کے ساتھ (ہی) ارادہ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے نام "ابدال" رکھے گئے۔ رضی اللہ عنہم وعنّا۔ پس ان حضرات کے نزدیک ارادۂ حق میں اپنے ارادہ کو شریک کرنا گناہ ہے۔ اور سہو و نسیان اور غلبۂ حال و خوف کی صورت میں خدائے پاک ان کو یاد دلانے اور ہوشیار کرنے کے ساتھ خبردار کردیتا ہے۔ پھر وہ اس سے باز آتے

ہیں اور دربارِ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں۔ کیونکہ فرشتوں کے سوا ارادہ سے کوئی معصوم نہیں۔ فرشتے ارادے سے پاک اور انبیاء خواہشِ نفس سے بری رکھے گئے ہیں۔ اور باقی مخلوق مکلف، جن اور انسان، ارادہ اور خواہشِ نفس سے معصوم نہیں۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اولیاء خواہشِ نفس سے اور ابدالؒ ارادہ سے "محفوظ" ہیں، "معصوم" نہیں ہیں اور اس معنی پر جائز ہے ان کے حق میں ان دونوں کی طرف کسی وقت مائل ہو جانا، اور خدائے پاک کا اپنی رحمت سے بیداری میں ان کو جتلا دینا (اور تدارک فرما دینا)

مقالہ ساتواں (۷)

دل کی پریشانی کیونکر دور ہو؟

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اپنے نفس سے باہر آ۔ اور اس سے کنارہ کر اور اپنی ہستی سے بیگانہ ہو جا۔ ہر چیز اللہ کو سونپ دے اور اپنے دل کے دروازے پر اللہ کا دربان بن جا۔ وہ دل میں آنیکا جسے حکم دے اسے آنے دے اور جسے منع کرے، اسے روک دے۔ پس ہوائے نفس کو دل سے نکل جانے کے بعد (پھر) دل میں نہ آنے دے۔ خواہشاتِ نفسانی کا دل سے نکالنا (مطلب اس کا یہ ہے کہ) ہر حال میں ان کی مخالفت کرنا اور ان کی پیروی نہ کرنا اور خواہش کا دل میں داخل کرنا (مطلب اس کا یہ ہے کہ) اس (خواہشِ نفس) کی پیروی اور موافقت کرنی۔ (بس) ارادۂ حق کے سوا کسی ارادہ کی خواہش مت کر۔ ارادۂ حق کے سوا تیرا ارادہ آرزو ہے۔ اور آرزو و خواہش بیوقوفوں اور احمقوں کا جنگل ہے۔ اس جنگل میں پڑ جانا تیری موت اور ہلاکت اور خدا کی نظرِ رحمت سے گر جانے اور تیرے حجاب (میں پڑ جانے)

کا سبب ہے۔ ہمیشہ احکام الٰہی کی حفاظت کر۔ اور اس کی منہیات سے اجتناب کر۔ اور اس کے مقدرات کو اسی کی طرف حوالہ کر اور اس کی مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ کر۔ تیرا ارادہ اور خواہش اور آرزو سب اسی کی مخلوق ہیں۔ پس ارادہ نہ کر، خواہش نہ کر، مت چاہ تاکہ تو مشرک نہ ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو خدا تعالیٰ کے دیدار کا امیدوار ہو، پس اسے چاہئے کہ عمل صالح (اچھے کام) کرے اور عبادت میں کسی کو (بھی) اپنے رب کا شریک نہ بنائے" صرف بت پرستی ہی شرک نہیں بلکہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرنی اور خدائے عزوجل کے ساتھ دین و دنیا میں سے کسی چیز کا اختیار کرنا (بھی) شرک ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہے وہ غیر اللہ ہے۔ پس جبکہ تو اس کے سوا، اس کے غیر کی طرف مشغول ہوا تو بیشک تو نے غیر (خدا) کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا۔ پس پرہیز کر، آرام نہ لے، خوف کر، بے خوف نہ رہ، تلاش کر، غافل نہ رہ۔ پھر آرام حاصل کر اور کسی حال یا کسی مقام کی نسبت اپنے نفس کی طرف مت کر۔ اور ان میں سے کسی چیز کا دعویٰ نہ کر۔ پھر اگر تجھے کوئی حال دیا جائے اور تو کسی مقام پر قائم کیا جائے، تو کسی کو اس کی خبر نہ دے۔ اس لئے کہ حالات کے بدلنے میں ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان ہے"! اور اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہے، شاید کہ جس چیز کی تو نے خبر دی اس سے تجھے دور کر دے اور جس کی پائداری اور بقا کا تو نے خیال کیا اس سے (تجھے) بدل دے۔ تو پھر تو نے جس سے کہا ہوگا اس کے روبرو شرمندہ ہوگا۔ بلکہ اس (حال یا مقام کے معاملہ) کو دل میں محفوظ کر، کسی سے کہہ نہیں۔ پھر اگر وہ قائم اور برقرار رہے تو اسے خدا کی بخشش جان اور شکر (بجا لانے) کی توفیق اور زیادتی نعمت کا سوال کر۔ اور اگر

وہ باقی نہ رہا تو اس میں (تیرے لئے) ترقیٔ علم معرفت و نور و ہوشیاری اور زیادتیٔ ادب ہوگی۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: "ہم جس آیت کو منسوخ کرتے یا بھلاتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل (دوسری) آیت لاتے ہیں، تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔" پس اللہ کو اس کی قدرت میں عاجز نہ جان اور اس کو تقدیر اور تدبیر میں متہم نہ کر۔ اس کے وعدے میں شک نہ کر۔ پس تجھے لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اختیار کرے۔ سمجھ لے کہ آپ پر نازل کی ہوئی آیتیں اور سورتیں جن پر عمل کیا گیا، اور محرابوں میں پڑھی اور مصحفوں میں لکھی گئیں، پھر منسوخ کی گئیں، اور بدل دی گئیں اور ان کی بجائے دوسری آیتیں لائی گئیں، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نئی نازل کی ہوئی آیتوں اور سورتوں کی طرف متوجہ کئے گئے۔ اور یہ حال شریعت ظاہرہ میں ہے لیکن تغیر حال باطنی اور علم باطنی جو خدا اور آں حضرتؐ کے درمیان میں تھا، اس کی نسبت آپؐ فرماتے ہیں: "البتہ میرے دل پر پردہ کیا جاتا تھا اور میں ہر دن میں ستر بار طلب مغفرت کرتا تھا۔" اور ایک روایت میں ہے کہ سو مرتبہ آپ ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچائے جاتے تھے۔ اور ایک حالت دوسری حالت میں بدل دی جاتی تھی۔ اور آپ منازلِ قرب اور میدان غیب میں پہنچائے جاتے تھے اور نورانی خلعتیں آپ پر بدلی جاتی تھیں۔ پھر پہلی حالت دوسری حالت سے کمتر اور تاریک ظاہر ہوتی تھی اور حالت ادنیٰ میں حفظ حدود ادب کا نقصان ظاہر ہوتا تھا پھر آپ کو استغفار کی تعلیم ہوتی تھی (اور یہ) اس لئے کہ استغفار بندے کا بہتر حال ہے اور توبہ تمام احوال میں بہتر ہے۔ اس واسطے کہ توبہ میں بندے کی طرف سے گناہ و قصور کا اقرار ہے۔ اور توبہ استغفا

ہر حال میں بندے کی دو صفتیں ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں حضرت ابو البشر آدمؑ برگزیدہ کی میراث ہیں۔ جب ان کی صفائی حال پر نسیان عہد و پیمان کی تاریکی آئی اور (انہوں نے) ہمیشہ جنت میں رہنے کا اور قرب الٰہی کا اور تحیت و سلام کے ساتھ فرشتوں کے اپنے پاس آنے کا "ارادہ" کیا۔ اور اس کی "خواہش" کی تو اس وقت "خواہش نفسانی اور ارادۂ آدم" ارادۂ الٰہی کے ساتھ شریک ٹھہرا۔ پس یہ ارادہ توڑ دیا گیا اور پہلی حالت مٹا دی گئی اور وہ ولایت معزول کر دی گئی۔ وہ منزلت جاتی رہی۔ وہ انوار تاریک ہو گئے اور وہ صفائی مکدر ہو گئی۔ پھر حضرت آدمؑ خبردار کیے گئے اور یاد دلائے گئے اور گناہ و نسیان کا اقرار کرایا گیا۔ اور قصور و نقصان کا اعتراف کرنے کی تلقین کی گئی اور آدمؑ نے کہا: "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے گا اور رحم نہ کرے گا، تو ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔" پھر ان میں انوارِ ہدایت اور علوم توبہ اور اس کے معارف اور مصالح مدفونہ جو اس سے قبل ظاہر نہ تھے، توبہ کے بعد ظاہر اور منکشف ہو گئے۔ پھر (جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا) اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دی تاکہ توبہ کریں۔ پھر وہ ارادہ، ارادۂ حق کے ساتھ، اور وہ پہلی حالت بہتر حالت کے ساتھ بدل دی گئی۔ پھر ولایت کبریٰ اور دنیا و عقبیٰ میں رہنے کی جگہ ملی۔ پس دنیا ان کی اور ان کی اولاد کے رہنے کی جگہ ہو گئی۔ اور عقبیٰ ان کی پناہ اور واپسی اور ہمیشگی کی منزل ہو گئی۔ پھر تجھے (بھی) اعتراف قصور اور استغفار اور ہر حال میں نیازمندی کے لئے اپنے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے خصائص اختیار

کرنے چاہئیں جو محبین اور دوستانِ خدا کی اصل ہیں۔

مقالہ آٹھواں (۸)

تقربِ الٰہی کس طرح حاصل ہو؟

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تو جس حالت پر ہو، اس کے سوا کسی اور بلند یا پست حالت کی آرزو نہ کر۔ جب تو شاہی محل کے دروازے پر ہو تو محل میں داخل ہونے کی آرزو نہ کر۔ یہاں تک کہ جبراً بے اختیار تجھے داخل نہ کیا جائے ''جبر'' سے مراد وہ حکم ہے جو سخت اور تاکیدی اور بار بار ہو محض حکم داخلہ پر قناعت نہ کر۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اس بادشاہ کی طرف سے امتحان اور دھوکا ہو۔ لیکن اس وقت تک صبر کر کہ تو داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے۔ پھر جب تو محض جبر و فعلِ شاہی سے داخل کیا جائے گا تو تجھ کو بادشاہ اپنے فعل کی وجہ سے عذاب نہ کرے گا بلکہ (تجھے اپنی قلت صبر اور اختیار حرص اور بے ادبی اور اپنی حالت موجودہ کے قیام پر ترکِ رضا کے سبب عذاب ہو گا بس جب تو محل شاہی میں جبر سے داخل کیا جائے تو خاموش، سرنگوں، مودب اور نیچی نظر کئے ہوئے رہ۔ اور بلا طلبِ ترقی مرتبت جس خدمت پر اور جس شغل پر کہ تو مامور ہے، اس کا محافظ ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فرمایا: گھور گھور کر نہ دیکھو ان (اقسام چیزوں) کی طرف جو ہم نے کافروں کو زندگانیٔ دنیا کی آسائش کے لئے دی ہیں تاکہ ان کو ہم آزمائیں اور اس طرح ہم ان کا امتحان کریں اور (آپ کو آپ کے رب کا (دیا ہوا) رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ بس اپنے

اس قول وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى میں اپنے نبی مختار صلعم کو حفاظتِ حال کا، اور اپنی دی ہوئی نعمت پر راضی رہنے کا ادب سکھایا ہے۔ یعنی ہم نے جو خیر اور نبوت اور علم وقناعت اور صبر اور سلطنتِ دین اور غزوۂ دین، یہ چیزیں کہ تجھ میں عطا کی ہیں، اوروں کو دی ہوئی چیزوں سے بہترین ہیں۔ بس موجودہ شے کی حفاظت اور اس پر رضامندی اور اس کے ماسوا کی طرف سے ترکِ التفات میں (ہی) تمام بھلائیاں ہیں اس لئے کہ وہ غیر موجودہ (شے) یا تو تیری قسمت کی ہے یا کسی غیر کے لئے ہے، یا کسی کا حصہ نہیں ہے بلکہ اسے اللہ نے بندوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا ہے (پس) اگر وہ تیرا حصہ ہے تو خواہ تو اسے چاہے یا نہ چاہے، تجھے پہنچے گا۔ پھر اس کی طلب میں تجھ سے لالچ اور سوءِ ادب کا ظاہر ہونا زیبا نہیں۔ کیونکہ ازروئے حکم علم وعقل (یہ طلب وطمع) ناپسندیدہ ہے۔ اگر وہ دوسرے کی قسمت میں ہے تو تو اسے نہ پائے گا، اور تجھے نہ ملے گی۔ پھر اس کے لئے کیوں سختی جھیلتا ہے۔ اور اگر وہ کسی کی (بھی) قسمت میں نہیں بلکہ وہ فتنہ اور امتحان ہے، تو کوئی ذی عقل اپنے لئے کیوں فتنہ طلب کرے گا، اور کیوں اسے مستحسن جانے گا، اور کیوں اس پر راضی ہو گا۔ پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ خیر وسلامتی حفاظت حال میں ہے۔ پھر جب تو بالا خانے اور وہاں سے غرفہ (چھت) پر چڑھایا جائے، تو جیسا کہ ہم نے کہا نگہبان، خاموش اور مودب رہ۔ بلکہ ان امور میں زیادتی کر۔ اس لئے کہ تو بادشاہ سے نزدیک تر اور خطرہ سے قریب تر ہے۔ پھر اس سے ادنیٰ واعلیٰ ثبات وبقا اور تغیر حالِ موجودہ کی آرزو نہ کر۔ اور (چاہیئے کہ) اس میں تیرا ہرگز کوئی اختیار نہ

ہے۔ اس لئے کہ نعمت موجودہ کی یہ ناشکری ہے۔ اور ناشکری ناشکر گذار کو دنیا و آخرت میں ذلیل وخوار کرتی ہے۔ پس جس طرح ہم نے بیان کیا ہمیشہ عمل کرتا کہ تو ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ وہاں تو قائم ہو جائے اور وہ تیرا مقام ہو اور تو جان لے کہ وہ مقام منجانب عنایات ظاہرہ کے ساتھ (ایک) بخشش حق ہے۔ پس وہاں سے نہ ہٹ اور اپنی حفاظت کر پس احوال اولیاء کے لئے ہیں اور مقامات ابدال کے لئے۔

مقالہ نواں (۹)

کشف اور مشاہدہ

فرمایا (رضی اللہ عنہ) کشف و مشاہدہ اور افعال میں اولیاء اور ابدال کے واسطے افعال الٰہی سے "ایسی چیز" ظاہر ہوتی ہے جو عقلوں کو مغلوب کر لیتی ہے اور عادت و رسوم کو چیرتی اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتی ہے، یہ "افعال الٰہی" دو قسم کے ہیں، جلالی اور جمالی جس ظہور جلال و عظمت (کیا ہے؟) (یہ) بے آرام کرنے والے خوف اور جگہ سے اکھاڑ دینے والے ڈر ہیں، جو قلب پر "غلبۂ عظیم" لاتے ہیں جس سے اعضائے بدن پر (دہشت و خوف) کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے سینۂ مطہر سے، نماز میں جوش کرنے کی آواز جوش کھانے والی دیگ کی آواز کی طرح سنائی دیتی تھی، اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھتے تھے اور آپ پر عظمت و جبروتِ الٰہیہ کا انکشاف ہوتا تھا۔ اور اسی کے مثل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حال میں منقول ہے۔ لیکن مشاہدہ جمال (کیا ہے) دلوں پر انوار و سرور و الطاف کے ساتھ، کلام لذیذ اور محبت

بھری باتوں اور بڑی بڑی بخششوں اور بلند منزلوں اور قرب و نزدیکیٔ مولیٰ کی بشارتوں کے ساتھ تجلیٔ الٰہی ہے۔ (یہی چیزیں ہیں) جن کی طرف آخر کار ان کی بازگشت ہے۔ اور ازل میں قلم ان چیزوں کو ان کے حق میں لکھ کر خشک ہو گیا ہے (اب ان میں تبدیلی نہیں) اللہ کا اپنے فضل اور رحمت سے ان (نعمت یافتگان مشاہدہ جمال) کو اس دنیا میں وقت معین، اجل کے آنے تک، قائم اور باقی رکھنا یہ ان کے لئے فضل خاص ہے تاکہ فرطِ شوق کے سبب، ان کی محبت حد سے گذر کر ان کی قوتیں شکستہ اور قیام عبودیت میں سست اور ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور خدائے پاک کا اپنی رحمت و لطف سے ان پر تجلی فرمانا، ان کے دلوں کے معالجہ اور تربیت اور نرمی کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ ان کو یقین یعنی موت آجائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حکیم اور دانا اور ان پر مہربان درؤف ورحیم ہے۔ اس لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ حضرت بلال موذنؓ سے فرمایا کرتے تھے، اے بلال! "ہم کو راحت پہنچا اذان وتکبیر سے" تاکہ ہم نمازمیں داخل ہو جائیں۔ مشاہدہ جمال الٰہی کے لئے، ان صفات کے ساتھ جن کا ہم نے ذکر کیا، اسی لئے آپ نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرا آرام نماز میں رکھا گیا ہے۔

مقالہ دسواں (۱۰)

نفس اور اس کے احوال میں

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اس کے سوا نہیں، کہ اللہ اور تیرا نفس ہے اور تو مخاطب ہے۔ اور نفس اللہ کا دشمن اور مخالف ہے، اور سب چیزیں اللہ کی فرماں بردار

ہیں۔ اور نفس حقیقۃً اللہ کی مخلوق اور مِلک (ضرور) ہے۔ لیکن نفس کے لئے شہوت اور لذّات اور جھوٹا ادّعا اور آرزو (اور بڑا گھمنڈ) ہے کیونکہ یہ چیزیں اس کی مناسب طبع ہیں۔ پھر اگر تو نفس کی مخالفت وعداوت میں اللہ کے ساتھ موافقت اختیار کریگا تو اللہ کے واسطے تو اپنے نفس کا دشمن ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا: "اے داؤدؑ! میں تیرا لازمی چارہ کار ہوں، اپنے چارہ کار کو بخوبی گرفت کرلے"۔ عبودیت یہ ہے کہ تو میرے لئے نفس کا دشمن ہو جا۔ اس وقت اللہ کے ساتھ (تیری) موالات اور عبودیت ثابت ہو گی۔ اور (تجھے) پاک وصاف خوشگوار حصے ملیں گے۔ اور تو عزیز ومکرم بنایا جائے گا۔ اور تمام اشیاء تیری تابع ہوں گی۔ اور تیری خدمت گذاری اور تعظیم (تیرا احترام) کریں گی۔ اس لئے کہ سب چیزیں اللہ کی تابع اور اسی کی موافقت میں ہیں۔ اللہ ان کا خالق اور انہیں از سر نو پیدا کرنے والا ہے۔ اور سب چیزیں اس کی وحدانیت اور عبودیت کی مقر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "ہر چیز حمد کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو"۔ یعنی وہ ذکر اور عبادت کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ نے آسمانوں اور زمین سے کہا کہ میری فرماں برداری میں طوعاً وکرہاً (خوشی یا زبردستی کے ساتھ) آؤ۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہم فرماں بردارانہ آئے"۔ پس پوری عبودیت اپنے نفس اور خواہش کی مخالفت میں ہے۔ قرآن شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: "اتباع ہوا نہ کر۔ یہ (خواہش کی پیروی) تجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے گی"۔ اور حدیث قدسی میں ہے کہ حضرت داؤدؑ سے فرمایا گیا: "اپنی خواہش کو چھوڑ دے کیونکہ میرے ملک میں نفس کی خواہش کے سوا کوئی جھگڑنے والا نہیں ہے"۔ اور ایک حکایت مشہور

حضرت بایزید بسطامیؒ سے ہے کہ جب انہوں نے خواب میں رب العزت کو دیکھا تو کہا "یا اللہ! تیری طرف پہنچنے کا راستہ کیا ہے"؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اپنے نفس کو چھوڑ دے اور آجا" حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے سانپ کی کینچلی کی طرح اپنے نفس کو چھوڑ دیا" خلاصہ یہ ہے کہ ہر حال میں بہتری ہے اپنے نفس کے ساتھ دشمنی رکھنے میں! بس اگر تو پرہیزگار ہے تو اسی طرح (تو بھی) اپنے نفس کا مخالف ہو جا، کہ مخلوق کے مال حرام دشتبہ سے، اور لوگوں کے احسان اور ان پر ٹیک لگانے اور بھروسہ رکھنے سے، اور ان سے ڈرنے اور امید رکھنے، اور تھوڑا مالِ دنیا جو لوگوں کے پاس ہے، اس کا لالچ رکھنے سے (تو) نکل جائے۔ اور بطریق ہدیہ یا زکوٰۃ یا صدقہ یا کفارہ یا نذر دینے کی (اہل دنیا سے مطلق) امید نہ رکھ۔ اور اپنے "ارادہ" کو ہر طرح مخلوق کے اسباب سے منقطع کرلے۔ یہاں تک کہ اگر تیرا کوئی عزیز مال دار ہے جس سے تجھے ترکہ ملنے کی امید ہے تو اس کی موت کی آرزو نہ کر۔ کوشش کر کے مخلوق سے کنارہ کش ہو جا۔ اور ان کو (ایسے) دروازوں کی طرح جو کھلتے اور بند ہوتے ہیں اور درخت کی طرح جو کبھی پھلتا ہے اور کبھی نہیں پھلتا، سمجھ لے۔ یہ سب امور فاعل کے فعل اور مدبر کی تدبیر سے ہوتے ہیں۔ اور وہ (فاعل و مدبر) اللہ ہے۔ اور بایں ہمہ مخلوق کے کسب کو بھول نہ جانا تاکہ مذہب "جبریہ" سے نجات پائے۔ اور اعتقاد رکھ کہ مخلوق کے افعال بغیر خدا کے پورے نہیں ہوتے (اور یہ اس لئے تاکہ (تو) اللہ کے سوا مخلوق کی پرستش نہ کرنے لگے۔ اور خدا کو بھول نہ جائے۔ اور یہ مت کہہ کہ مخلوق کا فعل بغیر قدرت خدا ہے۔ اور (پھر تو) کافر ہو جائے، اور "قدریہ" بن جائے۔ بلکہ کہہ کہ یہ افعال خدا کے پیدا کئے ہوئے مخلوق کے لئے کسب

ہیں۔ جیساکہ عذاب و ثواب کی سزا و جزا کے بیان کے مواقع میں حدیثیں آئی ہیں۔ اور بندوں کے معاملہ میں (صرف) خدا کا حکم بجا لا اور اپنے حصہ کو امر الٰہی مخلوق سے جدا کرے بحکم خدا سے تجاوز نہ کر کیونکہ اللہ کا حکم قائم ہے۔ تجھ پر اور تمام مخلوق پر وہی حکم کرتا ہے۔ کسی امر میں خود حاکم نہ بن بیٹھ۔ اور مخلوق کے ساتھ تیرا ہونا یہ مقدر ہے۔ اور مقدر تاریکی (میں) ہے۔ پس ظلمت میں چراغ کے ساتھ داخل ہو۔ وہ چراغ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے۔ اور یہ ہی (کتاب وسنت) حاکم ہیں۔ ان دونوں کے حکم سے باہر نہ جا۔ اگر تیرے دل میں کوئی خطرہ گذرے یا الہام پایا جاوے تو اس کو قرآن و حدیث سے ملا۔ اگر قرآن و حدیث میں اس کی حرمت پائے جیسے وسوسۂ زنا وسود اور فاسق و فاجر کے ساتھ میل جول اور دوسرے گناہ (ہیں) بس ایسی باتوں کو اپنے دل سے دور کر۔ اور ان سے الگ رہ۔ ان کو قبول نہ کر۔ ان پر عمل نہ کر اور یقین کر کہ ایسے وسوسے شیطان کی جانب سے ہیں۔ اور اگر اس خطرے کو قرآن و حدیث میں مباح پائے جیسے کھانے پینے، پہننے اور نکاح کرنے کی خواہشیں۔ تو ان کو بھی چھوڑ دے۔ اور قبول نہ کر۔ اور جان کہ یہ خطرۂ نفس، اور نفس کی خواہشات ہیں، اور تو مخالفت اور عداوت نفس پر مامور ہے۔ اور اگر قرآن و حدیث میں حرمت و اباحت نہ پائے بلکہ وہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے تو نہیں سمجھتا۔ جیسے تجھ سے کہا جائے کہ فلاں فلاں جگہ جا اور فلاں مرد صالح سے ملاقات کر۔ حالانکہ خدائے پاک کی عطا کی ہوئی نعمت علم و معرفت کی وجہ سے تو بے نیاز ہے۔ اور تجھے وہاں جانے اور مرد صالح سے ملاقات کرنے کی حاجت اور غرض نہیں ہے (تب)

تو وہیں ٹھہر جا۔ اور جانے میں جلدی نہ کر۔ اور دل میں سوچ کر آیا یہ خدا کی طرف سے الہام ہے؟ تاکہ (میں) اس پر عمل کروں (اور اس طرح تو) اس کے اختیار کرنے میں انتظار کر۔ اور فعل الٰہی یہ ہے کہ وہ الہام بار بار ہو۔ اور تجھے جلد جانے کی کوشش کرنے کا حکم دیا جائے یا ایسی نشانی ہو جو عالم باللہ لوگوں پر ظاہر ہوتی ہے اور اسے ذی فہم اولیاء اللہؒ اور ابدالؒ جنہیں قوت و ادراک عطا فرمائے گئے ہیں، معلوم کرتے ہیں۔ پس اس میں جلدی نہ کر۔ اس لئے کہ تو انجامِ کار اور منشائے امر الٰہی اور اس بات کو نہیں جانتا کہ کس میں فتنہ اور ہلاکی اور مکر و امتحان اللہ (کی طرف) سے ہے۔ پس اس وقت تک صبر کر کہ اللہ تعالیٰ تجھ میں فاعل ہو جائے۔ اور جب خاص فعل حق باقی رہ گیا اور اس مقام میں تیری باریابی ہو گئی۔ اس وقت اگر کوئی فتنہ (بھی) پیش آئے گا تو تو محفوظ اور بری رکھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل پر تجھے عقوبت نہیں کرے گا۔ اور عذاب تجھے کسی کام میں تیرے دخل کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ اگر تو حالت حقیقت یعنی حالت ولایت پر ہو، تو نفس کی مخالفت کر۔ اور امر حق کا پورا متبع اور پیرو ہو جا۔ اور پیروی امر کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم دنیا کے مال سے کفایت نفس کے بقدر خورد و نوش کا حق لینا اور لذات نفسانی سے اجتناب کرنا اور ادائے فرض اور ترک گناہِ ظاہر و باطن کی مشغولی کرنی ہے۔ دوسری قسم امر باطن سے مامور ہوتا ہے اور یہ خدا کا وہ حکم ہے جس سے (وہ) بندہ کو حکم کرتا اور روکتا ہے۔ یہ امر باطن اس مباح میں پایا جاتا ہے جس کا شرع میں کوئی حکم نہیں ہے۔ بایں معنی کہ نہ وہ تحت منع ہے نہ حکم وجوب میں ہے، بلکہ وہ مہمل ہے اور اس میں بندہ کو اختیار دیا

گیا ہے خواہ وہ تصرف کرے یا نہ کرے۔ بس اسی کا نام "مباح" ہے۔ بندہ اس میں اپنی طرف سے کچھ پیدا نہ کرے بلکہ انتظارِ حکم کرے۔ جب حکم کو پائے تب سے بجالائے۔ پھر اس وقت بندے کے تمام حرکات و سکنات اللہ سے ہوں گے۔ جس کا حکم شریعت میں ہے اس کو شرع سے اور شرع میں جس کا حکم نہ ہو اس کو امر باطن سے (بندہ) بجالائے گا۔ پھر اس وقت بندہ کامل اہلِ حقیقت سے ہو جائے گا۔ اور جس (معاملہ) میں کہ امر باطن نہیں۔ وہ مجرد فعلِ الٰہی (تقدیر محض) اور حالت تسلیم ہے۔ اور اگر تو "حق الحق" کی حالت میں ہے جو مٹ جانے اور فنا ہو جانے کی حالت ہے۔ اور یہ حالت ابدالؒ کی ہے جن کے دل خدا کے لیے شکستہ ہیں۔ اور (وہ) موحّد ہیں۔ عارفین، صاحب علم و عقل اور امراء کے سردار اور خلق کے کوتوال و نگہبان۔ اور نائبان خدا۔ اور خاصگان اور محبانِ الٰہی ہیں (علیہم السلام) بس اس حالت میں امر کی پیروی یہ ہے کہ تو خود اپنا مخالف ہو جائے۔ اور اپنے حول و قوت سے بیزار ہو۔ اور دنیا و آخرت کی کسی چیز کی طرف تیرا قطعاً قصد و ارادہ نہ ہو۔ پھر تو اس وقت "بندۂ بادشاہ" ہو گا، نہ کہ بندۂ ملک۔ امر حق کا بندہ ہو گا، خواہش کا نہیں۔ وہ دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچہ کی طرح، اور غسال کے ہاتھ میں نہلائے جانے والے مردے کی مانند، اور طبیب کے رو برو بیہوش بیمار کے مثل (تو) ہو جائے گا۔ اور (اللہ) کے امر و نہی کے علاوہ (تو) اور (تمام) امور میں بیہوش (و بے اختیار) ہو گا۔

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰

مقالہ گیارہواں (۱۱)

خواہشات کے بیان میں

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب فقر (غریبی و محتاجی) کی حالت میں خواہش نکاح تجھ میں پیدا ہو اور تو اس کے بوجھ اٹھانے سے عاجز (اور قاصر) ہو، تب تو اللہ سے کشائش و فراخی کی امید رکھتے ہوئے صبر (اختیار) کر جس کی قدرت سے (یہ) خواہش تجھ میں پیدا ہوئی۔ اس کو یا (تو) وہ ہی تیری حفاظت کرتے ہوئے، تجھ سے زائل و نابود کر دے گا، یا (پھر) وہ ہی تیری اس خواہش کے پورا کرنے کا سامان (تیرے) ثقل دنیاوی اور تعب اخروی اٹھائے بغیر (تجھے) بطریق بخشش پہنچائے گا۔ جو (تیرے لئے) کفایت و مبارک باد ہو گی۔ پس اگر وہ تیری قسمت میں ہے تو اللہ (تیرا) یہ حصہ، تیری طرف پہنچائے گا، جو برکت والا اور کفایت کرنے والا ہو گا۔ اور اب تیرا صبر بدل جائے گا شکر کے ساتھ۔ اور اللہ عزوجل نے شاکرین سے وعدہ فرمایا ہے زیادتی عطا کا۔ (چنانچہ) اللہ نے فرمایا: اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو ہم (اور) زیادہ دیں گے۔ اگر ناشکری (کفران نعمت) کرو گے تو پھر ہمارا عذاب شدید ہے۔ اور اگر وہ خواہش (تیری قسمت میں) نہیں ہے (اور کشائش نہ آئے) تو اس کا خیال (ہی) دل سے مٹا دے، (خواہ نفس چاہے یا نہ چاہے۔ اور ہر حال میں اپنے لئے صبر کو لازم کرلے۔ اور مخالف ہو جا خواہش کا۔ اور مضبوط پکڑ لے امر (حکم حاکم) کو۔ اور راضی ہو جا حکم قضا و قدر پہ۔ اور امید (بھروسہ) رکھ اس پر کہ (آخر تیرا) پروردگار تجھ پر فضل و عطا کرے گا۔ اور خواہش پر صبر اور قسمت پر رضامند

رہنے کے سبب سے اللہ عزوجل تیرا نام صابر و شاکر رکھے گا۔ اور تجھے گناہوں سے بچنے کی عصمت اور طاعت پر قائم رہنے کی قوت زیادہ عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بیشک صبر کرنیوالوں کو اجر بے حساب دیا جائے گا"!

مقالہ بارہواں (۱۲)

مال کی محبت کے سبب عبادت الٰہی سے منہ پھیرنیکی سزا

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب اللہ عزوجل تجھے مال عطا کرے، اور تو اس کی طاعت و عبادت سے، مال کی وجہ سے منہ پھیر لے تو خدا اپنے قرب سے تجھے دنیا و آخرت میں محجوب کر دے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس مال کو تجھ سے چھین لے، تیرا حال بدل دے اور تجھے فقیر کر دے منعم سے پھر کر نعمت (مال) کی طرف مشغول ہو جانے کی یہی سزا ہے۔ اور اگر تو مال سے عبادت کی طرف مشغول رہا، تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لئے عطا و بخشش کر دے گا (اور) اس مال میں سے ایک دانہ (ایک حبہ) کم نہ ہوگا۔ مال تیرا خادم ہوگا اور تو مولیٰ کا خادم، پھر تو دنیا میں ناز و نعم کے ساتھ عیش کرے گا اور عقبیٰ میں مکرم و خوش حال، اور جنت الماویٰ میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا۔

مقالہ تیرھواں (۱۳)!

احکام خداوندی مان لینے کا بیان

فرمایا (رضی اللہ عنہ) نعمتوں کے حاصل اور بلاؤں کے دور کرنے کو مت

اختیار کر نعمت اگر تیری قسمت میں ہے تو خواہ تو اسے طلب کرے یا ناپسند کرے، تجھے پہنچے گی۔ اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تجھ پر اس کا حکم ہو چکا تو (اب) اسے تو خواہ ناپسند کرے یا دعا سے دفع کرنا چاہے یا صبر سے یا تیز قدمی سے رضائے مولیٰ کی طرف جلدی کرے، وہ تجھ پر آئے گی۔ بلکہ (یہ چاہیئے) کہ ہر کام میں سر تسلیم جھکا دے، تاکہ اس فاعل (حقیقی) کا فعل تجھ میں جاری ہو۔ پھر اگر نعمت ہو تو شکر میں مشغول رہا کر۔ اگر بلا ہو تو صبر (اختیار) کر، یا بہ تکلف صبر پیدا کر۔ یا خدا کی خوشنودی اور موافقت کے لئے بلا کو نعمت سمجھ یا اس میں معدوم اور فنا ہو جا۔ (اور یہ) ان عطا ہونے والے حالات کے اندازہ کے موافق (ہو) کہ جن (حالات) میں تجھے الٹ پلٹ کیا جا رہا ہے اور تو مولیٰ کے راستے میں منازل کی سیر کر رہا ہے۔ تجھے حکم کیا گیا ہے مولیٰ کی طاعت و موالات کا، تاکہ تو "رفیق اعلیٰ" سے مل جائے۔ اور تجھے اگلے سلف صالحین اور شہداء و صدیقین کے مقام پر قائم کیا جائے یعنی زیادتی قرب خداوند تعالیٰ کے مقام پر، تاکہ بارگاہ الٰہی میں اگلے بزرگوں کے مقامات معائنہ کرے جو بادشاہ سے قریب ہوئے، اور (جنہوں نے) خداوند جلّ وعلیٰ شانہٗ سے سرور اور امن اور کرامت اور نعمتوں کو ہر طریقہ سے پایا (پس) بلا کو چھوڑ دے تاکہ تجھ پر آئے۔ بلا کا راستہ خالی کر دے اور اس کے "مقابل" اپنی "دعاؤں" سے کھڑا نہ ہو۔ اور اس کے نازل ہونے اور آ جانے پر بے صبری نہ کر کیونکہ اس کی آگ دوزخ کی آگ سے بڑھ کر نہیں ہے اور بلا شک حدیث سے ثابت ہے جو مروی ہے بہترین مخلوق اور بہترین ان سب سے جن کو زمین نے اٹھایا اور جن پر آسمان سایہ افگن ہوا (اور وہ) حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہیں، آپؐ نے فرمایا: دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن! جلدی گذر جا تیرا نور مجھے بجھائے دیتا ہے" کیا مومن کا نور جو نار دوزخ کو بجھا سکتا ہے۔ وہ وہی نور نہیں ہے جو دنیا میں مومن کے ساتھ تھا؟ اور اسی نور سے فرماں بردار و نافرمان کی تمیز ہے۔ بس وہ ہی نور شعلۂ بلا کو بجھا دے گا۔ اور چاہئے کہ سردی تیرے صبر اور (تیرے) موافقتِ مولیٰ کی، تجھ پر آئی ہوئی بلا کی سوزش کو ٹھنڈا کر دے۔ بس جو تجھے ہلاک کرتے نہیں آتی ہے بلکہ تجھے آزمانے، تیری صحتِ ایمانی کو ثابت (محقق) کرنے اور تیری بنیادِ یقین کو مضبوط کرنے اور تجھے خوشنودیٔ مولیٰ اور تجھ پر مولیٰ کے فخر و مباہات ظاہر کرنے کی بشارت دینے، آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے تاکہ تم میں جو جہاد کرتے والے اور صابرین ہیں ان کو معلوم کر لیں اور تمہارے اعمال کو آزمالیں"۔ پھر جب اللہ کے ساتھ تیرا ایمان ثابت (و محکم) ہو گیا اور اس کے فعل میں یقین کے ساتھ تو نے موافقت کی (تو) یہ سب اسی کی توفیق اور اسی کے احسان ہیں۔ بس اس وقت تو ہمیشہ صبر و موافقت کرنے اور اس کے احکام کا ماننے والا ہو جا۔ اپنے حق میں یا غیر کے حق میں ایسی کوئی بات مت نکال جو امر و نہی سے باہر ہو۔ اور جب تو امر (حکم خدا) کو پالے تب سن اور سرعت اور جلدی کر، قوت دکھلا اور حرکت کر اور آرام نہ لے اور تقدیر اور فعل الٰہی کی محض تسلیم پر (ہی) نہ رہ بلکہ اپنی کوشش اور طاقت کو خرچ کر تاکہ امر الٰہی تجھ سے ادا ہو جائے پھر اگر تو عاجز ہو گیا تو اپنے مولیٰ کو پکڑ، اس سے التجا کر، گریہ و زاری کر اور اس سے معذرت کر اور ادائے امر میں اپنے عجز (و درماندگی) اور شرف طاعت و بندگی میں رکاوٹ پیش آنے کے سبب کی تفتیش کر۔ شاید کہ یہ (حالت) تیرے "دعاوی" کی نحوست اور طاعت و بندگی میں

تیرے سوءِ ادب اور اپنے حول و قوت پر (تیرے) بھروسہ کرنے اور اپنے عمل (و عبادت) پر اترانے اور گھمنڈ کرنے، اور اپنے نفس کو اور خلق کو خدا کے ساتھ شریک کرنے کے سبب سے ہو۔ اور (شاید کہ) اللہ نے تجھے اپنے دروازے سے دور کر دیا ہو۔ اور اپنی طاعت و خدمت کے (منصب سے) معزول کر دیا ہو اور توفیق کی مدد (تجھ سے) قطع کر دی ہو۔ اور اپنا وجہ کریم (پیارا چہرہ) تیری طرف سے پھیر لیا ہو۔ اور تجھ پر اس کا غصہ و خفگی ہو۔ اور (تجھے) دشمن رکھا ہو۔ اور تجھ کو تیری بلا، دنیا اور ہوا (خواہش نفس) اور ارادہ اور آرزو میں مشغول کر دیا ہو۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ سب چیزیں تجھے تیرے مولیٰ کی مشغولی (محبت) سے باز رکھنے والی، اور جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری (پرورش و) تربیت کی اور دنیا کے سامان کا مالک بنایا، عطا کیا اور بخشش کی، اس کی نظر رحمت سے تجھ کو گرانے والی ہیں۔ (پس) حذر کر (پرہیز کر) تاکہ تجھے تیرے مولیٰ سے "غیر مولیٰ" (ماسوا اللہ کی طرف) نہ پھیر دیں۔ اور جو چیز کہ اللہ کے سوا ہے، وہ "غیر مولیٰ" ہے۔ پس تو اس (مولیٰ) پر اس کے غیر کو مت قبول کر۔ اس لئے کہ اللہ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے۔ پس اپنے نفس پر اس طرح ظلم نہ کر کہ غیر اللہ کے باعث اللہ کے امر سے پھر جائے (ورنہ) پھر وہ تجھے اپنی ایسی آگ میں داخل کرے گا۔ اور جھونک دے گا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں پھر تو شرمندہ ہوگا مگر ندامت تجھ نفع نہ دے گی۔ اور تو عذر کریگا پر تو معذور نہ رکھا جائے گا۔ تو فریاد کرے گا پر تیری فریاد سنی نہ جائے گی۔ اور تو رضا و خوشنودی مانگے گا پر خدا تجھ سے راضی نہ ہوگا اور دنیا میں اپنی متاعِ گم گشتہ کو حاصل اور خراب کو درست کرنے کے لئے واپسی چاہے گا مگر (دنیا میں دوبارہ) واپسی تجھے نصیب نہ ہو گی (پس) اپنے نفس پر رحم کھا، اور شفقت کر

ور جو آلاتِ عقل وعلم وایمان ومعرفت تجھے عطا ہوئے ہیں، انہیں اپنے مولیٰ کی اطاعت
وبندگی میں لگا دے۔ اور انہیں (عقل وایمان ومعرفت وعلم) کے انوار سے مقدرات
الٰہیہ) کی ظلمات (تاریکیوں) میں روشنی (کی راہ) حاصل کر اور امر ونہی سے تمسک تیرا
ہو اور (امر ونہی کے) موافق راہِ مولیٰ میں چل۔ اور ان دونوں کے سوا ہر چیز (اس
ذات) کے سپرد کر دے جس نے تجھے پیدا کیا اور بنایا۔ اور جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا
ور تیری پرورش کی۔ تو نطفہ تھا اور تجھے پورا انسان بنایا (پس) اس سے کفر (ونفرت)
ور اس کے حکم کے خلاف ارادہ نہ کر۔ اور اس کی نہی (ممنوعات) کے سوا کچھ مکروہ نہ
جان۔ اور اسی مراد (طلب مولیٰ) پر دنیا وآخرت میں قناعت کر۔ اور نہی الٰہی کو دونوں
جہان میں برا جان۔ پس تیری ہر مراد اسی مراد کے تابع ہو اور تیری ہر کراہت اسی کراہت
کے تابع ہو۔ جب تو حکم خدا کا مطیع ہو جائے گا تو (تمام) کائنات تیرے حکم کی پابند
ہوگی۔ جب تو اس کی نہی سے کراہت کرے گا تو جہاں کہیں (بھی) تو رہے گا سب
ناخوشیاں تجھ سے دور ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: "اے
بنی آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں ہے۔ میں جس شے کو کہہ دیتا
ہوں، ہو جا، پس وہ ہو جاتی (اور عدم سے وجود میں آجاتی) ہے۔ میری (ہی) خدمت
وطاعت کر تاکہ میں تجھے ایسا بنا دوں کہ تو (بھی) جس چیز کو کہے، ہو جا، پس وہ
ہو جائے۔" اور یہ بھی فرمایا: "اے دنیا! جو میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور
جو تیری خدمت کرے اسے تعب اور سختی میں رکھ۔" (پس) جب خدا کی نہی تجھ پر آئے
تو اس وقت . . . . . . تو اس طور پر ہو جا گویا کہ تو ڈھیلے اور سست جوڑوں والا
بے حواس، زخمی دل، تنگ سینہ، مردہ جسم، بے خواہش، رسوم طبیعت سے پاک۔

علاماتِ بشریت سے معدوم، نشانی شہوت سے مفقود (ایک) اندھیرا صحن (ایک) بنیاد منہدم (ایک) مکان خالی (ایک گری ہوئی چھت اور (ایک) غیر محسوس اور بے نشان (ہستی) ہے اور چاہئے کہ تیرے کان (ایسے ہوں) گویا بہرے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور تیری آنکھ (ایسی ہو) گویا پٹی بندھی ہوئی، دکھیاری اور پیدائشی نابینا اور ناپدید ہے اور تیرے دونوں ہونٹ گویا زخمی اور سوجے ہوئے (جنبش سے قاصر) اور تیری زبان گویا گونگی۔ اور (تیرے) کندھوں اور تیرے دانتوں کی جڑیں گویا پیپ بھری ہوئی ہے اور وہ پردرد و پراگندہ ہیں۔ اور تیرے دونوں ہاتھ گویا پکڑنے سے (عاری) خشک اور سکڑے ہوئے ہیں۔ اور تیرے دونوں پاؤں گویا لرزیدہ اور مجروح ہیں۔ اور تیری شرمگاہ میں گویا نامردی واز کار رفتگی ہے اور تیرا شکم گویا پر اور خواہش طعام سے بے نیاز ہے۔ تیری عقل گویا مجنوں کی سی مجہول (عقل) ہے۔ اور تیرا جسم گویا مردہ ہے اور قبر کی طرف لایا گیا ہے۔ بس (یہ تیری حالت ہو اور اس طرح تو) امر (حکم مولیٰ) کو سن اور (اسکی بجاآوری میں جلدی کر مگر نہی (آنے کی حالت) میں ٹھہر جا اور سستی اور نرمی اور کوتاہی کر اور اپنے کو مردہ سمجھ اور حکم قضا و قدر میں فانی اور معدوم ہو جا بس اس شربت کو پی اور اس دوا سے (اپنا) علاج کر اور اس غذا سے تغذیہ حاصل کر (تو) آسودہ ہو جائیگا۔ اور گناہوں کے امراض اور خواہشات نفسانی کی بیماریوں سے شفا اور عافیت حاصل کرے گا۔

مقالہ چودھواں (۱۴)

واصلان حق کی حالت کا دعویٰ نہ کرنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اے صاحب ہوا (اے بندۂ نفس) حالتِ قوم (واصلانِ

حق کی حالت کا) دعویٰ مت کر۔ اس لئے کہ تو ہوا (نفس) کا پوجنے والا ہے اور وہ عبید المولیٰ (مولیٰ کی پرستش کرنے والے) ہیں۔ تجھے دنیا کی رغبت ہے، اور رغبت قوم عقبیٰ میں ہے۔ تو دنیا کو دیکھتا ہے اور وہ پروردگارِ زمین و آسمان کو دیکھتے ہیں۔ اور تیرا آرام اور راتس مخلوق کے ساتھ ہے اور ان کا آرام و انس حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا قلب زمین کے رہنے والوں سے متعلق ہے اور اس قوم کے قلوب پروردگار عرش کے ساتھ (مشغول ہیں) اور تو جس شے کو دیکھتا ہے اس کا (تو) شکار ہے (مگر) وہ اس چیز کو نہیں دیکھتے جسے تو دیکھتا ہے۔ وہ (اشیاء کو نہیں بلکہ) اشیاء کے خالق کو دیکھتے ہیں جسے (سر کی) آنکھ سے نہیں دیکھا جاتا ہے۔ اس قوم نے رہائی پائی۔ اور نجات حاصل کی اور تو اب تک اپنی دنیوی خواہشات کے عوض مرہون اور قیدی ہے (پس) یہ قوم مخلوق اور خواہش اور ارادہ اور آرزو سے فنا ہوگئی۔ اور خدائے برتر و اعلیٰ کے قرب میں جا پہنچی۔ اور اس قوم کو حق تعالیٰ نے اس چیز سے واقف کر دیا (یا اس چیز پر ٹھہرا دیا) جو (ان کے پیدا کرنے) سے اس کی غرض تھی (یعنی) اطاعت الٰہی اور اس کی حمد و ثناء "یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے (اسے) دیتا ہے۔" اس قوم نے طاعت و حمد و ثنا کو لازم جانا اور اس میں ہمیشہ توفیق الٰہی سے بلا رنج و مشقت آسانی کے ساتھ مصروف رہے۔ اطاعت ان کی روح اور غذا ہوگئی۔ اس لئے دنیا ان کے حق میں نعمت و سرور بن گئی۔ اور گویا ان کے واسطے "جنت الماویٰ" ہوگئی۔ کیونکہ وہ (تمام) اشیاء میں سے کسی شے کو دیکھنے سے پہلے اس کے خالق اور پروردگار کے فعل کو دیکھتے ہیں۔ بس ان ہی (لوگوں سے) آسمان و زمین کا ثبات و قیام اور مُردوں اور زندوں کا آرام ہے۔ کیونکہ

ان کے مولیٰ نے ان کو فرشِ زمین کا اوتاد (میخ) بنا دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک
ایسے پہاڑ کی طرح ہیں جو اپنی جگہ پر قائم ہے۔ پس ان کے راستے سے کنارے ہو جا
اور ان کی مزاحمت مت کر۔ جن کو ان کے قصد (عزیمت) سے باپ اور بیٹے
(تک) باز نہ رکھ سکے۔ پس وہ بہترین مخلوق ہیں جنہیں خدا نے پیدا کیا اور زمین پر
پھیلا دیا۔ سلام و تحیت اور (نزولِ) برکات اللہ کی طرف سے ان پر ہو جب
تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔!

(۱۵)
مقالہ پندرھواں

در خوف و رجاء (ڈر اور امید)

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جگہ میں ہوں جس
کی شباہت مسجد کی ہے اور اس میں ایک قوم منقطعین (لوگوں سے قطع تعلق
کرنے والوں) کی ہے۔ میں نے اشارہ کر کے کہا کہ اگر صالحین (اولیاء اللہ)
میں سے فلاں مرد ہوتا تو ان کو ادب سکھاتا اور ان کو ہدایت و ارشاد کرتا۔
پھر وہ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا
کہ تمہارا کیا حال ہے، تم کلام کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا کہ اگر تم مجھ سے
راضی ہو تو میں کلام کروں۔ میں نے کہا کہ جب تم مخلوق سے قطع تعلق کر کے
حق کی طرف آئے۔ تو پھر لوگوں سے اپنی زبان سے کسی شئے کا سوال نہ کرو
اور جب تم نے ترکِ سوال (زبان سے) کیا ہے تو اپنے قلوب سے بھی
سوال مت کرو۔ اس لئے کہ دل کا سوال زبان (ہی) کے سوال کی

حرج ہے۔ پھر جان لو کہ "ہر ایک دن میں اللہ کی ایک نئی شان ہے"۔ بگاڑتے ہیں
در بدلتے ہیں، بلند کرنے اور پست کر دیتے ہیں! پس ایک قوم کو (وہ) بلند کرتا
ہے، علیین تک اور ایک قوم کو گرا دیتا ہے، اسفل السافلین میں اور پھر جس
(قوم) کو علیین تک بلند کر دیتا ہے اسے اسفل السافلین میں گرا دینے کا خوف
دلاتا ہے (ساتھ ہی) امید دلاتا ہے کہ انہیں ان کی (ارفع) حالت پر باقی رکھے
اور (ان کی) حفاظت کرے۔ اور جن کو "انتہائے پستی" میں گرایا ہے انہیں
ڈراتا ہے کہ (ان کو) ہمیشہ اسی پر باقی رکھے۔ اور (اس کے ساتھ) امیدوار
فرماتا ہے یہ کہ آخر انہیں بھی بلند کر دے گا علیین تک۔ پھر میں خواب سے
جاگ گیا۔

(۱۶)
مقالہ سولھواں
توکل اور اسکے مقامات

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تو اللہ کے فضل سے اور بے واسطہ و بلا سبب
نعمتوں کے پہنچنے سے محجوب (محروم) نہیں ہوا مگر اس لئے کہ تو نے ٹیک لگائی
خلق پر اور اسباب و صنائع (پیشوں) اور کسبوں پر۔ بس اکل مسنون "حاصل
کرنے میں مخلوق تیرا حجاب ہے اور وہ (اکل مسنون) تیرا کسب ہے۔ اور جب
تک تو خلق کے ساتھ ہے یعنی لوگوں کی بخشش و مہربانی کا تو امیدوار ہے اور
ان کے دروازوں پر تیرا سائلانہ آنا جانا قائم ہے (تب تک) تو اللہ کے ساتھ
اس کی خلق کو شریک ٹھہرانے والا "مشرک" ہے۔ پھر تجھ کو اللہ تعالیٰ عذاب

دیتا ہے، (تجھے" اکل مسنون" سے محروم رکھنے کے ساتھ۔ اور وہ اکل مسنون (کیا ہے یہ) کسب کرکے رزق حلال کو دنیا سے حاصل کرنا ہے پھر اگر تو نے خلق کے ساتھ قائم رہنے سے اور اپنے پروردگار کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے سے "توبہ" کرلی اور (اس کے بعد) تو نے کسب کی طرف رجوع کیا۔ پھر کسب سے کھانے لگا (مگر) کسب پر بھروسہ کیا اور اس (اعتمادِ کسب) پر مطمئن ہوا اور اپنے پروردگا کے فضل کو بھولا تب بھی تو "مشرک" ہے۔ لیکن یہ شرک (اس) اول شرک سے اخفیٰ (زیادہ پوشیدہ) ہے اور اللہ عقوبت (عذاب) اس (شرک اخفیٰ) پر (اس طرح) کریگا کہ اپنے فضل سے اور بلاواسطۂ سبب روزی عطا کرنے سے تجھے محجوب رکھے گا پھر جب تو نے (اس شرک اخفیٰ سے بھی) توبہ کرلی اور اس شرک کو بھی درمیان سے دور کر دیا اور کسب و حول و قوت سے تیری ٹیک جاتی رہی اور تو نے جان لیا کہ وہی اللہ رزق دینے والا اور مسبب (الاسباب) ہے۔ اور وہی آسانی کرنیوالا ہے اور وہی کسب پر قوت دینے والا ہے اور ہر کار خیر کی توفیق عطا فرمانے والا ہے اور رزق اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ تجھے رزق پہنچاتا ہے۔ کبھی (تو) ابتلا و ریاضت کی حالت میں مخلوق سے (تیرے) سوال کرنے کے راستے سے، اور کبھی اللہ عزوجل سے سوال کرنے کی راہ سے، کبھی کسب کے واسطہ سے، بطور معاوضہ (بدلہ) ہونے (کسب) کے اور کبھی بے واسطہ، بلا سوال اور بغیر کسب، محض اپنے فضل (کی راہ) سے، پس جب تو (سب ذرائع روزی سے واپس ہوکر اللہ کی جانب رجوع کرے اور اپنے آپ کو اس کے آگے ڈال دے، اس وقت اللہ تیرے اور اپنے فضل کے درمیان سے حجاب (پردہ) اٹھالے گا اور اپنے فضل سے تیری ہر حاجت کے وقت، تیرے حال

ے اندازہ کے موافق تجھے بے واسطہ اور بے سبب (و بے وسیلہ) روزی دے گا جیسے
ایک) طبیب رفیق و مہربان (اور حکیم حاذق) مریض کو (اس کے حسب حال) کھ
ور غذا دیتا ہے! اور یہ (ایک) حمایت ہے (تیرے لئے) اللہ عزوجل کی طرف سے۔
ور وہ تجھے (اپنے) ماسوا کی طرف مائل ہونے سے (اس طرح) پاک کرتا ہے۔ اور
پنے فضل سے تجھے (اس طرح) راضی (اور خوش) کرتا ہے۔ پھر جب تیرے قلب سے
ہر ارادہ اور خواہش اور لذت اور مطلب اور (تمام) محبوب چیزیں منقطع ہو جائیں
ور تیرے قلب میں ارادۂ الٰہی کے سوا اور کسی کو بھی بقا نہ ہوگی تو اللہ عزوجل جب چاہے
گا تجھے تیرا مقسوم (تیرا حصہ) بھیجے گا اور وہ ضرور تجھے پہنچ کے رہے گا اور وہ تیرے
سوا کسی دوسری مخلوق کا حصہ نہ ہوگا (صرف تجھ ہی کو ملے گا) اور تجھ میں اس حصہ کی
خواہش پیدا کر دے گا۔ اور پہنچائے گا اسے تیری طرف، جب کہ تیری حاجت کا
وقت ہوگا۔ پھر تجھے اس کے ادائے شکر کی توفیق دے گا۔ اور اس کا تجھے عرفان
دے گا کہ یہ حصہ (جو تجھے پہنچا) اسی کی طرف سے ہے اور وہ ہی بھیجنے والا ہے اور
زی دینے والا ہے۔ پھر اس وقت تو اس کا شکر کرے گا اور رجحان اور پہچان
پھر یہ (معاملہ) خلق سے تیرے خروج اور لوگوں سے تیرے بُعد اور ماسوا اللہ سے
تیرے باطن کے خلو (خالی ہو جانے) میں زیادتی (اور ترقی) کر دے گا۔ پھر جب
تیرا یقین اور علم قوی ہو جائے گا۔ اور تیرا "شرح صدر" ہو جائے گا۔ اور تیرا قلب
(نور نسبت "سے) منور، اور تیرا قرب اپنے مولیٰ سے زیادہ اور تیری قدر (تیرا مرتبہ)
س کے نزدیک بلند ہو جائے گا اور اسرار خداوندی کی حفاظت (کرنے) میں
تیری امانت و اہلیت زیادہ ہو جائے گی (تو) پھر اس کے فضل و کرم اور ہدایت

سے تیرے اجلال اور تیری کرامت کے سبب (قبل اس کے کہ تیرا حصہ آئے) تجھے جتا دیا جائے گا کہ وہ (تیرا حصہ) کب آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے (بنی اسرائیل میں سے ائمہ (پیشوا) بنائے کہ ہمارے امر کی ہدایت کریں جب کہ ان لوگوں نے صبر کیا اور ہماری آیات (نشانیوں) پر یقین کرنے والے ہوئے"۔ اور (یہ بھی) فرمایا: جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں یقیناً ہم انہیں اپنا راستہ دکھا دیتے ہیں"۔ اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اللہ سے ڈرو، وہ تمہیں (کیا کچھ) سکھلا دے گا"۔ پھر تجھے تکوین (پیدائش اشیاء) سپرد کی جائے گی پھر تو کائنات میں تصرف کرے گا۔ (ایسی) ظاہر اجازت کے ساتھ جس میں شبہ کا غبار نہیں (ایسی) دلیل کے ساتھ جو آفتاب کی طرح منور ہے اور (ایسے) "کلام" کے ساتھ جو ہر لذیذ سے زیادہ لذیذ ہے اور (اس) "الہام صدق" کے ساتھ جس میں تلبیس نہیں اور (جو) نفسانی خطروں اور شیطان لعین کے وسوسوں سے (محفوظ اور) صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا: اے فرزند آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی اللہ نہیں ہے، میں جس چیز کو کہتا ہوں، ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ میری فرماں برداری کر میں تجھے بھی (ایسا ہی) بنا دوں گا کہ تو جس چیز کو کہے گا ہو جا، بس وہ ہو جائے گی"۔ اور بیشک اللہ نے اپنے کثیر انبیاء اور اولیاء اور خواص بنی آدم کو ایسا (ہی) بنایا ہے۔

مقالہ سترھواں (۱۷)

وصول الی اللہ کے معنیٰ

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب تجھ کو وصول الی اللہ ہوا بس (اس وقت)

تو اللہ کی تقریب و توفیق سے اس کا مقرب بنا۔ اور وصول الی اللہ (اللہ تک پہنچنے) کے معنی (یہ ہیں کہ) تیرا مخلوق سے اور خواہش و ارادہ اور آرزو سے باہر نکل آنا اور اللہ کے فعل و ارادہ میں ثابت رہنا" بغیر اس کے کہ تجھ سے کوئی حرکت (بھی) نہ تیرے اندر پائی جائے، نہ اس کی مخلوق کے اندر۔ بلکہ (تجھ سے) جو کچھ پایا جائے وہ اسی کے حکم و فعل اور امر سے (ہی) پایا جائے۔ بس یہ (حالت) حالت "فنا" ہے جسے وصول الی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تک پہنچنا کسی مخلوق کی طرف معقول اور معروف پہنچنے کی طرح نہیں ہے (کیونکہ) وہ لیس کمثلہ شیئ (اس کی مثل کوئی شے نہیں) ہے۔ حالانکہ وہ سمیع و بصیر (سننے والا اور دیکھنے والا) ہے۔ اور خالق (پیدا کرنیوالا) اس سے پاک اور اعلیٰ ہے کہ اس کی تشبیہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے ساتھ دی جائے اور اسکے مصنوع پر اسے قیاس کیا جائے۔ اور وصول الی اللہ اہل وصول کے نزدیک معروف ہے (جو لوگ خدا تک پہنچ گئے ہیں وہی وصول الی اللہ کو اللہ تعالیٰ کے شناسا کرا دینے سے (جانتے ہیں) اور ہر ایک "واصل باللہ" (رتبۂ قرب) میں جدا جدا ہے جس میں دوسرا شریک نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا سر (بھید) اپنے تمام رسل و انبیاء و اولیاء (میں سے ہر ایک) کے ساتھ ایسا جدا جدا ہے کہ ایک کے "راز" پر دوسرے کو سوائے خدا کے اطلاع نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرید کے لئے خدا کے ساتھ جو سر ہے اس پر اس کے شیخ (پیر) کو (بھی) آگاہی نہیں ہوتی۔ اور کبھی شیخ کے "راز" سے وہ مرید (بھی) آگاہ نہیں ہوتا کہ جس کی سیر "حالت شیخ" کے دروازے کی چوکھٹ تک پہنچ گئی ہے۔ اور جب (ایسا ہو)

ہے) کہ مرید اپنے شیخ کی حالت پر پہنچ جاتا ہے، تو اسے شیخ سے جدا کر لیا جاتا ہے اس
وقت اس کا والی حق سبحانہٗ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ سب مخلوق سے (بھی) اسے
جدا کر لیتا ہے۔ پھر شیخ اس کے حق میں (اس) دایہ کی مانند ہو جاتا ہے جس کے
بچے نے دو سال کے بعد دودھ پینا چھوڑ دیا ہو۔ اور زوال خواہش و ارادہ
کے بعد (ایسا ہی) اس کا علاقہ مخلوق سے (بھی) منقطع ہو جاتا ہے (بس) جب تک
مرید میں خواہش و ارادہ باقی ہے، اسے توڑنے کے لئے شیخ کی احتیاج ہے لیکن
زوال خواہش و ارادہ کے بعد (ظاہراً) شیخ کی حاجت نہیں ہے اور یہ اس لئے
کہ (اب) مرید میں کدورت (و تیرگی) اور نقصان باقی نہیں (اور اسے اپنے مو
کا نور نصیب ہوا) پس جب تو حق کی طرف پہنچ گیا (اور واصل حق ہوا) جیسا کہ ہم
بیان کیا ہے تو پھر تو ہمیشہ کے لئے اس (حق سبحانہٗ تعالیٰ) کے ماسوا سے بے
خوف ہو جا، کہ تو خدا کے سوا اس کے غیر کو نفع اور نقصان میں، عطا اور منع
میں، خوف و رجا میں یقیناً (ہرگز) موجود نہ دیکھے۔ بلکہ اسی سے ڈرنا اور ا
سے امید مغفرت رکھنی (تجھے) لائق (و سزاوار) ہے اور (جب تو ایسا ہو جائے
تو پھر تو ابداً اللہ ہی کے فعل کی طرف نظر رکھ اور تمام مخلوق سے دنیا و آخرت مے
جدا رہ۔ تیرے قلب کا تعلق کسی چیز سے نہ ہو۔ اور تمام مخلوق کو اس شخص کی ط
بے بس اور عاجز سمجھ جو ایک بڑی سلطنت والے اور ایک بڑے صاحب
صولت و سطوت اور شدید الحکم سلطان کی حراست و حفاظت میں ہو، اور ا
کی گردن میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں اور ایک بڑی نہر مواج کے
کنارہ پر، جس (نہر) کی موجیں تیز (اور طوفان خیز) جس کا پھیلاؤ وسیع ا

جس کی گہرائی بڑی ہو (اس) بادشاہ نے درخت صنوبر پر (اس شخص کو صلیب (پھانسی) دے دی ہو۔ اور سلطان ایک بہت بڑے اور بہت بلند تخت پر جلوس فرما ہو جس (عرش عظیم) پر جانا اور پہنچنا نہایت ہی دشوار ہو اور بادشاہ نے اپنے پہلو میں تیروں نیزوں اور کمانوں کا ایسا انبار لگا رکھا ہو جس کا اندازہ بادشاہ کے سوا کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اور (یہ) بادشاہ اس شخص مصلوب پر جس ہتھیار کو چاہے، پھینک رہا ہو۔ تو کیا یہ ماجرا دیکھنے والے کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے بادشاہ کی طرف نظر کرنا چھوڑ دے اور اس سے خوف نہ کرے اور اس سے امید نہ رکھے (بلکہ) صلیب یافتہ شخص سے ڈرے اور اس سے (کوئی) امید رکھے۔ جس کا یہ فعل ہو، ایسے شخص کا نام از روئے عقل، عقل و ادراک سے خالی، مجنوں، حیوان اور غیر انسان (ہی) ہوگا۔ پس اللہ سے پناہ مانگ۔ بصیرت کے بعد بد اعمٰی (اندھا) ہونے سے اور وصول کے بعد "قطع" ہونے سے اور قرب کے بعد بُعد ہونے سے اور ہدایت کے بعد ضلالت سے اور ایمان کے بعد کفر سے! پس دنیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ایک بڑی جاری نہر کے مانند ہے اور ہر روز اس کے پانی میں زیادتی ہے اور یہ (پانی)، بنی آدم کے شہوات و لذات ہیں جو (لذات و شہوات کہ) دنیا میں انہیں پہنچتے رہتے ہیں اور وہ سہام (تیر) اور انواع سلاح (کیا ہیں) وہ بلائیں ہیں۔ جو (قضاء) قدر سے ان پر آتی رہتی ہیں۔ پس غالب ہیں دنیا میں بنی آدم پر بلائیں اور سختیاں اور نامرادی اور محنتیں اور (بنی آدم) نعیم و لذات سے جو کچھ پاتے ہیں وہ (نعمتیں اور لذتیں) آفتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جب کوئی دانشمند اور عاقل نظر عبرت

سے دنیا کی لذتوں کو آخرت کی نعمتوں کے ساتھ دیکھے گا، تو اگر وہ "صاحب یقین" ہے
تو جان لے گا کہ کوئی حیات آخرت کی زندگی کے سوا نہیں ہے، جیسا کہ نبی کریم علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "عیش آخرت کے سوا کوئی عیش نہیں ہے"۔ یہ عیش خصوصاً
مومن کے لئے ہیں، جیسا کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "دنیا مومن
کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت" اور (یہ بھی) فرمایا: "متقی (بندۂ پرہیزگار) کو
لگام چڑھایا ہوا ہے"۔ (اب) ان (اخبار و مشاہدات کے باوجود) دنیا کا عیش
کیوں کر طلب کیا جائے۔ بس راحت تمام راحتوں میں یہ ہے کہ (مخلوق سے)
انقطاع کرے اور اللہ عزوجل کی طرف آئے، اس کے ساتھ موافقت کرے اور
اس کے ارادوں کے سامنے اپنے آپ کو عاجزانہ (و بے اختیارانہ) ڈال دے
پھر تو اس حالت میں دنیا سے "آزاد" ہو گا۔ اور اس وقت (تجھ میں) اس (سلطان
حقیقی) کے لطف و مہر اور عطا اور فضل سے ناز و وقار پایا جائے گا!

(۱۸)
مقالہ اٹھارہواں
نزول بلا پر شکایت نہ کرنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) (ہماری) وصیت ہے کہ تجھ پر جو نقصان نازل ہو اس
کی شکایت کسی سے نہ کر، یہ شکایت صدیق (دوست) سے بھی نہ کر اور دشمن سے
بھی نہ کر، اور اپنے پروردگار کو متہم نہ کر، اس کے اس فعل کی وجہ سے جو اس نے
تیرے ساتھ کیا اور تجھ پر بلا نازل کی۔ بلکہ خیر و شکر کا اظہار کر۔ بس نعمت کے بغیر شکر
کا اظہار کرنا اگر تیرے نزدیک جھوٹ ہے تو (یہ جھوٹ) اپنے ظاہر حال کی خبر

دینے اور شکوے کرنے کے تیرے سچ سے بہتر ہے۔ اللہ عزوجل کی نعمت سے کون خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم اللہ کی نعمت کا شمار کرو تو تم ان کا احاطہ (شمار) نہ کرسکو گے"۔ پس بہت نعمتیں تیرے پاس ہیں جن کو تو نہیں پہچانتا، تو (اب) تو خلق میں سے کسی سے بھی تسکین و آرام نہ لے (مخلوق میں سے کسی سے) الفت نہ کر اور نہ اپنی حالت سے کسی کو اطلاع دے بلکہ تیری محبت تیرا آرام، تیرا شکوہ اسی سے ہو، کسی دوسرے کو نہ دیکھ۔ اس لئے کہ نقصان اور نفع، عزت اور ذلت لینا اور دینا، بلندی اور پستی، محتاجی اور تونگری، حرکت اور سکون کسی دوسرے سے نہیں ہے (یہ) سب چیزیں خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کے قبضہ (واختیار) میں ہیں اور اسی کے حکم اور اذن واجازت سے متحرک ہیں۔ ہر چیز اللہ کے اندازہ کے مطابق (ہی) جاری ہے۔ ہر شے اللہ کے نزدیک اندازہ پر ہے۔ جس چیز کو اللہ نے موخر (آخر) کیا، اس کو مقدم (اول) کرنے والا کوئی نہیں ہے اور جس (چیز) کو اس نے مقدم (پہلے) کیا اسے موخر (پیچھے) کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (اللہ نے فرمایا): "اگر اللہ تجھے نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں کہ اسے (تجھ سے) ہٹا دے اور اگر اللہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی نہیں جو اس کے فضل کو (تجھ سے) رد کر دے"۔ اور اگر تو نعمت وعافیت میں ہوتے ہوئے اللہ سے شکوہ کرے اور زیادت نعمت کو طلب کرے تو نعمت وعافیت (موجودہ) کو (گویا) بے بصری سے (تو نے) حقیر سمجھا۔ پس تجھ پر اللہ کا غصہ ہوگا اور موجودہ عافیت (ونعمت) دونوں کو (تجھ سے) دور کر دے گا اور (تیری) شکایت کو سچ کر دے گا اور (تیری) بلا کو دوگنا کر دے گا اور تجھ پر عقوبت شدید اور غصہ اور

دشمنی کرے گا اور تجھے (اپنی) نظرِ رحمت سے گرا دے گا۔ (پس) شکایت سے ضرور پرہیز کر۔ اگرچہ تیرے گوشت کو قینچیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، بچا، اپنے آپ کو بچا۔ پھر بچا، اللہ سے ڈر، اللہ سے ڈر۔ پھر اللہ سے ڈر! بھاگ، جلدی بھاگ، پرہیز کر شکایت سے پرہیز کر! کیونکہ انواع بلائیں سے بلا بنی آدم پر، اکثر اپنے پروردگار کی شکایت کی وجہ سے (ہی) نازل کی جاتی ہے۔ کس طرح تو (تو ایسے) پروردگار کی شکایت کرتا ہے جو ارحم الراحمین ہے، خیر الحاکمین ہے، حلیم ہے، خبیر (خبردار) ہے، زیادہ مہربان اور نرمی اور رحمت فرمانے والا ہے" اور وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا" جو (ایک) طبیب کی مانند حلیم (بردبار) حبیب اور شفیق اور لطف فرما اور (بہت عزیز) قریب ہے۔ کیا تہمت لگائی جاتی ہے، شفیق والد پر اور مشفقہ اور مہربان والدہ پر؟ حضرت نبی صلعم نے فرمایا: "اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جس قدر کہ ماں اپنے بیٹے پر مہربان ہے"۔ اے مسکین! "ادبِ حسن" (اختیار) کر۔ بلا پر صبر کر۔ اگرچہ تو صبر کرتے کرتے ضعیف ہو جائے، پھر صبر کر۔ اگرچہ تو رضا اور موافقت (مرضی مولیٰ) سے ضعیف ہو جائے اور پھر بھی تو خوشنودی اور موافقتِ (مولیٰ) کی خواستگاری کر۔ اگر تیرا وجود باقی ہے تو تو نیست ہو جا، فنا ہو جا (یہاں تک کہ) تو اپنے آپے سے گم کر دیا جائے اے کبریت احمر (یعنی اے مقام فنا کہ تو اکسیر ہے) تو کہاں ہے؟ تو کہاں پایا جائے؟ تو کہاں دیکھا جائے؟ کیا تو نے اللہ کا قول نہیں سنا: "تم پر جہاد فرض کیا گیا حالانکہ تم اسے مکروہ طبعی سمجھتے ہو۔ قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے حق میں بھلائی ہو۔ اور قریب ہے کہ کسی شے کو تم پسند کرتے

ہو اور وہ تمہارے لئے برائی ہو۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" تجھ سے اللہ نے "حقیقت اشیاء" کا علم سمیٹ لیا اور تجھے اس (علم) سے محجوب کر دیا بس کسی شئے کو برا جان کر یا بھلا سمجھ کر سوء ادب نہ کر۔ ہر چیز میں جو تجھ پر آئے شرع کی پیروی کر، اگر تو حالت تقویٰ میں ہے۔ کیونکہ (تقویٰ) "پہلا قدم" ہے۔ اور خواہشات کے وجود کو مارنے اور نابود کر دینے میں (تو) امر (باطن) کی پیروی کر، اگر تو "حالت ولایت" میں ہے (یعنی امر باطن ہی کی پیروی کر) اور اس (امر باطن) سے تجاوز نہ کر۔ اور یہ "دوسرا قدم" ہے۔ اور فعل الٰہیہ کے ساتھ رضامند رہ، اور موافقت کر، اور فنا ہو جا حالت ابدالیت اور غوثیت اور صدیقیت میں، اور یہ انتہائی مرتبہ ہے۔ اور "قدر" کے راستے سے ہٹ جا اور اس کا راستہ چھوڑ دے اور اپنے نفس اور ہوا کو پھیر لے اور شکوہ (شکایت کرنے) سے زبان کو بند کر لے، جب تو ایسا کرے گا (تو) اگر وہ قدر خیر ہے تو اللہ تیری حیات کو پاکیزہ اور (بہتری) لذت و سرور کو زیادہ کر دے گا اور اگر وہ (قضا و قدر) شر ہے تو اللہ اس حال میں اپنی طاعت پر تیری حفاظت کرے گا اور تجھ سے ملامت کو دور کر دے گا اور تجھے اپنے قضا و قدر میں گم کر دے گا۔ یہاں تک کہ تجھ (پر) سے قدر (کا یہ دورہ) گذر جائے اور وقت کے پورا ہونے کی مدت کوچ کر جائے جیسے کہ رات کا گذرنا دن کو روشن کرتا ہے۔ اور (جیسے کہ) جاڑے کا سفر کر جانا بہار اور گرمی کا موسم پیدا کرتا ہے! یہ تیرے پاس ایک نمونہ ہے۔ بس اس سے عبرت حاصل کر۔ پھر نفسِ انسان میں ذنوب (گناہ) آثام و جرائم ہیں۔ اور وہ انواع معاصی و خطیات سے آلودہ ہے اور اس (خداوند کریم) کی مجلس میں بار

حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر وہ کہ جو گناہوں اور لغزشوں کی نجاست سے پاک وطاہر ہوا در جو (اب تک بھی) وعادی کے میل سے پاک وطاہر نہیں ہوا وہ اس کے "آستانۂ قدس" کو بوسہ نہیں دے سکتا جس طرح کہ بادشاہوں کی مجالست (ہم نشینی) کی صلاحیت (کوئی) نہیں رکھتا مگر صرف وہ (شخص جو) مختلف قسم کی نجاستوں اور بدبوؤں اور میلوں سے پاک وطاہر ہو پس بلائیں (گناہوں کا) کفارہ ہیں اور میلوں سے پاک کرنے والی ہیں۔* نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دن کا بخار سال (بھر کے گناہ کا) کفارہ ہے۔" *

(۱۹)
مقالہ انیسواں

ایمان کی قوت وضعف کا بیان

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب کہ تو ضعیف الایمان اور ضعیف الیقین ہے اور کسی وعدہ کے ساتھ تجھ سے وعدہ کیا جائے، تو تیرا وعدہ پورا کیا جائے گا خلاف نہ کیا جائے گا تاکہ تیرا ایمان نہ گھٹے اور تیرا الیقین نہ ہٹے۔ اور جب تیرے قلب میں ایمان ویقین قوی ہو گیا اور تو مضبوط ہوا تب خدا کے اس قول کا تو مخاطب ہو گا۔ "آج کے دن (سے) تو ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امین ہے۔" اور یہ خطاب تجھ سے بار بار وقتاً بعد وقتٍ ہو گا۔ اور پھر تو بندگان خاص، بلکہ (بندگان) خاص الخاص سے ہو جائے گا۔ اور (اب) تجھ میں مطلب وارادہ باقی نہ رہے گا، نہ کوئی عمل کہ تو اس (عمل) کو پسند کرے۔ اور نہ کوئی عبادت اور نہ کوئی مرتبہ کہ اسے دیکھ کر تو خوش ہو سکے! اور تیری ہمت اس کی طرف

بلند ہو گی پھر (اس وقت) تو ایک ٹوٹے ہوئے برتن کی طرح ہو گا جس میں کوئی
بہنے والی چیز نہ ٹھہرے۔ پھر تجھ میں کوئی ارادہ، کوئی خصلت اور دنیا و آخرت
کی کسی شے کی طرف (کوئی) قصد (اور رغبت) ثابت نہیں رہے گی۔ اور (اب)
تو اللہ کے سوا ہر چیز سے پاک ہوا (اب) تجھے اللہ (کی طرف) سے رتبہ رضا عطا
ہو گا اور وعدہ کیا جائے گا تجھ سے خدا کے راضی ہونے گا! اور (تو) خدائے پاک
کے تمام افعال سے لذت و نعمت یافتہ ہو گا پھر اس وقت تجھے وعدہ دیا جائے گا
اور جب تو اس وعدہ پر مطمئن ہو گا اور تجھ میں کسی ارادہ کی علامت پائی جائے
گی تو تو اس وعدہ سے ایسے وعدے کی طرف پھرایا جائے گا جو اس (موجود)
وعدے سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور اس (موجودہ) وعدے سے مستغنی ہونے کے
سبب اس سے اشرف وعدے کا بدلہ تجھے دیا جائے گا اور تجھ پر "ابوابِ
معارف و علوم" کا فتح باب کیا جائے گا۔ اور غوامض امور اور حقائق حکمت
اور وعدہ اول سے وعدہ ثانی کی طرف تیرے منتقل ہونے میں جو مدفون مصلحتیں
ہیں ان (سب) پر تجھے آگاہی دی جائے گی اور تیرے حال کے اس مرتبہ
کی حفاظت میں زیادتی کی جائے گی اور پھر (اس حال کے ساتھ ساتھ)
تیرے مقال کی حفاظت ہے (یہ بھی کی جائے گی) اور اس مقام میں تیرے لئے
"حفظِ اسرار کی امانت" اور "زیادتی شرح صدر" اور "تنویر قلب" اور "فصاحتِ
کلام" اور "حکمت بالغہ" اور "القائے محبت" میں زیادتی کی جائے گی پھر تجھے
تمام مخلوق جن اور انس اور اس کے سوا (سب) کا دنیا و آخرت میں محبوب
بنایا جائے گا۔ اس لئے کہ تو خدا کا محبوب ہوا اور مخلوقات خدا کی تابع ہیں۔ اور

مخلوق کی محبت خدا کی محبت میں داخل ہے جیسے کہ ان کا بغض خدا کے بغض میں داخل ہے۔ اسی طرح جب تو اس مقام پر پہنچایا جائے گا جس (مقام) میں تیرے لئے کسی شئے کا ارادہ قطعاً نہیں ہے تو تجھ میں ارادۂ اشیاء میں سے کسی شئے کا ارادہ پیدا کیا جائے گا اور جب تیرا ارادہ اس میں ثابت ہو جائے گا تو پھر وہ شئے دور اور معدوم کر دی جائے گی اور (تو) اس چیز سے واپس کیا جائے گا پھر وہ شئے دنیا میں تجھے نہیں دی جائیگی بلکہ اس کا عوض آخرت میں تجھے (ایسا) دیا جائے گا جو حضرت باری میں تیرے قرب کو زیادہ کر دے اور جس سے جنت الماویٰ اور فردوس اعلیٰ میں تیری آنکھیں روشن ہوں اور اگر تو نے اس دنیا "دار فنا" اور "دار تکلیف میں" اس چیز کی طلب نہ کی، امید نہ رکھی اور اسکی طرف مائل نہ ہوا بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے تیری امید (صرف) وہ ذات پاک رہی جس نے تمام چیزوں کو پیدا اور ظاہر کیا، اور کسی کو دیا اور کسی کو نہ دیا، اور زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلندی دی اور (بیشک) یہی (ذات پاک) مراد و مطلوب اور آرزو ہے۔ تو اکثر اوقات (یہ ہوگا کہ) تیرے دل شکستہ ہونیکے بعد (اور) اپنے مراد، مطلوب اور آرزو سے (تیرے) باز رہنے (اور دنیا میں انکی خواہش نہ کرنے) کے سبب ان کا بدلہ آخرت میں (تیرے لئے) ثابت (و برقرار) رکھتے ہوئے انکی مثل یا ان سے کم، دنیا میں (بھی تجھے) دیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور بیان کیا۔

(۲۰)
مقالہ بیسواں

بیان حدیث کہ مشکوک چیز کو چھوڑ دو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: "جو چیز تجھے شک میں ڈالے

اسے چھوڑ دے اور جو چیز تجھے (حلال و حرام کے) شک میں نہ ڈالے اسے اختیار
کر۔" فرمایا (رضی اللہ عنہ) اس حدیث میں (کہ) جب امر مشتبہ غیر مشتبہ کے ساتھ جمع
ہو جائے تو اس عزیمت کو اختیار کر جس میں شک و شبہ نہ ہو اور اس چیز کو
چھوڑ دے جو شک میں ڈالنے والی ہو۔ اور جب محض مشکوک چیز ہو (اور شے
مشکوک وہ ہے کہ) جس کے خلجان اور خلش سے دل صاف نہ ہو، جیساکہ حدیث
شریف میں آیا ہے: "گناہ دلوں کا خلجان اور سوزش ہے۔" تو ایسی حالت میں توقف
کر اور اس میں لمر باطن کا انتظار کر۔ اگر تجھے اس کے حاصل کرنے کا حکم دیا جائے
تو تُو اسے لے اور اگر منع کیا جائے تو باز رہ۔ پھر چاہئے کہ وہ مشتبہ چیز تیرے
نزدیک ایسی ہو جائے گویا کہ وہ موجود ہی نہ تھی۔ اور خدا کے دروازے کی
طرف رجوع کر اور اپنے پروردگار سے رزق مانگ۔ اگر صبر یا موافقت یا رضا یا
فنا سے توضیح (اور بے صبر) ہو جائے تو تُو (یاد رکھ کہ) اللہ عزوجل اس کا
محتاج نہیں ہے کہ اسے یاد دلایا جائے اور وہ تجھ سے اور تیرے غیر سے (کبھی)
غافل نہیں ہے اور وہی (پروردگار عالم) کفار اور منافقین اور اپنی طاعت
سے برگشتہ لوگوں کو (بھی) رزق دیتا ہے۔ پھر اے مومن موحد! (اے) اس
کی طاعت پر جمے رہنے والے اور شب و روز اس کے حکم کی پابندی کرنیوالے!
(وہ) تجھے کس طرح بھول جائے گا؟ اور دوسرے معنیٰ (حدیث) دع مایریبک الخ
کے یہ ہیں: "اس چیز کو جو مخلوق کے پاس ہے، چھوڑ دے۔ اس کو طلب نہ کر، اس
سے دل نہ لگا، مخلوق سے امید نہ رکھ اور ان سے خوف نہ کر اور خدا کے فضل
سے لے۔ اور وہ فضل ایسی شے ہے کہ تجھے شک میں نہ ڈالے گی اور اس کا

پہنچنا یقینی ہے پس چاہئے کہ تیرے لئے "مطلوب" ایک "دینے والا" ایک۔ اور "ارادہ" ایک ہو۔ اور وہ تیرا ہی رب عز وجل ہے! اس کے قبضہ میں بادشاہوں کی پیشانیاں ہیں۔ اور اس کے ہاتھ میں مخلوق کے قلوب ہیں جو اجساد (اجسام) کے بادشاہ ہیں اور ان میں (فاعل و) متصرف ہیں اور مخلوق کا مال اسی کا ہے اور مخلوق اس کی (طرف سے) امین اور وکیل ہے۔ اور تجھے دینے میں لوگوں کے ہاتھ کی حرکت خدا (ہی) کے اذن حکم اور جنبش دینے سے ہے۔ اور تجھے دینے سے مخلوق کا باز رہنا بھی اسی طور پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو" اور فرمایا: "تم خدا کے سوا جنہیں پکارتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ بس اللہ (ہی) سے رزق طلب کرو اور اس کی عبادت کرو، اور اس کا شکر ادا کرو" اور فرمایا: (اے نبی) جب میرے بندے میری نسبت آپ سے سوال کریں (تو) بیشک میں (اپنے بندوں سے) قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب کہ (کوئی) مجھے پکارتا ہے"! اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور فرمایا: "اللہ ہی رزاق (رزق دینے والا) صاحب قوت اور مضبوط ہے" اور فرمایا: اللہ جس کو چاہتا ہے (اسے) بے حساب رزق دیتا ہے"۔

(۲۱)
مقالہ اکیسواں
ابلیس کی گفتگو

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میں نے خواب میں ابلیس لعین کو دیکھا کہ میں ایک

جماعت کثیر میں ہوں، میں نے ارادہ اس کے مار ڈالنے کا کیا۔ اس نے کہا: آپ مجھے کیوں قتل کرتے ہیں، میرا کیا گناہ ہے۔ اگر تقدیر شر کے ساتھ جاری ہوئی ہے تو خیر کے ساتھ بدلنے اور خیر کی طرف اسے پلٹنے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر تقدیر خیر کے ساتھ جاری ہوئی ہے تو میں طاقت نہیں رکھتا یہ کہ اسے شر کی جانب پلٹ دوں (بس) کون سی چیز میرے اختیار میں ہے"۔ میں نے اس کی صورت مخنثوں کی مانند دیکھی۔ نرم اور سست کلام، لمبا منہ، لمبی ناک، ٹھوڑی کے نیچے چند بال تھے۔ صورت حقیر، شکل ذلیل گویا وہ ایک خوف زدہ اور شرمگین (شخص) کی طرح میرے روبرو متبسم تھا (میں نے) یہ خواب ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ سنہ ۵۹۱ھ میں اتوار کے دن دیکھا تھا۔

(۲۲)
مقالہ بائیسواں

مومن پر بقدر اسکے ایمان کے بلا آتی ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) عادت الٰہی جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن پر اس کے ایمان کے بقدر بلا ڈالتا ہے۔ پس جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے اس کی بلا زیادہ عظیم ہے۔ رسول کی بلا نبی کی بلا سے عظیم ہے۔ کیونکہ رسول کا ایمان اعظم ہے۔ اور نبی کی بلا ابدال کی بلا سے زیادہ بڑی ہے (کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ بڑا ہے) اور ابدال کی بلا ولی کی بلا سے زیادہ عظیم ہے۔ ہر شخص (بلا میں) اپنے اندازہ ایمان و یقین (کے مطابق) بتلا کیا جاتا ہے اور اس کی اصل فرمان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا (آپ نے فرمایا): ہم

گروہ انبیاءؑ بلحاظ بلا کے اور لوگوں سے سخت تر ہیں۔ پھر (انبیاءؑ کے بعد اسی طرح) درجہ بدرجہ "۔ اور ان سادات کرام کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ مبتلائے بلا (اس لئے) رکھتا ہے کہ وہ دوام (محل قرب اور) حضوری میں رہیں۔ اور (شہود حق کی) بیداری سے غافل نہ رہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اہل محبت اور محبوبین حق ہیں۔ اور دوست کبھی اپنے محبوب کے بُعد کو پسند نہیں کرتا۔ پس بلا ان کے قلوب کو (حق کی طرف) کھینچنے والی ہے اور ان کے نفوس کے لئے قید ہے (اور) غیر مطلوب کی طرف مائل ہونے اور خالق کے غیر سے آرام لینے اور اس کی طرف جھکنے سے ان کو روکتی ہے۔ پھر جب ان پر نزول بلا ہمیشہ رہتا ہے تو ان کی خواہشیں بجھ جاتی ہیں اور ان کے نفوس ٹوٹ جاتے ہیں اور حق باطل سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ پھر شہوتیں اور ارادے اور لذتوں کی خواہشیں اور دنیا و آخرت کی راحتیں (یہ) سب کے سب (ان کے) گوشۂ نفس میں سمٹ آتی ہیں۔ اور پھر وعدۂ حق پر سکون، ان کی قضا پر رضا، اس کی عطا پر قناعت اور اس کی بلا پر صبر اور خلق کے شر سے امن (یہ سب) ان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور (ان کے) دل کی شوکت قوی ہو جاتی ہے۔ پھر قلب کو تمام اعضاء پر بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ بلا دل اور یقین کو قوی اور مستحکم اور ایمان اور صبر کو قائم، اور نفس اور خواہش کو سست (وکمزور) کر دیتی ہے۔ اس لئے کہ جب درد آیا اور مومن (کی جانب سے) صبر اور اپنے پروردگار کے فعل پر رضا و تسلیم اور شکر پایا گیا تو اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ اور (اس کے لئے) خدا کی طرف سے مدد اور مزید توفیق عمل میں آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نے شکر کیا تو میں بیشک۔

تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔" اور جب نفس اپنی خواہشوں میں سے کسی خواہش اور لذتوں میں سے کسی لذت کو دل سے طلب کرنے میں حرکت کرے گا اور قلب نفس کے مطلب کو پورا کرنے میں (نفس کی) موافقت کرے گا، اور دل کا نفس کی موافقت کرنا اللہ کے امر اور اذن کے بغیر ہو گا تو اس کے سبب غفلت (یادِ حق) سے اور شرک اور معصیت حاصل ہو گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ قلب اور نفس کی بلا اور رسوائی اور تسلط مخلوق، اور تکلیف و آفت اور درد اور بیماری کے ساتھ گرفت کرتا ہے، اور پھر نفس اور قلب ان آفات میں سے حصہ پا لیتا ہے۔ پھر اگر قلب نے نفس کی موافقت نہ کی (بلکہ) یہاں تک (انتظار کیا) کہ خدا کی طرف سے اِذن آجائے (اور اذن) اولیاء کو الہام اور رسولوں اور نبیوں کو وحی صریح کے ساتھ ہوتا ہے اور وحی و الہام کے (بموجب) دینے یا نہ دینے (کا جو حکم ہو) جب اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ قلب اور نفس کو رحمت، برکت، عافیت، رضا و نورِ معرفت، قرب، غنا اور ہر آفت سے سلامتی عطا فرمائے گا۔ بس اس سے آگاہ ہو جا اور (اسے) یاد رکھ۔ اور نفس و خواہش کی موافقت میں جلدی کرنے سے یقیناً (نزولِ) بلا کا خوف کر۔ بلکہ (اس میں) توقف کر اور اذنِ مولیٰ کا انتظار کر پھر تو دنیا و آخرت میں سلامت رہے گا۔

(۲۳)
مقالہ تیئسواں
قسمت الٰہی پر راضی رہنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تھوڑے پر قناعت کر اور اسے ضرور لازم کرلے

یہاں تک کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے اور تو موجودہ حالت سے زیادہ بلند اور نفیس حال کی طرف منتقل کیا جائے اور اس حال میں تجھے مبارکباد دی جائے۔ اور (اب) اس حال میں تو دنیا و آخرت کی سختی اور انجام بد اور حد سے تجاوز کئے بغیر باقی رکھا جائے گا، اور اس میں تیری حفاظت کی جائے گی۔ اور پھر اس حال سے ایسے حال کی طرف تجھے ترقی دی جائے گی جو اس حال سے زیادہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشگوار ہے۔ اور آگاہ ہو جا کہ طلب کو ترک کرنے سے تیرا مقسوم (تیرا حصہ) فوت نہ ہوگا۔ اور جو چیز کہ تیرا حصہ نہیں ہے اسے تو طلب اور کوشش میں لالچ کرنے سے (بھی) نہ پائے گا۔ بس صبر کر اور حال کو لازم پکڑ لے اور اس پر راضی رہ۔ اور اپنی تدبیر سے نہ لے نہ دے۔ یہاں تک کہ حکم کیا جائے۔ اور (اپنے ارادے سے) نہ حرکت کر نہ آرام لے، ورنہ تو اپنے اور اس شخص کے حال کو پسند کرنے کی شامت میں مبتلا کر دیا جائے گا جو خدا کی مخلوق میں تجھ سے بدتر ہے، اس لئے کہ تو طلب اور کوشش کی وجہ سے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور ظالم سے درگزر نہیں کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "اس طرح ہم بعض ظالموں کو بعض ظالموں کے سپرد کر دیتے ہیں"۔ (اور یہ) اس لئے کہ تو ایسے بادشاہ کے محل میں ہے کہ جس کا حکم بڑا ہے اور جس کی شوکت شدید ہے اور جس کا لشکر کثیر ہے، جس کی مشیت جاری ہے، جس کا حکم غالب ہے، جس کا ملک باقی اور جس کا فرمان ہمیشہ رہنے والا ہے، جس کا علم دقیق اور جس کی حکمت کامل ہے، جس کا حکم عدل ہے اور جس کے علم سے زمین و آسمان میں ذرہ برابر شئے (بھی) غائب نہیں ہے اور جس سے کسی ظالم کا ظلم پوشیدہ

نہیں ہے۔ اور تو ظالموں سے باعتبار گناہ زیادہ بڑا ہے۔ اور (یہ) اس واسطے کہ تو نے اپنے میں اور خدا کی مخلوق میں اپنی خواہش سے تصرف کرنے کی وجہ سے شرک کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ اپنے ساتھ شرک کرنے کو معاف نہیں کرتا۔ اور شرک کے سوا جس چیز کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔" بس شرک سے پرہیز کر۔ شرک کے قریب نہ جا اور اپنی حرکات و سکنات میں اور خلوت و جلوت (تنہائی اور مجلس) میں، دن اور رات میں شرک سے اجتناب کر اور معصیتِ اعضاء (سے بھی) اور معصیت دل سے (بھی) سب حال میں حذر کر۔ اور ظاہر و باطن کے گناہ ترک کر دے۔ خدا سے فرار نہ کر وہ تجھ کو پکڑ لے گا۔ اور اس کی قضا میں جھگڑا نہ کر وہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور اس کے حکم میں تہمت نہ لگا وہ تجھے رسوا کر دے گا۔ اس سے غفلت نہ کر (وہ بھی) تجھے بھول جائے گا اور تجھے مبتلا کر دے گا۔ اور اس کے گھر میں کوئی حادثہ (نئی بات) پیدا نہ کر وہ تجھے ہلاک کر دے گا۔ اور اس کے دین میں (کوئی نئی بات) اپنی ہوائے نفس سے منہ سے مت نکال وہ تجھے ہلاک اور تیرے قلب کو تاریک کر دے گا اور تیرے ایمان و معرفت کو سلب کر لے گا اور تجھ پر غالب و متسلط کر دے گا تیرے نفس و شیطان کو اور تیری خواہش و شہوت کو اور تیرے گھر والوں اور پڑوسیوں اور ساتھیوں اور دوستوں کو اور اپنی تمام مخلوقات کو۔ یہاں تک کہ گھر کے سانپوں اور بچھوؤں اور جنوں اور کاٹنے والے جانوروں کو (اور اس طرح) دنیا میں تیرے عیش کو منغص (تاریک) اور آخرت میں تیرے عذاب کو طویل اور دراز کر دے گا۔

(۲۴)

مقالہ چوبیسواں

بابِ الٰہی کو مضبوط پکڑنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) خدا کی نافرمانی سے ضرور پرہیز کر اور سچائی کے ساتھ اس کے دروازے کو لازم پکڑلے اور اس کی طاعت میں اپنی (پوری) طاقت اور کوشش کو صرف کردے (اس طرح کہ تو) عذر کرنے والا اور رونے والا ہو، حاجت دکھانے والا اور فروتنی اور عاجزی کرنے والا ہو، اور نیچی نظریں کئے ہوئے، اس کی مخلوق کی طرف نہ دیکھتے ہوئے اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرتے ہوئے اور دنیا و آخرت میں (عبادت) کا عوض نہ چاہتے ہوئے اور مراتب عالیہ اور مقامات بزرگی کا ارتقاء (ترقی) نہ مانگتے ہوئے (یعنی اس حالت پر رہتے ہوئے) تو اس بات کا یقین کر کہ تو اس کا بندہ ہے اور بندہ اور بندہ کی ملکیت اس کے مولیٰ کے لئے ہے اور بندہ اشیاء میں سے کسی شے کا اپنے مولیٰ پر استحقاق نہیں رکھتا ہے۔ اچھا ادب کر اور اپنے مولیٰ کو متہم نہ کر۔ اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک مقدار اور اندازہ پر ہے، کوئی اسے مقدم (آگے) کرنیوالا نہیں ہے جسے اس نے موخر (آخر) کیا اور اسے کوئی موخر (پیچھے) کرنیوالا نہیں ہے جسے اس نے مقدم (پہلے) کیا۔ پس جو چیز کہ اللہ نے تیرے لئے مقدر کی ہے، اپنے وقت پر (خواہ) تو چاہے یا نہ چاہے، پہنچکر رہے گی۔ اس چیز کے لئے لالچ نہ کر جو عنقریب تیرے لئے ہے اور اس چیز کے واسطے طلب اور افسوس نہ کر جو تیرے غیر کے لئے ہے (پس) جو چیز کہ تیرے پاس نہیں ہے (اس کا نہ ہونا) دو حال سے خالی نہیں ہے، یا وہ تیرے لئے ہے

یا تیرے غیر کے لئے۔ اگر وہ تیرے لئے ہے تو وہ تیری طرف آنے والی ہے اور تو (اس کی طرف) کھینچا جائے گا اور (اس تک) پہنچا دیا جائے گا اور وہ (چیز) تجھے جلدی مل جائے گی۔ اور جو چیز کہ تیرے لئے نہیں ہے (تو) اس سے برگشتہ کیا جائے گا اور وہ تجھ سے برگشتہ ہو گی۔ پھر تو اسے کیونکر پائے گا؟ بس جس بات کے تو درپے ہے، وقت حاضرہ میں اپنے مولیٰ کی طاعت کے ساتھ خوبی ادب سے (تو) اسی میں مشغول رہ۔ اپنے سر کو نہ اٹھا اور اس کے غیر کی طرف اپنی گردن نہ پھرا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان چیزوں کو گھور کے نہ دیکھو جو ہم نے کفار کو زندگانی دنیا کی آسائش کے لئے دی ہیں۔ اور اس لئے (دی ہیں) تاکہ ہم انہیں فتنہ میں ڈالیں اور (ان کا) امتحان کریں۔ اور تیرے پروردگار کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔" بس بیشک اللہ تعالیٰ نے جس چیز پر کہ تجھے قائم کیا ہے اس کے غیر کی طرف متوجہ ہونے سے تجھے روکا ہے اور منع فرمایا ہے اور تجھ کو اپنی بندگی نصیب کی ہے اور قسمت اور رزق اور فضل دیا ہے اور تجھے اس بات سے خبردار کیا ہے کہ اس کے ماسوا میں (تیرے لئے سراسر) فتنہ ہے۔ اور اللہ نے ان (اہل دنیا) کو "فتنہ ماسوا" میں ڈال دیا ہے اور تیرا اپنی قسمت پر راضی رہنا تیرے لئے لائق اور زیادہ پائدار اور مبارک ہے اور (یہی) بہتر اور اولیٰ ہے۔ پھر چاہیئے کہ یہ (ہی) تیرا شعار اور تیری واپسی کی جگہ اور تیرا ٹھکانہ اور تیرے ظاہر و باطن کی علامت اور تیری مراد اور خواہش اور آرزو اور تیرا مقصود ہو جائے۔ اس راستے سے تو اپنے ہر مقصود کو پائے گا اور اس روش (و رفتار) سے تو ہر مقام کو پہنچے گا۔ اور اس کے سبب سے تو ہر خیر و نعمت اور تازگی اور سرور اور ہر نفیس (شے) کی طرف ترقی کرے گا۔ اللہ

برتر نے فرمایا: "کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے عمل کی جزا دینے کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے کیا چیز (ہے جو) اس کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے"۔ بس عبادات خمسہ (روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ اور کلمہ) اور گناہ چھوڑ دینے کے بعد خدا کے (نزدیک) اشرف اور زیادہ مرغوب اور (زیادہ) پسندیدہ (کوئی عمل) ان عملوں سے نہیں ہے جن کا ہم نے تیرے لئے ذکر کیا ہے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں اپنے احسان سے اس کام کی توفیق دے جو اس کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہے۔

(۲۵)
مقالہ پچیسواں
درخت ایمان کی بالیدگی

فرمایا (رضی اللہ عنہ) ہرگز مت کہہ اے فقیر! خالی ہاتھ والے! اے وہ کہ جس سے دنیا اور اہل دنیا کا منہ پھر گیا ہے۔ اے گمنام، اے بھوکے، اے پیاسے، اے برہنہ بدن، اے تشنہ جگر، اے ہر گوشہ زمین و مسجد و ویرانہ سے پراگندہ ہونے والے، اے ہر دروازے سے لوٹائے ہوئے، اے ہر مراد کے پیوند خاک، اور اے ٹوٹے ہوئے دل، اور ہر حاجت و مطلب کے ارمان بھرے قلب والے! یہ کہ اللہ نے مجھے فقیر بنا دیا اور دنیا کو مجھ سے سمیٹ لیا اور مجھے گرا دیا اور چھوڑ دیا اور مجھے دشمن جانا، اور پریشان کر دیا اور مجھے جمعیت نہ دی اور ذلیل کر دیا، اور مجھے دنیا میں گذارہ کے لائق (بھی) نہ دیا اور مجھے گمنام کیا اور میرے نام کو مخلوق میں اور برادری میں بلند نہ کیا، اور

میرے غیر کو اپنی نعمت سے پورا (حصہ) دیدیا۔ (ایسا) کہ وہ رات دن اس کی نعمت میں چین کرتا ہے اور اسے مجھ پر اور میرے اہل دیار پر بڑا کر دیا۔ حالانکہ ہم دونوں مسلمانوں اور مومنین میں سے ہیں۔ حالانکہ ہم دونوں کی ماں حوّا اور باپ آدم خیر الانام ہیں لیکن یہ معاملہ تیرے ساتھ اللہ نے کس لئے کیا؟ اس لئے کہ تیرے سرشت کی مٹی اچھی اور بے ریگ ہے اور رحمت الٰہی کی تری تجھ پر صبر اور رضا، اور یقین اور موافقت اور علم سے پیاپے پہنچنے والی ہے۔ اور (تیرے لئے) ایمان اور توحید کے انوار تیرے نزدیک جمع ہونے والے ہیں۔ پس تیرے ایمان کا درخت (کیسا ہے؟) ایسا ہے کہ اس کی جڑ قائم اور مضبوط ہے اور اس کی کونپلیں بڑھنے اور پھل لانے والی اور شاخ در شاخ (ہو کر) سایہ ڈالنے والی ہیں۔ اور اس کی شاخیں اونچی اور بلند ہونے والی ہیں۔ اور پھر یہ درخت ہر دن زیادتی اور نمو (کی حالت) پر ہے۔ اور اسے اپنی نشو و نما اور پرورش کے لئے کھاد کی حاجت نہیں۔ اور تیرے اس حال میں اللہ نے تیرے کام سے فرصت پائی اور آخرت میں تجھے ہمیشہ قائم رہنے والی بہشت عطا فرمائی۔ اور تجھے اس (بہشت) کا مالک بنایا۔ اور اپنی بخشش کو آخرت میں تجھ پر زیادہ کیا (ان نعمتوں کے ساتھ کہ) "ایسی نعمتیں نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی دل پر (ان کا خطرہ گذرا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے عمل کی جزا میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا (کیا) چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔" یعنی جن لوگوں نے اوامر (احکام) کی بجا آوری اور ترک معصیت پر صبر اور اپنے کاموں کی مقدرات الٰہیہ پر تفویض و تسلیم اور جمیع امور میں خدا کے

ساتھ موافقت دنیا میں عملاً کی ہے۔ اس عمل کی یہ (بہشت) جزا ہو گی۔ اور لیکن وہ لوگ جن کو اللہ نے دنیا سے دیا اور اس کا مالک بنایا اور دنیا میں نعمت والا کیا اور ان پر اپنے فضل کو پورا کر دیا۔ ان کے ساتھ ایسا (معاملہ) اس لئے کیا (گیا) کہ (ان لوگوں) کا محل ایمان (یعنی دل مشابہ) ایک (ایسی) شور اور سخت زمین کے ہے جس پر پانی نہیں ٹھہر سکتا۔ اور درخت نہیں اگتے۔ اور کھیتی پرورش نہیں پاتی۔ اور میوے (پیدا نہیں ہوتے) پھر اسی (زمین) پر قسم قسم کی کھاد اور اس کے علاوہ ایسی چیز ڈالی گئی کہ جس سے گھاس اور درخت کی پرورش کی جاتی ہے۔ اور یہ "دنیا" ہے اور اس کے اسباب ہیں اور یہ اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ اس کے دل میں ایمان کے درخت اور اعمال کے پودوں سے اللہ نے جس (چیز) کو اگایا ہے اس کی حفاظت کرے۔ پھر اگر وہ اس زمین سے کھاد کو دور کر دے تو اس کی گھاس خشک ہو جائے گی اور درخت سوکھ جائیں گے۔ میوے اور پھل گر جائیں گے اور ملک ویران ہو جائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی آبادی کا ارادہ کرتا ہے۔ پس غنی کے ایمان کا کمزور جڑ والا درخت اس چیز سے خالی ہے جس سے اے فقیر! تیرے ایمان کا درخت بھرا (اور پھلا) ہوا ہے۔ پس ایمان غنی کے درخت کی قوت اور بقا اس چیز کے سبب سے ہے جسے تو اس (غنی) کے پاس دنیا اور دنیا کی قسم قسم کی نعمتوں کے ساتھ دیکھتا ہے۔ پھر اگر (وہ نعمتیں) اس کے شجر ایمان کی کمزوری کے باوجود لے لی جائیں، تو وہ درخت (ہی) خشک ہو جائے گا اور پھر وہ (مالدار) کافر منکر ہو جائے گا۔ منافقوں اور مرتدوں اور کفار میں (جا) شامل ہو گا۔۔۔۔۔ اے میرے اللہ! مگر

یہ کہ اللہ تعالیٰ غنی کی طرف صبر، رضا اور یقین وعلم اور انواع معارف کے شکر رون
کو بھیجے تو پھر اس سے اس (غنی) کا بھی ایمان مضبوط ہو جائے گا۔ اور اس وقت
وہ غنی (بھی) تو انگری اور نعمتوں کے منقطع ہو جانے سے بے پروا ہو جائے گا۔

مقالہ چھبیسواں (۲۶)

عظمت وجبروت کی تلوار عطا ہوگی

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تو اپنے منہ سے برقع اور پردہ دور کر یہاں تک کہ تو
(علائق) مخلوق سے نکل جائے (اور) اپنے تمام احوال میں اپنے قلب کی پیٹھ (دنیا)
سے پھیر لے (یہاں تک کہ) تیری خواہش دور ہو جائے۔ پھر تیرا ارادہ اور تیری آرزو
دور ہو جائے اور تو دنیا و آخرت کی ہستی سے فنا کر دیا جائے۔ پھر تو ایک سوراخ دار
ٹوٹے ہوئے برتن کی مانند ہو جائے کہ تجھ میں تیرے پروردگار کے ارادہ کے سوا
کوئی ارادہ باقی نہ رہے۔ اس وقت تو اپنے پروردگار کے نور سے بھر جائے گا۔ اور
تیرے دل میں تیرے پروردگار کے غیر کے لئے کوئی مکان اور کوئی مدخل نہ ہوگا۔
اور تجھے تیرے قلب کا بوّاب (نگہبان اور دربان) بنا دیا جائے گا اور تجھے توحید
اور عظمت وجبروت کی تلوار عطا کی جائے گی ...... اور پھر تو جس کو بھی دیکھے گا
کہ وہ تیرے سینہ کی فضا سے (اٹھ کر) تیرے قلب کے دروازے کے قریب ہو
تو تو اس کے سر کو گردن سے اڑا دے گا۔ پھر تیرے نفس اور خواہش اور دنیا و
آخرت کی تیری آرزو اور ارادہ سے تیرے پاس کوئی سر اٹھانے والا نہ ہوگا۔ اور
کوئی کلام (تیرے لئے) قابل سماعت نہ ہوگا، اور کوئی رائے نہ رہے گی جس کی اتباع

پیروی کرے اور صرف تیرے پروردگار کے امر (حکم) کی پیروی تیرے لئے رہ جائے گی۔ اور تیرا قیام اسی کے ساتھ ہو گا۔ تیری رضا بلکہ تیری فنا اسی کے قضا و قدر پر ہو گی۔ اور پھر تو غلام اپنے پروردگار کا اور اسی کا تابع فرمان ہو گا نہ مخلوق کا بندہ ہو گا نہ اس (مخلوق) کی رائے کا تابعدار ہو گا۔ جب اس امر میں تیری مداومت ہو جائے گی (اس وقت تیرے قلب کے حول (آس پاس) میں غیرت کے خیمے استادہ کئے جائیں گے عظمت کی خندقیں بنائی جائیں اور (تیرے) قلب پر جبروت کا غلبہ ہو گا۔ اور تیرا قلب حقیقت اور توحید کے لشکروں سے گھیر دیا جائے گا اور (تیرے دل) کے قریب پاسبان حق قائم کئے جائیں گے تاکہ تیرے سراپردۂ دل کی طرف کوئی مخلوق، شیطان، نفس اور خواہش اور ارادہ اور باطل آرزوؤں سے راستہ نہ پاسکے۔ اور (نہ) ایسے جھوٹے دعوے (تیرے دل کی طرف راہ پاسکیں) جو طبائع اور نفوس آمرہ (نفس امارہ) سے پیدا ہونے والے ہیں اور نہ وہ گمراہیاں جو خواہشات سے پیدا ہونے والی ہیں اور اگر (تیری) تقدیر میں ہے کہ مخلوق پے درپے یکے بعد دیگرے تیرے پاس آئے اور تیری بزرگی پر اتفاق کرے (اور یہ) اس لئے کہ تجھ سے چمکتا ہوا نور اور کھلی ہوئی نشانیاں پائے اور (لوگ) تیرے کردار و گفتار (قول و فعل) کی راستی اور تیری ظاہر (و نمایاں) بزرگی (تیرے) دائمی خوارقِ عادات کو دیکھیں۔ اور (یہ دیکھتے ہوئے) وہ اپنے پروردگار کے قربات (تلاش نزدیکی میں) اور اس کی طاعات و عبادات میں زیادہ مجاہدہ (زیادہ کوشش) اور زیادہ محنت (اختیار) کریں۔ تو (اس وقت) تو ان سب کے ضرر سے اور لوگوں کے بکثرت اپنے پاس آنے اور ان میں اپنی مقبولیت کو پانے کے سبب تیرے نفس میں خود بینی اور فخر اور بڑائی

پیدا ہونے (کے خطرہ) سے محفوظ رکھا جائے گا۔ اسی طرح ایسی حسین بی بی کا اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے جو اپنی کفالت اور تمام بار معیشت کو (خود) اٹھائے۔ تو اس (بی بی) کے شر سے اور اس کے اہل قرابت کا بار اٹھانے سے تو محفوظ رکھا جائے گا۔ اور یہ زوجہ تیرے لئے بخشش (پروردگار) اور کفالت کرنے والی اور مبارک اور موافق طبع اور مطیع ہوگی۔ اور میل وخبث و دغا اور کینہ اور غصہ اور نسبت میں (تیرے حق کی) خیانت کرنے سے پاک وصاف ہوگی اور اس وقت تیرے ... اور اس کے رشتہ دار فرماں بردار ہوں گے۔ اور یہ (زوجہ) تجھ سے اپنی سختی معیشت کو اٹھانے والی اور تجھ سے اذیت دور کرنے والی ہوگی۔ اور اگر مقدر میں اس سے کوئی فرزند ہے تو وہ صالح اور پاک ذریت اور (تیری) آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے (حضرت زکریا علیہ السلام کی شان میں) فرمایا:"ہم نے ان کی زوجہ کو ان کے لئے نیک بنایا۔" اور اللہ نے (اپنے بعض صالحین کی دعا کا بیان) فرمایا: "اور بخشش وعطا کر ہم کو (اے اللہ!) ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اور ہمیں متقیوں کا امام (پیشوا) بنا۔" اور (حضرت زکریاؑ کی دعا کا بیان ہے) کہ انہوں نے (فرمایا):"اے پروردگار! اس (میرے فرزند) کو اپنا پسندیدہ بنا۔" (تو) بس ان آیات کی دعائیں جو تیرا معمول تھا تیرے لئے مقبول و مستجاب ہو جائیں گی۔ خواہ ان آیات کے ساتھ تو دعا کرے خواہ نہ کرے۔ کیوں کہ یہ دعائیں اپنے محل پر ہیں اور اپنے اہل کے لئے ہیں۔ اور نعمت کے زیادہ سزاوار وہ ہی لوگ ہیں جنہیں وہ دی گئی ہے اور اس نعمت کے قابل (حضرات انبیاء کے بعد) وہ ہی ہیں جو اس مرتبہ کے اہل ہیں۔ اور اس مقام میں قائم کئے گئے

ہیں اور ان کے لئے فضل خداوندی اور قرب الٰہی مقدر ہے۔ اور اگر اسی طرح دنیا سے کسی چیز کے (تیری طرف) آنے کی تقدیر کر دی گئی ہے تو اس حالت میں (اس کا آنا) تجھے نقصان نہ دے گا۔ پھر جو چیز کہ دنیا سے تیرا حصہ ہے اس کا (تجھے) ملنا ضروری ہے اور اس کا (تیرے لئے) پاک ہونا (اور یہ) اللہ کے فعل اور ارادہ سے ہے اور ورود حکم سے ہے۔ اور اس حال میں کہ تو حکم کی بجا آوری کرنے والا ہے، اس چیز کے لینے پر تجھے ثواب دیا جائے گا۔ جیسے کہ فرض نماز اور فرض صیام کو ادا کرنے پر ثواب دیا جاتا ہے اور (اس نعمت کا) جو حصہ تیرے مقسوم میں نہیں ہے (بلکہ تیرے واسطے سے دوسروں کے لئے ہے) اہل حاجت پر، دوستوں اور ہمراہیوں پر اور بھائیوں اور مستحقین فقرا پر اور مستحقین زکوٰۃ پر تقاضائے حال کے موافق تجھے اس کے خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر "تم پر حالات کھولے جائیں گے اور تم (ان میں) فرق و تمیز کرو گے"۔ اور خبر معائنہ کے مانند نہیں ہے (سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کے برابر نہیں) پھر اس وقت تو اپنے کام میں ایک صاف اور پاکیزہ اور روشن حالت پر ہو گا جس میں نہ غبار ہو گا نہ التباس نہ اختلاط نہ شک نہ شبہ (کچھ نہ) ہو گا۔ پس صبر و رضا اور حفظ حال اور گمنامی اور آہستگی اور خاموشی کو لازم پکڑ۔ (پس) بھاگ، بھاگ، پرہیز کر، پرہیز کر، ڈر، ڈر، اللہ سے ڈر، سرنگوں رہ، سرنگوں رہ، نیچی نظر کر، نیچی نظر کر، حیا کر، حیا کر، یہاں تک کہ نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے۔ پھر تیرا ہاتھ تھاما جائے گا اور تجھے آگے کیا جائے گا۔ پھر تجھ سے سختی اور بوجھ اٹھا لیا جائے گا۔ پھر تجھے احسان رحمت اور کمالات کے سمندروں میں غوطہ دیا جائے گا اور نور اور اسرار کا خلعت اور

غرائب علوم الدنیہ کا جامہ تجھے پہنایا جائے گا اور تو مقرب بنایا جائے گا اور تجھ سے (زبان الہام) بات کرے گی۔ تجھ سے تکلم کیا جائے گا۔ تجھے عطا کیا جائے گا اور تو بے نیاز (و مستغنی) شجاع و دلیر بنایا جائے گا۔ اور تیرا مرتبہ بلند کیا جائیگا اور اس کلام سے تجھے مخاطب فرمایا جائے گا: آج کے دن تو ہمارے نزدیک (صاحب مکان) مکین اور امین (ہر چیز کا) ہے! بس اس وقت حضرت یوسف صدیقؑ کے حال پر قیاس و اعتبار کر۔ جب کہ وہ مصر کے بادشاہ سردار اور فرعون کی زبان سے اسی خطاب کے ساتھ پکارے گئے تھے۔ ظاہر میں اس خطاب کے ساتھ بولنے والی بادشاہ کی زبان تھی حقیقت میں (یہ) خطاب کرنے والا زبان اہل معرفت پر، وہی اللہ تھا حضرت یوسفؑ کو ظاہر میں مصر کی سلطنت اور (باطناً) ملک نفس، اقلیم معرفت و علم اور مملکت قربت و خصوصیت اور اللہ کے نزدیک (ان کے) بلندیٔ مرتبہ کی باطنی سلطنت (ان کو) سپرد کی گئی تھی۔ اللہ نے فرمایا: ہم نے اسی طرح (حضرت یوسفؑ) کو زمین یعنی زمین مصر میں قدرت دی کہ وہ جہاں چاہتے تھے ٹھکانہ بناتے تھے"۔ اور اسی طرح ملک نفس کے متعلق فرمایا (ہم نے یوسفؑ کو ثابت اور قائم رکھا) تا کہ ان سے بدی اور فواحش کو پلٹ دیں (بیشک) یوسف ہمارے بندگانِ مخلصین میں سے ہیں" اور ملک علم" کے بارے میں (حضرت یوسف کی زبان سے) فرمایا: تم دونوں کی تعبیر خواب میری ان معلومات سے ہے (جو معلومات) کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمائی۔ اور (بالیقین) میں نے اس قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے"۔ پس اے صدیق اکبر جب تجھ سے ایسے خطاب کے ساتھ کلام

کیا جائے گا تو تجھے علم اعظم کا پورا حصہ دیا جائے گا، اور تجھے اس کے احسان اور توفیق پر اور (تیری) ولایت عامہ اور جاندار و بے جان سب اشیاء میں جاری ہونے والے (تیرے) حکم پر مبارک باد دی جائے گی۔ اور تکوین (عدم سے وجود میں لانے) کی قدرت، اشیاء کے إلٰہ (خالق عالم) کے اذن سے، آخرت سے قبل دنیا (ہی) میں تجھے دی جائے گی۔ اور آخرت میں دارالسلام اور جنت عُلیا کے اندر مولائے کریم کے (پیارے) چہرے کا "دیدار" (مخلصین کے لئے) زیادت احسان ہے۔ اور "دیدار الٰہی" تو ہی آرزو ہے جس کی غایت نہیں اور منتہیٰ نہیں۔

مقالہ ستائیسواں (۲۷)

خیر و شر دو میوے ہیں!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) خیر و شر کو ایک درخت کی دو شاخوں کے دو میوے فرض کرو۔ اس طرح کہ ایک (شاخ) پر میٹھا پھل آتا ہے اور دوسری شاخ پر کڑوا۔ بس تو اُن شہروں، ان ملکوں اور زمین کے ان کناروں کو چھوڑ دے کہ جن میں اس درخت سے لئے ہوئے (میٹھے اور کڑوے پھل) بھیجے جاتے ہیں اور ان اطراف سے اور ان کے رہنے والوں سے دوری (اختیار) کر اور درخت سے قریب اور نگہبان ہو جا۔ اور اس درخت کے پاس کھڑا رہنے والا خادم بن جا۔ اور اس کی دونوں ڈالیاں اور اس کے دونوں پھل اور اس کے دونوں اطراف پہچان لے۔ اور پھر میٹھے

جس کی ڈالی کیطرف ہو جا پھر اس وقت (وہی) میٹھا پھل تیری غذا اور خوراک ہو جائے گی۔ اور دوسری ڈالی کی طرف آنے اور اس کا پھل کھانے سے جتناب کر۔ کیوں کہ اس کی تلخی تجھے ہلاک کردے گی۔ اور جب تو ہمیشہ اسی طریقہ پر رہا تو تو خوش اور مامون اور سب آفات سے سلامتی میں رہے گا۔ اس لئے کہ اس کڑوے پھل سے آفات اور طرح طرح کی بلائیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جب تو (اس) درخت سے دور دور رہا اور (ملکوں ملکوں) میں پریشان پھرا اور تیرے سامنے یہ میوے اس حال میں لائے گئے کہ وہ ایک دوسرے سے میٹھے اور کڑوے ہونے میں جدا (جدا) اور ممتاز نہیں ہیں۔ پھر تو نے اس میں سے لے لیا تو ممکن ہے کہ تیرا ہاتھ کڑوے (پھل) پر پڑ جائے اور تو اسے اپنے منہ سے نزدیک کرے اور (اگر) تو نے اس سے کچھ کھایا اور چبایا اور اس کی تلخی تیرے حلق اور تالو کے اندر سرایت کر گئی اور تیرے ناک اور دماغ میں (پہنچ گئی) اور (اس نے) پھر تجھ میں تاثیر کر لی اور تیری رگوں میں اور تیرے جسم کے اجزا میں (دوڑ گئی) تو پھر (تو) اس سے ہلاک ہو جائے گا۔ اور (پھل کے) باقی (حصہ) کو اپنے منہ سے اگل دینا اور اس کے اثر کو (منہ سے) دھونا اس کی تاثیر کو جو تیرے بدن میں ہو چکی ہے، تجھ سے دور نہ کرے گا۔ اور (تیرا ایسا کرنا) تجھے نفع نہ دے گا اور اگر تو نے پہلے ہی میٹھے پھل سے کھایا اور تیرے تمام بدن میں اس کی شیرینی سرایت کر گئی اور اس (شیرینی) سے تو نے نفع حاصل کیا اور (تو اس سے) خوش ہوا تو بس یہ (تیرا ایک بار کا) کھانا تجھے کافی نہ ہوگا۔ پھر ضروری ہے یہ کہ (اس میں سے) دوسرے پھل تو دوبارہ کھائے۔ اور تو (دوسرے

کڑوے) پھل کی کڑواہٹ سے مامون نہ ہو گا۔ اور (اب) تجھ میں وہ (ہی) چیز سرایت کرے گی جس کا ہم نے تجھ سے ذکر کیا۔ بس (تیری) خیریت درخت سے دور رہنے اور اس کے پھل سے انجان رہنے میں نہیں ہے (بلکہ) سلامتی اس کے قریب رہنے اور اس پر قائم رہنے سے (ہی) ہے۔ بس "خیر" اور "شر" اللہ عزوجل کا فعل ہے اور اللہ دونوں کا فاعل (خالق) ان کو جاری کرنے (اور پھیلانے) والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: "اللہ نے تمہیں اور تمہارے عملوں کو خلق (پیدا) کیا ہے۔" اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے ذبح کرنے والے کو اور مذبوح (جسے ذبح کیا جاتا ہے) کو پیدا کیا اور بندوں کے اعمال اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور بندے ان (اعمال) کے کاسب ہیں۔" اللہ نے فرمایا: "تم جنت میں اپنے عملوں کے عوض داخل ہو جاؤ۔" سبحان اللہ! کیا انعام اور رحمت اس کی ہے کہ اعمال کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی (گئی) اور بندے اپنے اعمال کے سبب دخول جنت کے مستحق ہوئے۔ حالانکہ عمل بھی اس کی توفیق و رحمت سے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں کوئی اپنے عمل کے سبب داخل نہ ہو گا۔" آپ سے کہا گیا: "نہ آپ یا رسول اللہ!" فرمایا: "میں (بھی) نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانک لے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھا۔" یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ پھر جب تو اللہ کا فرماں بردار، اس کے امر کا بجالانے والا اور اس کے قدر کو تسلیم کرنے والا ہو تو اللہ تجھے اپنے شر سے بچائے گا اور تجھ پر اپنے خیر سے فضل فرمائے گا۔ اور دین و دنیا کی تمام برائیوں سے بچنے میں تیری حمایت (و تائید) کرے گا۔ لیکن

دینی برائی (اس کے متعلق) اللہ کا یہ فرمانا ہے: "البتہ بدی اور فحش کو ہم نے (حضرت یوسفؑ) کی طرف سے پھیر دیا کہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں" اور پھر دنیاوی برائی ؛ (اس کے متعلق) اللہ کا یہ قول ہے: "کہ اللہ کو کیا غرض پڑی ہے کہ تم کو عذاب کرے، اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ" (تو) مومن اور شکر گذار (بندے) کا اس کی بلا کیا کرے گی ؛ کیونکہ (مومن شاکر بلا کی نسبت عافیت سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے کہ وہ (اللہ کی) شکر گذاری کے سبب زیادتیٔ نعمت کے مقام میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اگر تم شکر کرو گے تو ہم تم کو زیادہ دیں گے" اور جب تیرا (نور) ایمان اس آگ کو جو آخرت میں ہر گنہ گار کی سزا ہے، بجھا دے گا، تو پھر دنیا میں بلا کی آگ کو کیوں نہ بجھائے گا ؛ لیکن (اے مرے اللہ) اگر بندہ (ان) مجذوبین (محبوبان الٰہی) میں سے ہو جو ولایت (دوستیٔ خاص) محبت خالص اور مراتب عالیہ کے لئے پسندیدہ اور برگزیدہ بنائے گئے ہیں تو بلا (اس کے واسطے) ضروری ہے تاکہ اس (بندہ) کو بلا کے سبب خالص (اور پاک وصاف) کر دیا جائے۔ خواہشات کی برائی اور میلان طبائع سے اور نفس کی شہوات ولذات میں آرام حاصل کرنے سے اور خلق کے ساتھ طمانیت (پانے) اور لوگوں کے قرب پر راضی رہنے سے اور ان سے سکون وراحت پانے اور ان کے ساتھ قائم رہنے سے! (تو) پس (ایسا بندہ) بلاؤں میں بتلا کر دیا جاتا ہے تاکہ یہ سب خرابیاں پگھل جائیں، اور پھر (اس کا) قلب ان سب (خرابیوں) کے نکل جانے سے پاک (وصاف) ہو جائے اور (اس کے لئے) توحید الٰہی اور معرفت حق اور ورودِ غیب (یعنی) طرح طرح کے اسرار وعلوم (الٰہیہ) کا محل اور (نزول) انوار قرب

کا (مقام) باقی رہ جائے۔ اور (یہ) اس لئے کہ قلب ایک گھر ہے جس میں دُو کی گنجائش نہیں ہے اور "اللہ نے کسی سینہ میں (بھی) دو دل نہیں بنائے ہیں۔" اور "بالتحقیق ملوک (وسلاطین) جب کسی قریہ میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور (وہاں کے) عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور پھر نکال دیتے ہیں ان کو اچھی منزلوں اور اچھی زندگی سے۔" پس قلب پر شیطان اور خواہش اور نفس کی بادشاہی تھی۔ اور اعضا انہیں کے حکم سے قسم قسم کے گناہوں اور برائیوں اور گمراہیوں کے لئے حرکت کرتے تھے۔ پھر وہ حکومت زائل ہو گئی اور جوارح نے آرام پایا۔ اور "محل شاہی" خالی ہوا، اور وہ قلب ہے۔ اور صحن خانہ پاک وصاف ہوا، اور وہ سینہ ہے۔ اور لیکن قلب؟ پس یہ توحید اور معرفت اور علم کے لئے جگہ ہو گیا۔ اور سینہ غیبی عجائبات اور واردات کے نازل ہونے کی جگہ بن گیا اور یہ سب نتیجہ اور پھل ہے بلاؤں کا! نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: "ہم گروہ انبیا اور لوگوں سے از روئے بلا زیادہ سخت ہیں۔ پھر اسی طرح درجہ بدرجہ اور اور پھر اور لوگ ہیں۔" اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "میں اللہ کو تم سے زیادہ پہچاننے والا ہوں اور خدا سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔" پھر جو شخص بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے یقیناً اس کا خطرہ اور اس کا حذر بھی زیادہ سخت ہوتا ہے! اور (یہ) اس لئے کہ وہ بادشاہ کی نظر میں ہے اور بادشاہ پر اس کے تصرفات اور اس کے حرکات اور اس کا ملاحظہ (مخفی نہیں) ظاہر ہے لیکن اگر تو یہ کہے کہ "اللہ کے نزدیک تمام مخلوق شخص واحد کی طرح ہے اور اللہ سے کسی کی بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، تو (پھر) اس کلام کا کیا مطلب اور کیا فائدہ

ہے "تجھ سے کہا جائے گا کہ جب اس شخص (قریب از خدا) کی منزلت بلند ہوئی
اور اس کا مرتبہ بڑھ گیا (تو) اس کا خطرہ (بھی) بڑا ہو گیا۔ اس لئے اس پر ت
چیز کا شکر کرنا واجب ہو گیا جو اللہ نے اپنی بڑی نعمت اور بڑے فضل سے
(اس کے لئے) انعام کی ہے۔ پھر خدا کی خدمت (و حضوری) سے (اس کے غیر کی
طرف) ادنیٰ التفات بھی ادائے شکر میں ایک قصور ہے۔ اور یہ اس کی طاعت میں
کوتاہی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے ازواج نبیؐ! تم میں سے جو کھلی ہوئی بے
شرمی کریں انہیں (اوروں کی نسبت) دوچند عذاب دیا جائے گا" یہ اللہ تعالیٰ نے
ان کی نسبت اس لئے فرمایا کہ ان (ازواج مطہرات) پر اتصال (و قربت بارگاہ
نبوی صلعم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پوری (پوری) نعمتیں تھیں (تو) بس اس شخص کا
کیا حال ہو گا جو اللہ سے واصل ہوا اور جس کو اس سے "نزدیکی" حاصل ہے
واضح ہو کہ) اللہ تعالیٰ اس سے اعلیٰ و برتر ہے کہ اسے کسی مخلوق سے تشبیہ دی جائے۔
"کوئی شے اس کی مثل نہیں ہے" اور وہ سمیع و بصیر (سننے والا اور دیکھنے والا) ہے۔

(۲۸)
مقالہ اٹھائیسواں

احوال مرید کی تفصیل

فرمایا (رضی اللہ عنہ) کیا تو ارادہ رکھتا ہے راحت و سرور کا، خوشی و آسودگی
کا، امن و سکون کا، ناز و نعمت کا: اور حالت (تیری) یہ ہے کہ ابھی تک تو نفس کو
مارنے اور (فنائے) خواہشات کا مجاہدہ کرنے اور دنیا و آخرت کے معاوضوں
اور مرادوں کے زائل کر دینے کے لئے پگھلا دینے والی (لوہاروں) کی بھٹی میں

(باقی) ہے۔ اور بالتحقیق ان مذکورہ چیزوں کا بقیہ تجھ میں نمایاں طور پر روشن (اور موجود) ہے (بس) اے جلد باز آہستہ آہستہ چل! اے انتظار کرنے والے ٹھہر ٹھہر کر (چل) (یاد رکھ) کہ ان مذکورہ چیزوں کے زائل ہو جاتے تک۔ تجھ پر دروازہ بند ہے۔ حال آنکہ تیرے اس بقیہ کا "بقیہ اور (اس میں کا) ذرہ" باقی ہے۔ اور مکاتب غلام ہے (کہ جب تک اس پر ایک درہم باقی ہے" (وہ غلام ہی ہے) بس جب تک تجھ میں کھجور کی گٹھلی چوسنے کی بقدر (بھی) دنیا باقی ہے، اس وقت تک تو قرب الٰہی سے باز رکھا گیا ہے۔ (دنیا کیا ہے؟) تیری خواہش ہے، تیری مراد ہے، تیری آرزو ہے، اور تیرا اشیاء میں سے کسی شئے کو دیکھنا اور طلب کرنا ہے، اور دنیا و آخرت میں عوضوں میں سے کسی شئے کی طرف تیرے نفس کا شوق کرنا ہے۔ پس جب تک تیرے اندر ان (مذکورہ چیزوں) میں سے کچھ (بھی) باقی ہے اس وقت تک تو اِفناء (یعنی ان چیزوں کو اپنے سے نیست کر دینے) کے دروازے پر ہے۔ پس ٹھہر جا، یہاں تک کہ فنا تمام و کمال ہو کر حاصل ہو جائے اور تو بھی بھٹی سے نکالا جائے اور (تجھے قالب زر میں ڈھالنے والے کی) زرگری پوری ہو جائے (تاکہ) پھر تجھے زیور ملبوس پہنایا جائے اور تجھے خوشبو لگائی جائے اور تو بخور کیا جائے اور اس کے بعد بڑے بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے اور پھر تو اس کلام سے مخاطب کیا جائے گا کہ "آج کے دن تو ہمارے نزدیک صاحب قدرت اور امین ہے" اور (اب) تجھے آرام دیا جائے گا اور تجھ سے نرمی کی جائے گی، اور تجھ کو اس کے فضل سے کھلایا جائے گا اور (تو) مقرب کیا جائے گا اور (اپنے مولیٰ) سے زیادہ نزدیک کیا جائے گا اور "بھیدوں" پر مطلع کیا جائے گا اور اسرار (الٰہیہ) تجھ سے

پوشیدہ نہ رہیں گے۔ اور پھر تو اس نعمت دیئے جانے کے سبب تمام اشیاء سے بے پرواکیا جائے گا۔ کیا تو سونے کے (ان) متفرق ٹکڑوں کو نہیں دیکھتا جو عطاروں اور بقالوں اور قصابوں اور چمڑہ صاف کرنے والوں اور تیل فروخت کرنے والوں اور جھاڑو دینے والوں اور نفیس (یا) ذلیل نجس اور کمتر پیشہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں صبح و شام متداول (ایک ہاتھ سے دوسرے کے ہاتھ میں آنے جانے والے) اور خرچ ہونے والے ہیں۔ پھر وہ (سونے کے ٹکڑے) جمع کیے جاتے پھر وہ "بوتۂ زرگر" میں ڈالے جاتے، پھر ان پر آگ روشن کیے جانے کے سبب وہاں (یہ) پگھل جاتے، پھر وہ (بوتۂ زرگر سے) نکالے جاتے، کوٹے جاتے، نرم کیے جاتے اور (کسی ہیئت و شکل کو اختیار کرنے کے) قابل بنائے جاتے ہیں۔ پھر سانچے میں ڈھالے جاتے، پھر وہ زیور بنائے جاتے ہیں۔ پھر تیار کر دیئے جاتے اور خوشبو لگائے جاتے ہیں۔ پھر بہتر جگہوں اور (محفوظ) مقامات کے مقفل خزانوں اور صندوقوں اور تاریک مقاموں میں رکھے جاتے ہیں۔ پھر (پھر) وہ دلہنوں کو پہنائے جاتے ہیں اور دلہنیں ان سے (آراستہ) و مکرم بنائی جاتی ہیں۔ اور کبھی (ایسا ہوتا ہے) کہ دلہنیں "بڑے بادشاہ" کی ہوتی ہیں۔ اور یہ ٹکڑے (پارہ ہائے طلا) دباعت گروں کے ہاتھ سے گلنے اور کٹنے کے بعد بادشاہ کے پاس اور اس کی مجلس میں منتقل ہوتے ہیں۔ بس تو بھی ایسا ہی ہے۔ (تو) جب تو نے اے مومن! مقدرات الٰہیہ کے جاری ہونے پر صبر کیا اور تمام قضا (و قدر) پر اپنے تمام احوال میں راضی رہا، تو تو اپنے مولیٰ کا دنیا میں مقرب بنایا جائے گا۔ پھر تجھے معرفت اور علم و اسرار کی نعمت دی جائے گی

تیری آرام گاہ آخرت میں انبیاءؑ اور صدیقین اور شہدار اور صالحینؒ کے ساتھ اللہ کے جوار (رحمت) اور (مقام) دادو قرب وانس میں "دارالسلام" (بہشت) ہے۔ پس صبر کر، جلدی نہ کر اور قضا پر راضی رہ۔ اور (حق سبحانہٗ تعالیٰ پر) تہمت نہ رکھ، پس اس کے عفو (بخشش) کی ٹھنڈک اور اس کی معرفت اور لطف و کرم اور اس کے احسان کی حلاوت تجھے پالے گی!

(۲۹)
مقالہ انتیسواں

حدیث: فقر قریب ہے کہ کفر میں ڈالے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (اس) قول میں کہ "فقر قریب ہے کہ کفر کا سبب ہو جائے۔" (آپ نے ارشاد فرمایا) بندہ (اول) اللہ پر ایمان لاتا ہے اور تمام امور کو اللہ ہی کے سپرد کرتا ہے اور سہولت رزق کا یقین اسی (ذات پاک) سے کرتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ جو چیز اس کو پہنچی ہے وہ ایسی نہ تھی کہ اس سے خطا کرتی (اور اسے نہ ملتی) اور جو چیز کہ نہیں پہنچی ہے وہ ایسی نہ تھی کہ اسے پہنچتی اور اعتقاد رکھتا ہے (جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا): "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے (تنگی اور سختی) سے نکلنے کی جگہ کو آسان کر دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا وہ گمان (بھی) نہیں رکھتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل (اور بھروسہ) کرتا ہے بس (اس کے لئے) اللہ (ہر طرح) کافی ہے۔" اور بندہ ان باتوں کو اس حال میں کہتا ہے (جب) کہ وہ حالت (عافیت و) تندرستی میں ہے۔ پھر (جب)

اللہ اسے بلا اور فقر میں مبتلا کرتا ہے، وہ رو رو کر سوال کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اللہ اس سے بلا اور فقر کو دور نہیں کرتا تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول "قریب ہے کہ فقر کفر کا سبب ہوجائے" ثابت ہو جاتا ہے۔ پس جس کے ساتھ اللہ نے تلطف (اور نرمی کا معاملہ) فرمایا اس سے بلا کو دور کر دیا۔ پھر اسے عافیت اور غنا (تونگری) دی۔ اور (اس پر) اسے شکر اور حمد و ثنا کرنے کی توفیق دی۔ (اور) اس عافیت و غنا کو اللہ اس کے لئے موت (کے آنے) تک ہمیشہ (قائم) رکھتا ہے۔ اور (دوسرا وہ شخص ہے کہ) اللہ جس کی آزمائش کا ارادہ کرتا ہے اس شخص پر) اللہ بلا اور فقر کو ہمیشہ رکھتا ہے۔ پھر ایمان کی مدد اس سے منقطع ہو جاتی ہے۔ پھر وہ اعتراض کرنے اور حق سبحانہ تعالیٰ پر تہمت لگانے اور اس کے وعدے پر شک کرنے کے سبب "کافر" ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ سے کافر اور اس کی اور اس کی علامات (ربوبیت و نعمت) سے منکر اور اپنے پروردگار پر ناخوش ہو کر مر جاتا ہے۔ اشارہ فرمایا ہے رسول صلعم نے اسی (حالت) ذکر "بیشک از روئے عذاب لوگوں میں سخت ترین شخص روز قیامت میں وہ ہو گا کہ اللہ نے اس پر محتاجیٔ دنیا اور عذاب آخرت کو جمع کیا۔" ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (وہ ہی غفلت و فراموشی لانے والا فقر ہے جس سے نبی صلعم نے پناہ چاہی ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے کہ اللہ نے اس کی برگزیدگی (عظمت و کرامت) کا ارادہ کیا اور اسے اپنے خواص اور احباب اور دوستوں میں سے بنایا اور اپنے انبیاء کا وارث اور اپنے اولیاء کا سردار اور اپنے بزرگ بندوں اور علما اور حکما میں سے بنایا۔ اور اپنے بندوں کا (اسے) شفیع اور

نگہبان اور ان کا متبوع اور استاد اور مولیٰ کی طرف ان کا رہنما اور ان کو ہدایت کی راہیں بتانے والا اور براہ روی (راہ ہلاکت) سے بچانے والا بنایا۔ اور اس (محترم ہستی) کی طرف صبر کے پہاڑوں کو اور رضا کے سمندروں کو بھیجا اور (ارادۂ پروردگار کے ساتھ) موافقت کرنے اور فعل مولیٰ میں فنا ہونے کی (اسے توفیق دی) پھر اس (برگزیدہ بارگاہ) پر اللہ زیادتِ عطا (و موہبت) فرماتا اور دن اور رات کی (تمام) ساعتوں میں خلوت و جلوت میں کبھی ظاہر میں (اور) کبھی باطن میں طرح طرح کے لطف (و اکرام) اور قسم قسم کے جذبات (کشش) سے اس کی ناز پروردگی فرماتا ہے اور یہ (انعام خاص) اس کے لئے (اس کی) موت کے وقت تک باقی رہتا ہے!۔

(۳۰)
مقالہ تیسواں
صفت صبر اور اس کے فوائد

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تعجب ہے کہ تو اکثر کہا کرتا ہے کہ کون سا کام اور کون سی تدبیر کروں (کہ اپنے مقصد و مراد کو پہنچوں) بس تجھے جواب دیا جاتا ہے کہ اپنی جگہ میں ٹھہر جا اور اپنی حد سے تجاوز نہ کر یہاں تک کہ تیرے پاس کشائش آجائے اس ذات کی طرف سے جس نے اس حال میں کہ جس پر تو ہے، تجھے قیام کا حکم کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: "صبر کرو اور صبر پر غالب رہو اور ربط پیدا کرو اور خدا سے ڈرو" (بس)، اے مومن! تجھے اللہ نے صبر کا حکم دیا ہے، پھر صبر پر مبالغہ کرنے کے لئے امر کیا اور صبر سے ربط پیدا کرنے اور اس کی نگہداشت اور ملازمت

کرنے پر (تجھے تنبیہ) کی (اور) اس کے بعد ان سب کے چھوڑ دینے پر ڈرایا۔ اور
جو وَاتَّقُوا اللّٰہَ، ان کے چھوڑنے میں اللہ سے ڈرو۔ یعنی صبر کو مت چھوڑو۔ اس
لئے کہ خیریت اور سلامتی صبر (ہی) میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:
"ایمان میں صبر ایسا ہی ہے جیسا کہ جسم کے لئے سر ہے"۔ اور (یہ) فرمایا: "ہر ایک
چیز کا ثواب اس کی مقدار (اس کے اندازہ) پر ہے۔ لیکن صبر کا ثواب بے حد اور
بے اندازہ ہے"۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "اس کے سوا (کچھ) نہیں ہے کہ صبر
کرنے والے کامل (طور پر) دیئے جائیں گے اپنا اجر بیشمار"۔ پھر جب تو اپنے صبر
کی حفاظت اور حدود (الٰہیہ) کی محافظت میں خدا سے ڈرا تو پھر اللہ تجھے وہ چیز
پوری پوری دیدیگا جس کا اس نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے۔ اور یہ اسی کا
قول ہے: "جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے (تنگی اور سختی معاش سے) نکلنے
کی جگہ پیدا کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جس کا اسے گمان
(بھی) نہیں ہوتا"۔ (تو کشائش کے آنے تک) اپنے صبر (کرنے) کے سبب۔ تو
متوکلین میں سے ہوا۔ اور اللہ نے تجھ سے کفایت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور (اس
نے) کہا: "جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے بس اللہ اس کے لئے کافی ہے"۔ پھر تو اپنے
صبر و توکل (دونوں صفات) کے ساتھ محسنین میں (شمار) ہوا۔ اور بالتحقیق اللہ
نے تیرے لئے جزا کا وعدہ فرمایا ہے اور (یوں) فرمایا: "اسی طرح ہم احسان کرنے
والوں کو جزا دیتے ہیں"۔ اور اللہ احسان کی وجہ سے تجھے دوست رکھتا ہے۔ اس
لئے کہ اللہ نے فرمایا: "اللہ احسان کرنے والوں کو (اپنا) محبوب بنا لیتا ہے"۔ پس
"صبر" دنیا و آخرت دونوں عالم میں ہر بھلائی اور ہر سلامتی کی اصل ہے۔ اور بندہ

مومن، صبر ہی کے واسطہ (اور وسیلہ) سے رضا اور موافقتِ (مولیٰ) کے مقام تک عروج (و ترقی) کرتاہے۔ پھر اس کے بعد (کیا ہے؟) افعال الہیہ میں فنا ہو جاتا۔ (اور یہ) حالت بدلیت اور غیبوبیت (نابود ہو جانے کی) ہے۔ پس تو اس (مقام) کے چھوٹ جانے سے ڈر (ورنہ) دنیا و آخرت میں شرمندہ ہو گا۔ اور دونوں جہان کی بہتری تجھ سے فوت ہو جائے گی۔

(۳۱)
مقالہ اکتیسواں

خدا کے لئے بغض اور محبت کرنا

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب تو اپنے قلب میں کسی شخص کی محبت یا عداوت پائے تو اس شخص کے اعمال کو کتاب و سنت (کلام اللہ و سنت رسول اللہ) پر پیش کر۔ اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کے مخالف ہوں، تو تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ اپنی موافقت پر خوش ہو (اور ایسے شخص کو بھول جا) اور اگر اس کے اعمال کتاب و سنت میں پسندیدہ ہوں اور (اس کے باوجود) تو اس سے بغض رکھتا ہے تو اس بات سے آگاہ ہو جا کہ تو ہوا (نفس) کا پابند ہے۔ اور اپنی خواہش (نفسانیت) سے تو اسے دشمن جانتا ہے۔ اور اس سے بغض رکھنے کے سبب تو اس پر ظلم کرنیوالا اور اللہ عزوجل اور اس کے رسولؐ کا نافرمان اور ان سے مخالفت کرنے والا ہے تو بس تو اس کے ساتھ بغض رکھنے سے اللہ کی طرف توبہ کر اور اللہ سے اس کی محبت کا اور اس کے سوا اللہ کے (تمام) دوستوں اور اس سے محبت رکھنے والوں اور اس کے برگزیدہ اور صالح بندوں (کی محبت) کا سوال کر۔ اور چاہیئے کہ اس

سے محبت رکھنے میں تیری موافقت اللہ کے ساتھ ہو جائے۔ اور اس طرح تو ذرا اس شخص کی جانچ کر جس سے تو محبت رکھتا ہے یعنی کتاب و سنت پر اس کے عمل کو پیش کر۔ اگر اس کے اعمال کتاب و سنت میں محبوب ہوں، تو بھی اس سے محبت کر۔ اور اگر اس کے اعمال (کتاب و سنت) میں مبغوض ہوں، تو بھی اسے دشمن جان تاکہ تو اسے اپنی ہوا (خواہش نفس) سے دوست اور دشمن رکھنے والا نہ ہو۔ اور بیشک تجھے اپنی خواہش نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "خواہش نفس کا اتباع نہ کر، پھر یہ (پیروی خواہش نفس) تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دے گی"۔

(۳۲)
مقالہ بتیسواں
محبت الٰہی میں شرکت نہیں

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تعجب ہے کہ تو اکثر کہتا ہے کہ جس شخص کو میں دوست رکھتا ہوں اس کے ساتھ میری محبت کو دوام نہیں ہوتا بلکہ ہمارے مابین کوئی مانع لایا جاتا (اور جدائی ڈال دی جاتی) ہے (اور یہ جدائی) یا غائب ہونے سے یا مرنے یا باہم دشمنی (واقع) ہو جانے سے ہوتی ہے۔ اور اموال کے اقسام میں (جدائی واقع ہوتی ہے یا تو) مال کے ہلاک (و ضائع) ہونے سے یا (مال کے) ہاتھ سے گذر جانے سے (تو اس کے متعلق) تجھ سے کہا جاتا ہے۔ اے حق کے محبوب اور اے اللہ کے عنایت (و نعمت) یافتہ اللہ (ہی) کے لئے، اور اللہ کی غیرت کیا گیا (تیرے لئے) کیا تو (اس بات کو) نہیں جانتا کہ اللہ عزوجل غیور ہے۔ من

نے تجھے اپنے لئے (ہی) پیدا کیا ہے اور تو ارادہ کرتا ہے کہ اس کے غیر کے لئے ہو جائے! کیا تو نے اللہ کا قول نہیں سنا: "اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں"۔ اور (کیا) اس کا یہ فرمان (نہیں سنا): "میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ (معرفت حق حاصل کریں) کیا تو نے قول رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سنا کہ جب اللہ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو اسے بلا میں ڈالتا ہے۔ پھر اگر (اس نے) صبر کیا تو اسے "ذخیرہ بناتا ہے"۔ (صحابائے کرام ؓ نے) کہا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! "ذخیرہ بنانے" کے کیا معنی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا اپنے کسی بندہ کو "ذخیرہ بنانا" ایسا ہے کہ) اس (بندہ) کے لئے (اللہ) نہ مال (باقی) چھوڑتا ہے نہ اولاد۔ اور یہ (مال واولاد کا اس کے پاس نہ چھوڑنا) اس لئے ہے کہ اگر اس کے پاس مال و اولاد ہوگی (تو) وہ ان سے محبت کرنے لگے گا۔ پھر خدا کے لئے اس کی محبت شاخ در شاخ ہو جائے گی۔ پھر (کمال) محبت (مولیٰ) میں نقصان (قصور) آجائے گا اور محبت (کے) ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ پھر (اس کی) محبت (مولیٰ) اللہ اور اس کے غیر کے مابین مشترک پائی جائے گی۔ اور اللہ "شریک" کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ غیور اور ہر شے پر غالب اور ہر شے کو مغلوب کر دینے والا ہے۔ پھر وہ اپنے "شریک" کو ہلاک اور معدوم کر دیتا ہے تاکہ اپنے بندہ کے قلب کو "شریک" سے خاص اپنے لئے پاک کر لے (اب) اس وقت اس کے قول یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں) کے معنی (بندہ پر صادق آتے ہیں) اور (اللہ عزوجل کا یہ فرمانا، اس کے حق میں) ثابت

ہوجاتا ہے۔ حتیٰ کہ جب (بندہ کا) قلب تمام انبار الٰہی اور "شر یکوں" (یعنی) بی بی، بچوں، مال (و دولت) لذات و شہوات اور حکومت و ریاست، کرامت و حالت اور منازل و مقامات اور "جنات" "درجات" اور "قربات" کی طلب (سب) سے پاک ہوگیا (تو) پھر (اس) قلب میں نہ کوئی ارادہ باقی رہتا ہے نہ کوئی آرزو (باقی رہتی ہے) اور (اب یہ) قلب (صافی) اس سوراخ دار برتن کی طرح ہوگیا جس میں کوئی بہنے والی چیز نہیں ٹھہرتی۔ اس لئے کہ وہ (قلب) اللہ کے فعل سے ٹوٹ چکا ہے۔ جب کوئی ارادہ اس میں پیدا ہوا، اللہ کی غیرت اور (اس کے) فعل نے (وہیں) اسے توڑ دیا (بس اب اس) قلب کے آس پاس عظمت و جبروت اور ہیبت الہیہ کے پردے ڈالے جاتے ہیں (اور اس کی) سطوت و کبریائی کی خندقیں بنائی جاتی ہیں۔ پھر اشیاء میں سے کسی شے کا (بھی کوئی) ارادہ قلب کی طرف راستہ نہیں پاتا۔ پھر اس وقت (یہ حال ہوجاتا ہے کہ) سامان (دنیوی) مال، اہل و عیال (احباب و) اصحاب اور سامان (دینی) کرامات اور حکم اور عبارات (اس) قلب میں ضرر (اور خلل) نہیں لاتے۔ کیونکہ (اب حالت یہ ہے کہ) یہ سب چیزیں قلب سے باہر رہتی ہیں۔ پھر (اب) اللہ (ان چیزوں کے بندہ کے پاس ہونے کے سبب) غیرت نہیں کرتا بلکہ یہ تمام سامان (اس حالت میں) اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندہ کے لئے لطف و کرامت اور اس کے پاس آنے والوں کے لئے نعمت و رزق اور منفعت (کا سبب) ہوتے ہیں۔ پھر ان ہی (اسباب) سے وارد ین کی تعظیم (و مدارات) کی جاتی ہے۔ اور خدا کے نزدیک اس (بندہ) کی (جو) کرامت (اور قبولیت) ہے (اس) کی وجہ سے

واردین پر رحمت ہوتی اور ان کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور یہ (بندۂ خاص) ان (واردین ومحبین) کا نگہبان اور کوتوال اور پشت پناہ اور بچاؤ اور دنیا وآخرت میں ان کا شفیع ہو جاتا ہے۔

(۳۳)
مقالہ تینتیسواں
لوگوں کی تقسیم اور تعریف

فرمایا (رضی اللہ عنہ) لوگ چار قسم کے ہیں۔ ایک وہ شخص جس کے لئے نہ زبان ہے، نہ دل ہے۔ اور یہ عامی، غافل اور ذلیل (شخص) ہے۔ اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس (شخص) میں کوئی بھلائی نہیں ہے (یہ) بھوسی کی مثل ہے ایسے لوگوں کا کوئی وزن نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ انہیں اپنی رحمت میں شامل کرلے اور ان کے قلوب کو اپنے ایمان کی ہدایت دے اور ان کے اعضاء کو اپنی طاعت (وعبادت) میں حرکت دے۔ بس تو (ان لوگوں) میں ہو جانے سے احتراز کر اور ان میں پناہ نہ لے اور ان سے خوف نہ کر اور ان میں کھڑا نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ لوگ عذاب وغضب وناراضی الٰہی کے اہل (ہیں) اور نار (دوزخ) میں رہنے والے ناری ہیں۔ ہم ان (لوگوں) میں ہو جانے سے اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ لیکن یہ کہ تو عالمانِ باللہ (اللہ کے جاننے والوں) اور معلمین خیر (نیکی کے سکھانے والوں) اور دین کے ہادیوں، اور دین کی دعوت دینے والوں اور دین کی طرف لے آنے والوں میں سے (اگر) ہو تو (پھر) ایسے (عامی) لوگوں کی صحبت اختیار کر۔ ان کے پاس آ اور انہیں طاعت الٰہی کی

دعوت دے اور انہیں اللہ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرا۔ اگر تو ایسا کریگا تو پھر اللہ کے نزدیک "مجید" (بڑا مجاہدہ کرنے والا) ہوگا۔ اور تجھے رسولوں اور نبیوں کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین مولیٰ علی (علیہ السلام) سے فرمایا: "البتہ تمہاری ہدایت سے اللہ تعالیٰ کا ایک شخص کو (بھی) مقصود تک پہنچا دینا تمہارے لئے (ہر) اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب (نے) طلوع کیا ہے۔ دوسرا شخص (وہ ہے) جس کے لئے زبان ہے، دل نہیں، اور وہ حکمت (نصیحت کی باتیں) کرتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کو (تو) اللہ کی طرف بلاتا ہے مگر خود اللہ سے بھاگتا ہے۔ دوسروں کے عیب کو برا بتلاتا ہے اور خود اسی (عیب) کے مثل پر ہمیشہ رہتا ہے۔ وہ لوگوں پر (تو) اظہار پارسائی کرتا ہے مگر بڑے گناہوں کے ساتھ (خود) اللہ سے لڑتا ہے (یہ شخص) جب تنہائی میں ہوا تو گویا وہ بھیڑ کے اندر ایک بھیڑیا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈرایا اور (یہ) فرمایا ہے: "(سب سے) زیادہ ڈر کی بات جس سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں "علماء السوء" (برے عالم) ہیں۔" ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پس ایسے شخص سے دور رہ اور جلدی بھاگ تاکہ اس کی زبان کی لذت تجھے لبھا نہ لے (اور) پھر اس کے گناہ کی آگ تجھے جلا دے۔ اور تو اس کے باطن اور اس کے قلب کی گندگی تجھے مار دے۔ تیسرا شخص وہ ہے جس کے لئے دل ہے، زبان نہیں ہے۔ اور یہ (شخص) "مومن" ہے۔ اللہ نے اسے اپنی مخلوق سے چھپایا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دیا ہے۔ اسے اس کے عیوب

نفس کی بصیرت (اور سمجھ) دی اور اس کے قلب کو "نورانی" کر دیا ہے۔ اور اسے اختلاطِ مردم کی سختیوں (اور خرابیوں) اور گفتار (وگویائیِ عبث) کی برائی سے (آگاہ اور) شناسا کیا ہے۔ اور اسے یقین ہو چکا ہے کہ سلامتی، خاموشی اور گوشہ نشینی (ہی) میں ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو خاموش رہا اس نے (آفات سے) نجات پائی"۔ اور جیسا کہ (آپؐ نے) یہ فرمایا: "عبادت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے (ایک) خاموشی میں ہیں"۔ پس یہ شخص اللہ کے (ساتھ اپنے) بھید میں (جو یہ اللہ سے رکھتا ہے) اللہ کا "ولی" ہے (اور) سلامتی والا صاحبِ عقل کثیر، مقرب خدا (اور ایک) نعمت یافتہ ہے۔ پس بہتری، تمام بہتری اس کے پاس ہے۔ پس تو ایسے شخص کو لازم پکڑ۔ اس کی مصاحبت (و دوستی) اور (اس سے) اختلاط اور اس کی خدمت کو (اپنے لئے) لازم جان اور جو حاجتیں اسے عارض ہوں ان کے پورا کرنے سے اور اس کو ایسی چیزیں پہنچا کر جس سے وہ فائدہ پائے اس کے ساتھ دوستی کر۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ ان کی برکت (صحبت کی بدولت) اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور تجھے برگزیدہ بنا دے گا اور تجھے اپنے احباب اور نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کرے گا۔ چوتھا شخص وہ ہے کہ "عالم ملکوت" میں بزرگی کے ساتھ پکارا گیا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "جس نے علم کو سیکھا اور اس پر عمل کیا اور (دوسروں کو سکھایا)، اسے عالم ملکوت میں بزرگ (کے نام سے) پکارا جائے گا (جو) اللہ کو اور اس کی آیات کو جاننے والا (عالم) ہے"۔ اور اس کا قلب "نوادر" (اور) "علوم الہیہ" کا امانت دار بنایا گیا ہے۔ اور اللہ نے اسے

ایسے بھیدوں پر آگاہ کیا ہے جن (بھیدوں) کو اللہ نے اپنے غیر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اللہ نے اسے "برگزیدہ" اور "مقبول" بنایا اور اسے اپنی طرف کھینچا اور بلند کیا اور ہدایت کی اور اس کے سینہ کو (اپنے) علوم و اسرار کے قبول کرنے کے لئے کھول دیا اور اسے پرکھنے والا اور بندوں کو (نیکی) کی طرف دعوت دینے والا اور ان کو (برائی) سے ڈرانے والا اور ان کے درمیان دلیل (اور) راہ یافتہ اور راہِ (حق) دکھانے والا شافع و مشفع (سفارش کرنے والا، سفارش قبول کیا گیا) صادق و مصدق (راست باز و معتبر) اور اپنے نبیوں و رسولوں کا خلیفہ (نائب) بنایا۔ ان پر اللہ کے درود اور ہدیہ (سلام) اور برکتیں نازل ہوں! بس یہ ہی شخص بنی آدم میں (مقصد پیدائش انسان کی) غایت اور انتہا ہے (اس شخص کے) مرتبہ پر نبوت کے سوا کوئی اور مرتبہ نہیں ہے۔ بس ایسے شخص (کی محبت کو) لازم پکڑ۔ بس ایسے شخص کی مخالفت کرنے اور اس سے بھاگنے اور اس کے ساتھ عداوت رکھنے سے ڈر۔ اور اس سے (ہدایت و ارشاد کو) قبول نہ کرنے اور اس کے قول و نصیحت کی طرف رجوع نہ کرنے سے احتراز کر (یہ) اس لئے کہ (تیرے واسطے) سلامتی اس کے پاس ہے اور اس (چیز) میں ہے جسے وہ رکھتا ہے۔ اور ہلاکی اور گمراہی (تیرے لئے) اس کے غیر کے پاس ہے۔ الا (یہ کہ) اللہ جسے توفیق دے اور اسے راستی اور رحمت کے ساتھ مدد دے۔ پس میں نے تیرے لئے لوگوں کی تقسیم کر دی ہے۔ اب اپنے جی میں سوچ لے، اگر تو سوچنے والا ہے۔ اور اپنے نفس کو بچا لے اگر بچانے والا ہے اور اس پر مہربان ہے۔ اللہ ہمیں اور تمہیں ہدایت کرے اس چیز کے لئے جس کو وہ پسند فرماتا اور دنیا و آخرت میں جس سے راضی ہوتا ہو

(۳۴)
مقالہ چونتیسواں
اللہ تعالیٰ پر ناخوش نہ ہونیکی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تیرا اپنے پروردگار عزوجل سے ناخوش ہونا اور تیرا اس پر تہمت لگانا اور (اس پر) اعتراض کرنا اور اس کی طرف ظلم کی نسبت کرنی، اور تجھے رزق دینے اور مالدار بنانے اور بلا اور سختیوں کو (تجھ سے) دور کرنے میں (جو) تاخیر (ہو، اس) کو تیرا اللہ کی طرف منسوب کردینا بڑا ہی (ماجرائے) تعجب ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ہر مدت کے لئے ایک نوشتہ ہے، اور ہر بلا اور سختی کے لئے ایک غایت اور انتہا اور آخر ہے۔ جو (غایت و انتہا و آخر) نہ آگے آتا ہے اور نہ پیچھے ہٹتا ہے اور بلا کے اوقات نہیں بدلتے (اس طرح) کہ بلائیں عافیت ہوجائیں۔ اور سختی کا وقت (بدل کر) وقت نعمت نہیں ہوتا۔ اور حالت فقر (حالتِ) غنا سے نہیں بدلتی۔ (بس) بہتر ادب کو (نگاہ رکھ) اور خاموشی کو اور صبر و رضا اور اپنے پروردگار کے ساتھ موافقت کو لازم پکڑ۔ اور اس پر ناراض ہونے اور اس کے فعل پر تہمت لگانے سے توبہ کر۔ (کیونکہ) وہاں (یعنی درگاہ الٰہی میں بندہ سے انتقام) پورا لینا اور (بے قصور و بے گناہ (کسی سے) بدلہ لینا (مثل اقتضائے) طبیعت مخلوق کے نہیں ہے۔ جس طرح کہ (سزائے بے گناہ) حق عبد میں بعضوں کے لئے بعض میں ہوا کرتی ہے۔ (بلکہ) اللہ عزوجل ازل سے (بے ہمتا) ہے۔ تمام اشیاء سے اول ہے۔ تمام چیزوں اور چیزوں کی تمام مصلحتوں اور خرابیوں کو اس نے پیدا کیا۔ پھر تمام اشیاء کی ابتداء اور انتہا کو اور ہر شے کے گذرنے اور اس کے انجام کو جان لیا ہے اور وہ (حق

عزوجل اپنے فعل میں حکیم و دانا ہے اور اپنی صنعت کو مضبوط بنانے والا ہے۔ وہ کوئی کام عبث نہیں کرتا اور اس کے افعال آپس میں معارض نہیں" اور (وہ) نہیں پیدا کرتا باطل کو کھیل سے"! اور جائز نہیں ہے اس کی طرف عیب و نقصان کی نسبت کرنی۔ اور روا نہیں ہے اس کے افعال میں سرزنش کرنی۔ بس کشائش کا انتظار کر، اگر تو عاجز ہو گیا ہے اس کی (مرضی سے) موافقت کرنے اور اس پر راضی رہنے اور اس کے فعل میں فنا ہونے سے اس وقت تک (انتظار کر) کہ" نوشتۂ تقدیر اپنی مدت کو پہنچ جائے"۔ اور پھر زمانے کے گذرنے اور مدت کے پورا ہو جانے سے (تیری) حالت موجودہ اس کی ضد سے بدل جائے۔ (تکلیف راحت ہو جائے) جیسے کہ سردی گذر جاتی اور گرمی ظاہر ہوتی ہے۔ رات (چلی) جاتی ہے اور دن روشن ہوتا ہے۔ اور (اگر) تو نے دن کے ضیا اور نور کو رات کے شروع میں طلب کیا تو یہ تجھے ہرگز نہ دیا جائے گا بلکہ ظلمت شب میں زیادتی ہوتی رہے گی یہاں تک کہ تاریکی (شب) اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور طلوعِ فجر ہو، اور صبح صادق ہو (اس وقت) دن اپنی روشنی کو پھیلائے گا اور تو خواہ دن کو طلب کرے اور خواہ تو دن کا ارادہ کرے یا خاموش رہے اور (دن کا آجانا) برا جانے۔ اس وقت (یعنی دن ہو جانے کے بعد) اگر تو رات کی واپسی کا خواستگار ہوا، تو تیری دعا قبول نہیں کی جائے گی اور تجھے (رات) نہیں دی جائے گی۔ اس لئے کہ تو نے (ایک) چیز کو اس کے غیر وقت میں طلب کیا۔ پھر تو افسوس کرنے والا مقصود سے برگشتہ (عاجز) ناخوش اور شرمندہ ہو کر رہے گا۔ پس ان سب (باتوں) کو چھوڑ دے اور موافقتِ حق کو اور اپنے مولیٰ کے ساتھ حسن ظن کو اور صبر جمیل کو مضبوطی سے پکڑ لے۔ پھر جو چیز کہ تیرا حصہ

ہے، اس کو تجھ سے چھینا نہ جائے گا اور جو چیز کہ تیرے لئے نہیں ہے وہ تجھے دی نہ جائے گی۔ مجھے میری زندگی کی قسم کہ تو از روئے طاعت وعبادت اور بجاآوری امر الٰہی اور دعا اور تضرع کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارتا اور اس کی طرف (اپنی) عاجزی (کو پیش) کرتا ہے (تو) قول الٰہی میں (اب تیرے لئے یہ امر ہے): "دعا کرو مجھ سے کہ میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور یہ فرمان (ہے): "اللہ سے مانگو، اس کے فضل کو" اور ان دو آیتوں کے علاوہ (بھی اس سے مانگنے کا حکم) اور آیات واخبار سے ثابت ہے (بس) تو اس سے دعا کرتا ہے اور وہ تیرے لئے (اس دعا کو) اس کے وقت اور مدت کے آجانے پر قبول فرماتا ہے جس وقت کہ اس نے ارادہ کیا اور چاہا (بشرطیکہ) اس (قبولیت دعا) میں تیرے لئے دنیا وآخرت کی (کوئی) مصلحت ہو، یا اجابت (دعا) کے ساتھ اس کی قضا (تقدیر) یا انتہائے مدت موافق ہو۔ بس تو خدا پر تاخیر اجابت دعا کی تہمت نہ رکھ اور دعا کرنے سے عاجز نہ ہو جا کیونکہ اگر تو نے (دعا سے) نفع حاصل نہ کیا تو نقصان (بھی) نہ پایا۔ اگر تیری دعا (اللہ نے) دنیا میں قبول نہ فرمائی تو (اس کا) ثواب آخرت میں تجھے (ضرور) دے گا۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "بندہ اپنے نامۂ اعمال میں قیامت کے دن ایسی نیکیاں دیکھے گا کہ انہیں نہ پہچانے گا۔ پھر (اس سے) کہا جائے گا کہ یہ نیکیاں بدلہ تیرے (ان) سوالوں کا ہیں (جو تو نے دنیا میں کئے تھے) اور دنیا میں ان کا پورا کرنا مقدر نہیں کیا گیا تھا" یا جیسا کہ وارد ہوا ہے: پھر ادنیٰ حال تیرا (دعا کے وقت یہ ہے) کہ تو اپنے رب کا ذاکر ہے اور اس کو یکتا جان کر اسی سے مانگتا ہے اس کے غیر سے نہیں مانگتا (اور)

اس کے غیر کے پاس اپنی حاجت کو نہیں لے جاتا۔" (بس) تو اپنے رات اور دن کے تمام اوقات میں اور اپنی صحت و بیماری میں، محنت و نعمت میں، تنگی و فراخی میں دو حالت کے درمیان ہے۔ (ایک حالت یہ ہے) کہ یا تو تُو دعا اور سوال کرنے سے رک جائے گا اور قضا پر راضی اور اللہ عزوجل کے فعل کے ساتھ موافق اور وابستہ رہے گا۔ جیسے کہ مردہ نہلانے والے کے سامنے اور طفل شیر خوار دایہ کے ہاتھ میں اور گیند چوگان سوار کے سامنے۔ جسے وہ چوگان سے پھراتا ہے۔ بس (اس حال میں) تقدیر جس طرح چاہے گی تجھے پھرائے گی۔ اگر نعمت (مقدر) ہے تو تیرا کام ثنا اور شکر کرنا ہے اور اللہ عزوجل کی طرف سے تجھ پر زیادت عطا (وبخشش) کا فرمایا جانا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا: "اگر تم شکر کروگے تو البتہ ہم زیادہ کریں گے تمہارے لئے۔" (نعمتوں کو)۔ اور اگر (تیرے لئے) سختی مقدر ہے تو پھر (تیرا دعا و سوال سے رک جانا) اس کی توفیق سے بلا پر صبر کرنا اور (ارادۂ الٰہیہ کیساتھ) تیرا موافقت (اختیار) کرنا ہی اور اس (صبر و موافقت پر تجھے) ثابت (قدم و مضبوط) رکھنا اور (تجھے) مدد دینی اور مغفرت و رحمت (تیری لئے) فرمانی (یہ) اسی کی طرف سے ہے، اور اسی کے فضل سے ہے جیسے کہ بزرگ و برتر (پیارے) کہنے والے نے فرمایا ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے۔" یعنی (صابرین کی) مدد کرتے اور (انہیں) صبر پر قائم (اور مضبوط) رکھنے میں (ان کے ساتھ ہے) اور جیسا کہ فرمایا اللہ عزوجل نے: "اگر تم اللہ کی مدد کروگے (اس کی مرضیات کی موافقت کروگے تو) اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدموں کو (صبر و موافقت میں) ثابت رکھے گا۔" یعنی جب تو اعتراض کو اور اللہ کے فعل پر اپنی ناخوشی کو چھوڑتے ہوئے، اپنی خواہش کی مخالفت

کرنے میں (مرضیات الہیہ کی موافقت، اور اس طرح) اللہ کی مدد کرے گا اور (جب تو) اللہ کے لئے اپنے نفس کا دشمن اور اس پر تیغ زن ہوا اور نفس جس وقت کہ کفر و شرک کی طرف حرکت کرے (اس وقت) اپنے صبر اور اپنے پروردگار سے موافقت کرنے اور اس کے فعل اور وعدہ پر طمانیت کرنے اور راضی رہنے کے ساتھ (اگر) تو نے نفس کے سر کو کاٹ دیا تو اس (جہاد) میں اللہ تیرا معین و مددگار ہوگا اور رہا (تیرے لئے نزول) صلوٰۃ و رحمت، سو (اس کی نسبت) اللہ کا قول ہے: بشارت دیجئے یا رسول اللہ (صلعم) صبر کرنے والوں کو (یہ ہی لوگ ہیں) کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں، بیشک ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ ہی لوگ ہیں کہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوٰۃ (ترقی درجات) اور رحمت ہے۔ اور یہ ہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔" دوسری حالت یہ ہے کہ تو اپنے رب کو بڑا جان کر اس کے حکم (اپنے رب کو پکارو" کی بجا آوری کے لئے) دعا اور عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے تضرع و زاری کرے گا اور اپنے پروردگار کو پکارتا (یہ) "شئے کو اس کے (ٹھیک) محل پر رکھنا ہے" اس واسطے کے خدا نے تجھے اس سے سوال کرنے اور اسکی طرف رجوع لانے کے لئے حکم کیا ہے اور اس سوال کو تیرے لئے استراحت اور تیری طرف سے اپنی جانب رسول بنایا ہے اور (اسے) اپنی ملاقات کا سبب (اور وسیلہ) ٹھہرایا ہے (اس) شرط کے ساتھ کہ قبولیت (دعا) میں تاخیر ہونے کے سبب تو خدا پر تہمت نہ لگائے اور ناخوش ہونے کو ترک کردے (بس، تو (سوال و سکوت) ان دونوں حالتوں کے فرق کا

اندازہ کر (اس طرح کہ ادب و مناسبت حال تیرے لئے سکوت میں ہے
یا سوال کرنے میں) اور ان دونوں (حالتوں) کی حد سے آگے نہ بڑھ کیونکہ
یہاں (مقام تقرب و تعبد میں ان دو حالتوں کے سوا) کوئی اور حالت
نہیں ہے بس تو (اس بات سے) ڈر، کہ (کہیں) تو حد سے تجاوز کرنیوالے
ظالموں سے ہو جائے (اگر ایسا ہوا) تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا اور پرواہ
نہیں کرے گا۔ جیسے کہ ان (لوگوں) کو ہلاک کیا جو امم سابقہ سے گذرے ہیں
(اور) دنیا میں (ان پر) اپنی بلا کو سخت کرنے کے ساتھ اور آخرت میں (ان
پر) دردناک عذاب کے ساتھ (وہ ہلاک کئے گئے) اللہ بزرگ و برتر و
پاک ہے۔ اے میرے حال کے جاننے والے! میرا بھروسہ تجھ ہی پر ہے!

(۳۵)
مقالہ پینتیسواں
تقویٰ اختیار نہ کرنیسے ہلاکت ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تجھ پر ورع (پرہیزگاری) کو اختیار کرنا لازم ہے
ورنہ ہلاکی کی رسی کا پھندا تجھ سے لپٹا ہوا ہے، جب تک خدا اپنی رحمت سے
ڈھانک نہ لے کبھی تو اس (پھندے) سے نجات نہ پائے گا۔ بیشک حدیث
مروی سے ثابت ہو چکا کہ "ورع دین کی اصل ہے اور طمع دین کی ہلاکت ہے"
اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ "جو شخص سلطانی چراگاہ کے آس پاس پھرے
قریب ہے کہ اس میں جا پڑے، جیسے کہ کھیتی کے پاس پاس چرنے والے چوپایہ
(جانور) نزدیک ہے کہ اپنے منہ کو کھیت کی طرف دراز کر دے۔ ور

ناممکن ہے کہ اس (کے منہ) سے زراعت سلامت رہے"۔ اور تحقیق فرمایا (امیر المومنین) حضرت عمرؓ نے کہ "ہم (محلِ شبہ میں) حلال کی دس (چیزوں) سے نو۹ کو حرام میں پڑ جانے کے خوف سے چھوڑ دیتے تھے"۔ اور (امیر المومنین) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ "ہم مباح کے ستر دروازے گناہ میں گر جانے کے خوف سے چھوڑ دیا کرتے تھے"۔ ان حضرات نے (یہ احتیاط) گناہ کی قربت سے بچنے کے لئے کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر عمل فرمایا کہ: "آگاہ ہو جاؤ کہ ہر بادشاہ کے لئے ایک چراگاہ خاص ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کے محارم (اس کی حرام کی ہوئی چیزیں) ہیں پھر جو شخص کہ اس چراگاہ کے اردگرد پھرے گا، قریب ہے کہ اس میں جا پڑے"۔ بس جو شخص کہ بادشاہ کی پناہ گاہ میں داخل ہوا، پھر دروازہ اوّل پھر دوسرے اور پھر تیسرے دروازے سے گذرا یہاں تک کہ بادشاہ کی چوکھٹ کے قریب ہوا (تو یہ شخص) اس شخص سے بہتر ہے جو میدان سے متصل "پہلے دروازہ پر" کھڑا ہے۔ اس لئے کہ اگر (اس پر) در بند کر دیا جائے۔ تو (در کا بند ہونا) اسے (کوئی) ضرر نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ قصرِ شاہی کے دروازوں (میں) سے دو در کے بعد ہے اور اس کے پاس شاہی خزانہ اور شاہی لشکر ہے۔ لیکن ہاں اگر (وہ) پہلے دروازہ پر ہوتا اور اس پر یہ دروازہ بند کر دیا جاتا تو وہ میدان میں تنہا رہ جاتا اور اسے دشمن اور بھیڑیئے پکڑ لیتے۔ پھر وہ "ان لوگوں سے ہو جاتا جو ہلاک ہونے والے ہیں"۔ بس اسی طرح وہ شخص ہے جو "عزیمت" (پرہیز گاری کے راستے) پر چلا۔

سے مضبوط پکڑا۔ اگر اس شخص سے توفیق اور نگہداشت کی مدد سلب کر
اور اس سے جدا ہو گئی تو وہ (عزیمت کی بجائے) "رخصت" پر رہا اور
حدِ شریعت سے نہ نکلا۔ پھر جب (اس حالت میں) اسے موت آئے گی تو
طاعت و عبادت پر رہے گا اور اس کے "عمل صالح" کی گواہی دی جائے
۔ اور جو شخص "رخصت" پر (ہی ہمیشہ) قائم رہا اور "عزیمت" کی طرف نہ
بڑھا، اگر اس سے توفیق سلب کر لی جائے اور اللہ کی امداد اس سے منقطع
کر دی جائے اور اس پر ہوا اور شہوات نفس غالب آجائے اور (خواہش سے)
وہ حرام کو لے لینے کا مرتکب ہوا تو وہ (حدِ) شرع سے خارج ہو جائے گا
پھر (وہ) اللہ کے دشمن گمراہ شیاطین کے گروہ میں ہو جائے گا۔ اور پھر
اگر توبہ سے قبل اسے موت آجائے تو وہ ہلاک ہونے والوں میں (شمار) ہوگا۔
مگر یہ کہ اللہ اپنے فضل اور رحمت میں اسے چھپالے پس (یاد رکھ کہ) "خطرہ" پورا
خطرہ "رخصت" پر قائم رہنے میں ہے اور سلامتی، پوری سلامتی "عزیمت" کے
ساتھ قائم رہنے میں ہے۔

۳۶
مقالہ چھتیسواں

دین داری کو اصل اور دنیا داری کو نفع ٹھہرانیکی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) آخرت (کے کاموں) کو اپنا "راس المال" (سرمایہ) بنا اور
(کاروبار) دنیا کو اس کا "نفع" (جان) پہلے تو اپنے وقت کو آخرت کے حاصل کرنے میں
صرف کر، پھر اگر تیرے زمانہ سے کچھ وقت بچے تو اسے دنیا سے اپنے رزق، کسب

معاش کرنے میں صرف کر۔ دنیا کو اپنا "راس المال" اور آخرت کو اس کا "نفع" نہ بنا اور (یہ مت کرکہ) اگر زمانے سے کچھ وقت بچے تو اسے تو کار آخرت میں صرف کرے (اور کار آخرت بھی اس طور پر کر) نماز پنجگانہ کو اس (کار دنیا سے بچے کھچے وقت میں (اس طرح) ادا کرے کہ ارکان (نماز) گرے ہوئے (ہوں) اور واجبات ایک دوسرے کے مخالف اور ارکان رکوع اور سجود کے درمیان طمانیت نہ بغیر (تو) یکبارگی نمازوں کو ڈال دے۔ یا دیہ کرے کہ جب) تجھے سختی اور درماندگی لاحق ہو اور (تو) کل نمازوں کو قضا (یا ادا کئے) بغیر رات کو مردہ (کی طرح پڑکر) سو جائے اور دن کو (کار آخرت سے بے پرواور) بے کار (اپنے) نفس اور ہوا اور شیطان کا تابعدار اور عوض دنیا آخرت کو فروخت کرنے والا، نفس کا بندہ اور (نفس کے لئے اس) کی سواری کا مرکب (بنے)۔ (حال آنکہ) نفس کے مغلوب کرنے، اس پر سوار رہنے اور اسے تہذیب سکھانے اور ریاضت (ومشقت میں ڈال کر) اسے سلامتی کے راستوں میں چلانے کا تجھے حکم کیا گیا ہے۔ اور یہ (راہیں) آخرت اور مالک نفس کی طاعت کی راہیں ہیں مگر پھر تو نے نفس پر اس کی تابعداری کو قبول کرنے کے سبب ظلم کیا۔ اور (طاعت مولیٰ کے راستہ پر اسے نہ ڈالکر یہ کیا کہ تو نے) اس کی باگ اسی کو سونپ دی اور اس کی لذات وشہوات میں اس کی پیروی کی اور اس سے اور اس کے شیطان سے اور اس کی خواہشات سے تو نے موافقت کی (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) تجھ سے دنیا وآخرت کی بھلائی گم ہوگئی اور تو نے (اپنے) دین ودنیا کو نقصان کیا۔ پھر تو قیامت میں (عمل خیر کے حساب سے) زیادہ مفلس اور از روئے دین (اور) لوگوں سے زیادہ نقصان یافتہ ہوکر آیا۔ حالانکہ تو نے دنیا میں (بھی

پیروی نفس کے سبب اپنے مقسوم سے زیادہ حاصل نہیں کیا۔ اور اگر تو نفس کو آخرت
کے راستے پر چلاتا اور آخرت کو اپنا راس المال بناتا تو تو دنیا و آخرت (دونوں)
سے نفع حاصل کرتا اور تیرا مقسوم دنیا کا (تیرے لئے) مبارک باد اور رچتا بچتا
ہو کر تجھے حاصل ہوتا، اس حالت کے ساتھ کہ تو "محفوظ" اور "مکرم" ہوتا۔ جیسا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ دنیا کو آخرت کی نیت پر دے دیتا
ہے، اور آخرت کو دنیا کی نیت پر نہیں دیتا۔" اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ نیت آخرت
(تو) وہی اللہ کی عبادت ہے اور اس لئے (بھی) کہ "نیت" (ہر) عبادت کی روح اور
ذات ہے۔ پھر اگر تو ترک دنیا اور طلب آخرت کے ساتھ اللہ کی فرماں برداری کرتا
تو تو خاصان خدا سے اور اس کے اہل محبت و اہل طاعت سے ہو جاتا۔ اور تجھے (وہ)
"آخرت" حاصل ہوتی جو بہشت اور خدا کی قربت ہے اور دنیا تیری خدمت کرتی پھر
تجھے وہ حصہ جو دنیا سے تیرے لئے اللہ نے مقدر کیا ہے، پورا دیتا کیونکہ تمام چیزیں
اپنے خالق اور مالک کی تابع (فرمان) ہیں اور وہ (مالک الکل) اللہ ہے۔ اور اگر تو
دنیا میں مشغول ہوا اور آخرت سے اعراض کیا تو پروردگار تجھ پر غصے ہوگا اور (تو
دیکھے گا کہ) آخرت تجھ سے فوت ہو گئی اور دنیا نے تیری نافرمانی کی اور تجھے تیرا حصہ
پہنچانے میں غضب الٰہی کے سبب سختی اور دشواری میں ڈال دیا۔ اس لئے کہ دنیا خدا
کی مخلوق ہے جو (شخص بھی) اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، دنیا اسے ذلیل کرتی ہے اور
جو فرماں برداری کرتا ہے، اسے عزت دیتی ہے۔ پس اس وقت ثابت ہو جاتا ہے
(یہ) قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا: "دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں۔ اگر تو دونوں
میں سے ایک کو راضی رکھے گا تو دوسری تجھ پر ناراض ہو جائے گی۔" اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: بعض تم میں سے وہ ہیں جو دنیا کو چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے وہ ہیں جو آخرت کو چاہتے ہیں۔" ان (لوگوں) کو "فرزندان دنیا" اور "فرزندان آخرت" کہا جاتا ہے۔ پس (اب) تو دیکھ کہ ان دونوں میں تو کس کی اولاد ہے اور تو دنیا میں رہتے ہوئے ان دونوں قبیلوں میں سے کس قبیلہ میں ہونا اپنے لئے پسند کرتا ہے؟ پھر جب تو آخرت کی طرف لوٹے گا تو وہاں دو فریق ہوں گے) ایک "فریق جنت" میں اور ایک "فریق دوزخ" میں (ہو گا) اور ایک فریق (والے) اپنی جگہ "درازی حساب" میں کھڑے ہوں گے۔ اس دن کہ "جس (دن) کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید میں) فرمایا: اور ایک فریق (کے لوگ) سایۂ عرش میں بیٹھے ہوئے خوان (نعمت) پر متوجہ ہیں جس پر نہایت پاکیزہ اور نہایت خوشبودار کھانے اور میوے اور برف سے (بھی) زیادہ سفید شہد ہو گا۔" جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: یہ لوگ اپنے منازل کی طرف جو بہشت میں (ان کے لئے پیدا اور آراستہ کئے گئے ہیں) دیکھا کریں گے۔ یہاں تک کہ جب اللہ عزوجل حساب خلق (کی عدالت) سے فارغ ہو گا (اور جنتی) لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اپنے منازل (و مقامات) کا راستہ پائیں گے (اور اپنے بہشتی ٹھکانوں کی طرف اس طرح روانہ ہوں گے) جس طرح کہ دنیا میں ہر شخص اپنے مکان کو پہچانتا اور اس کی طرف آتا ہے۔" بس یہ لوگ اس مرتبہ کو نہیں پہنچے مگر دنیا کو چھوڑنے اور طلب آخرت اور طلب مولیٰ میں اپنے مشغول ہونے کے سبب سے (پہنچے) اور دوسرے فریق (والے) حساب میں اور طرح طرح کی سختیوں اور ذلتوں میں تھیں پڑے ہیں مگر دنیا میں ان کے رغبت کرنے اور مشغول رہنے اور آخرت سے نفرت اور امور آخرت سے بے پروائی کرنے

اور قیامت کے دن کو اور اس چیز کو جس (چیز) کی طرف یہ کل لوٹنے والے ہیں (اور) جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے، بھول جانے کے سبب سے (پڑے ہیں)، پس اپنے نفس کو رحم اور شفقت کی نظر سے دیکھ۔ اور (ان) دونوں قبیلوں میں سے اپنے عمل کے لئے بہتر کو اختیار کر اور نفس کو برے دوستوں اور شیاطین انس وجن سے علیحدہ رکھ اور کتاب وسنت کو اپنا پیشوا بنا اور دونوں میں "تامل" اور "تدبر" کے ساتھ دیکھ۔ (کتاب وسنت کی گہرائیوں میں جا) اور دونوں پر عمل کر اور قیل وقال اور ہوس پر فریفتہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "(ہمارے) رسول تمہارے پاس جو چیز لائے ہیں اس کو لو (اس پر عمل کرو) اور جس سے منع کریں اس کو چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو"۔ اور رسول کی مخالفت نہ کرو (اس طرح) کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لائے ہیں اس پر عمل کرنا چھوڑ دو۔ اور (ہرگز) اپنے نفس کے لئے کوئی عمل اور کوئی عبادت نئی نہ بناؤ (اپنی طرف سے جدت) ایجاد نہ کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کے حق میں فرمایا جو راہ راست سے گمراہ ہو گئی تھی اور "رہبانیت" کو ان (اہل کتاب) نے ایجاد کیا تھا۔ اللہ نے فرمایا: "ہم نے ان پر رہبانیت کو فرض نہیں کیا تھا"۔ پھر بیشک اللہ نے اپنے نبیؐ کو پاک کیا اور باطل سے آپ کو جدا رکھا اور فرمایا: "آپؐ خواہش (نفس) سے (کچھ) نہیں فرماتے ہیں مگر آپ کا کلام وحی ہے (جو آپ کی طرف) بھیجی گئی"۔ یعنی جو چیز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دین و شریعت سے) تمہارے پاس لائے ہیں (اور تم کو سناتے ہیں) وہ ان کی خواہش اور نفس سے نہیں ہے (بلکہ) ہماری جانب سے ہے، پس ان کی پیروی کرو"۔ پھر

اللہ عزوجل نے فرمایا: "(اے ہمارے رسولؐ) کہہ دو کہ (اے ایمان والو!) اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع (میری پیروی) کرو، اللہ تم کو دوست رکھے گا۔" بس بیان کر دیا اللہ تعالیٰ نے کہ محبت الٰہی کا راستہ (صرف) رسول اللہ کے قول و فعل کا اتباع ہے (اس کے برخلاف نہیں ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسب کرنا میرا طریقہ (ظاہر) ہے، اور توکل کرنا میری حالت (باطن) ہے۔" یا جیسا کہ بہ عبارت دیگر (آپ نے) کہا۔ تو بس (اے طالب! تو) نبی صلعم کی "سنت" اور آپ کی "حالت" کے درمیان میں ہے۔ اگر تیرا ایمان ضعیف ہے تو بس تیرے لئے "کسب" کرنا ہے جو آپ کی سنت ہے اور اگر تیرا ایمان قوی ہے تو تیرے لئے توکل کرنا ہے جو آپؐ کی "حالت" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور بس تم اللہ ہی پر توکل کرو۔" (اپنے تمام کاروبار اسی کے سپرد کر دو) اور فرمایا: "اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے، بس اللہ اس کے لئے کافی ہے۔" اور فرمایا: "اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" پس بہ تحقیق اللہ نے تجھے توکل کرنے کا حکم فرمایا اور اس پر تجھے تنبیہہ کی جس طرح کہ (اس نے) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (توکل) کا امر فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کوئی ایسا کام کرے گا جس (کی صحت) پر ہمارا حکم نہیں ہے، بس وہ عمل (اس شخص کا) باطل ہے۔" یہ "حکم" (آپؐ کا) رزق اور اعمال اور اقوال (سب) کو شامل ہے۔ (واضح ہو کہ) آپؐ کے سوا ہمارے لئے (قیامت تک) کوئی نبی نہیں ہے جس کی ہم متابعت کریں۔ اور نہ قرآن کے سوا (ہمارے لئے) کوئی کتاب ہے جس پر ہم عمل کریں۔ بس (کتاب وسنت

ان دونوں سے باہر نہ جا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ پھر تیری خواہش اور شیطان تجھے گمراہ کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "خواہش کی پیروی مت کر، پھر (یہ) تجھے اللہ کے راستہ سے گمراہ کر دے گی۔" پس (ہر آفت سے) سلامتی کتاب اور سنت کے ساتھ (وابستہ رہنے میں) اور ہلاکی ان دونوں کے ماسوا میں ہے۔ اور کتاب و سنت کے ساتھ عمل کرنے سے بندہ "ولایت" "ابدالیت" اور "غوثیت" کے مقام پر ترقی کرتا ہے۔

مقالہ سینتیسواں ۳۷

حسد کی برائی!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اے مومن! میں تجھے تیرے پڑوسی کا حاسد دیکھتا ہوں۔ اس کے کھانے پر، اس کے پینے اور پہننے پر، اور اس کے نکاح کرنے اور اس کی سکونت پر۔ (اور تو حسد کرتا ہے) اس کی تونگری اور تیرے مولیٰ کی دی ہوئی نعمتوں اور اس کی قسمت میں (جو خوش قسمتی) کہ مولیٰ نے اسے بخشش کی ہے، تصرف کرنے پر۔ کیا تو نہیں جانتا کہ حسد ان چیزوں میں سے ہے جو تیرے ایمان کو ضعیف کرتا اور تجھے اپنے مولیٰ کی نظرِ رحمت سے گرا دیتا ہے اور تجھے اس کا دشمن (و مخالف) بنا دیتا ہے۔ کیا تو نے حدیث (قدسی) جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے، نہیں سنی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حسد کرنے والے میری نعمت کے دشمن ہیں۔" اور (کیا) تو نے یہ ارشادِ نبوی نہیں سنا کہ: "حسد نیکیوں کو

(اس طرح) کھا جاتا ہے جس طرح کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے"! پھر تو اے مسکین! اس (اپنے ہمسایہ کی) کس چیز پر حسد کرتا ہے۔ آیا اس کی قسمت پر (جو اسے ملی ہے) یا اپنی قسمت پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے (جو) اس کے لئے (ہی) تھی (اور) خدا نے اسے دی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کے (اس) قول سے ثابت ہے: "ہم نے ان کے درمیان ان کے (اسباب) معیشت کو حیات دنیا میں تقسیم کر دیا ہے"۔ تو بس تو نے اس پر ظلم کیا۔ (کیونکہ) وہ تو وہ شخص ہے جو اس نعمت میں کہ مولیٰ نے اس پر فضل (و بخشش) فرمائی اور اسی کے لئے اس نعمت کو مقدر کیا۔ اور اس میں (اس کے سوا) کسی کے لئے حصہ نہیں رکھا، تصرف کرتا ہے۔ پھر تجھ سے زیادہ ظالم، تجھ سے زیادہ بخیل اور تجھ سے زیادہ احمق اور کم عقل کون ہوگا (کہ دوسرے کے حصے پر حسد کرتا ہے) اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کرتا ہے تو بیشک تو نے نادانی کی، نہایت نادانی۔ کیوں کہ تیرا نصیب تیرے غیر کو (ہرگز) نہ دیا جائے گا اور نہ وہ تجھ سے تیرے غیر کی طرف منتقل ہوگا "حاشا اللہ"! فرمایا اللہ تعالیٰ نے: "میرے نزدیک حکم نہیں بدلتا اور نہ میں اپنے بندوں کے لئے ظالم ہوں"۔ بیشک اللہ تجھ پر (کبھی) ظلم نہیں کرے گا (اس طرح) کہ تجھ سے اس چیز کو چھین لے جو تجھے دی ہے اور تیرے لئے مقدر کی ہے۔ پھر (یہ نہیں ہو سکتا کہ) وہ چیز تیرے غیر کو دیدے۔ بس تیرا کسی پر حسد کرنا، یہ تیری نادانی اور اپنے بھائی پر ظلم کرنا ہے۔ اپنے بھائی پر حسد کرنے سے (تیرے لئے زیادہ سزاوار یہ ہے کہ (تو) زمین پر حسد کرے، جو معدن (کان) ہے خزانہ (قیمتی معدنیات) اور گڑے ہوئے مالوں کی۔ اور انواعِ طلا و نقرہ اور

جواہرات کی (ان اشیاء کی) جن کو قوم عاد و ثمود کے اگلے بادشاہوں، اور (فارس کے) کسریٰ اور (روم) کے قیصر نے جمع کیا۔ اور (حسد کرنے میں) نہیں ہے تیری مثال، مگر اس شخص کی سی جس نے ایک بادشاہ کو اس کے غلبہ و حشمت اور لشکروں کے ساتھ دیکھا، اور بادشاہ کی طرف زمین کے خراج (و محاصل کو) لاتے اور جمع کرتے دیکھا، اور طرح طرح کی نعمتوں ولذات وشہوات کے ساتھ بادشاہ کو ناز و نعم میں پرورش پاتے (بھی) دیکھا (مگر) اس نے ان (چیزوں) پر بادشاہ کے لئے (تو) حسد نہ کیا۔ لیکن اس نے ایک جنگلی کتے کو دیکھا جو اس بادشاہ کے کتوں میں سے ایک کتے کی خدمت کرتا ہے اور اس کے ساتھ کھڑا رہتا اور اسی کے ساتھ شب گذارتا اور صبح کرتا ہے۔ پھر شاہی مطبخ سے شاہی کتے کا جھوٹا بچا ہوا خراب کھانا (اس) جنگلی کتے کو دیا جاتا ہے جسے وہ بقدر کفایت کھالیتا ہے۔ پھر یہ شخص اس جنگلی کتے پر حسد کرنے اور (اسے) دشمن سمجھنے لگا۔ اور اس کے مرنے اور ہلاک ہونے کا خواہشمند ہوا (اور) زہد اور دین و قناعت کی جہت سے نہیں (بلکہ) خست کمینگی اور کم ظرفی کے سبب اس (جنگلی کتے کی جگہ پر (قائم) ہونے اور جھوٹا کھانے میں اس کا جانشین ہونے کی آرزو کرنے لگا۔ تو کیا زمانہ میں اس (شخص) سے زیادہ احمق اور نادان اور جاہل کوئی مرد ہو گا؟ اے مسکین! اگر تو جان لے کہ تیرا پڑوسی عنقریب کل قیامت کے دن درازیٔ حساب سے کس چیز کو پہنچے گا۔ اگر اس نے اللہ کی دی ہوئی نعمت پر اس کی اطاعت نہیں کی ہے! اور اس نعمت سے اس کا حق ادا نہیں کیا۔ اس کا حکم بجا نہ لایا اور اس کی منع سے اس کی دی ہوئی نعمت میں باز نہ رہا اور اس نعمت

سے خدا کی طاعت و عبادت میں (اس نے) مدد نہ لی (تو وہ ایسی) حالت کو پہنچے گا کہ (قیامت کے دن) آرزو کرے گا، کاش کہ اس نعمت سے اسے دنیا میں ذرہ برابر (بھی) نہ دیا جاتا۔ اور وہ کسی نعمت کو (بھی) کسی دن نہ دیکھتا۔ کیا تو نے اس قول کو نہیں سنا جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: "اصحاب بلیّات کے ثواب کو دیکھ کر جماعتیں قیامت کے دن (یہ) آرزو کریں گی کاش ان کا جسم دنیا میں چھریوں سے کاٹا جاتا"۔ بس تیرا پڑوسی کل اپنی درازی حساب اور جھگڑے اور دنیا میں نعمت سے (اپنے) نفع اٹھانے کے سبب قیامت کے دن "پچاس ہزار برس" آفتاب کی گرمی میں اپنے کھڑے رہنے کو دیکھ کر آرزو کرے گا۔ (کاش کہ دنیا میں وہ تیری جگہ (مصیبت کا مارا) ہوتا)۔ مگر تو (اس دن) ان تکالیف (وآفات سے) علیحدہ عرش کے سایہ میں اُکل و شرب کرنے والا ناز و نعمت یافتہ اور آسودہ (فرحاں و شاداں) رہے گا۔ دنیا کے شدائد، تنگی اور آفات اور محتاجی پر صبر اور اپنی قسمت پر (بہر حال) راضی رہنے (کی وجہ سے) اور تیرے لئے (دنیا میں) جن (امور) کو اللہ نے تدبیر و حکم کیا (تھا۔ مثلاً تیری ذلت (تیرے) غیر کی عزت، تیری تنگی غیر کی فراخی، تیری بیماری غیر کی تندرستی، تیری محتاجی غیر کی تو انگری (ان سب) میں اپنے پروردگار (کی مرضیات) سے تیرے موافق رہنے کے سبب سے (تو زیر سایہ عرش اس قدر راحت و انعام یافتہ ہو گا) بس اللہ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں سے بنائے جنہوں نے بلا پر صبر اور نعمتوں پر شکر کیا۔ اور (اپنے تمام) کام کو مالک زمین و آسمان پر چھوڑا اور اسی کے سپرد کیا۔

مقالہ اڑتیسواں [۳۸]

جو بات اپنے میں نہ ہو اس کا دعویٰ نہ کرنا

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جس نے اپنے مولیٰ کا کام صدق و خلوص کے ساتھ کیا۔ وہ اس کے غیر سے صبح و شام (ہر وقت) بیزار رہا کرتا ہے۔ اے قوم! اس چیز کا دعویٰ نہ کرو جو تمہیں حاصل نہیں۔ خدا کو ایک جانو اور اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور قضا و قدر کے تیروں کا نشانہ بن جاؤ، جو محض خواہش کے لئے تم پر آتے ہیں نہ کہ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے! اور جو شخص خدا (کی محبت) میں ہلاک ہوتا ہے اس کا اجر اور عوض بھی خدا کی شانِ (رحم و کرم) پر واجب ہو جاتا ہے۔

مقالہ انتالیسواں [۳۹]

عناد، نفاق، اتفاق کی تشریح

فرمایا (رضی اللہ عنہ) (کسی چیز کو) خواہش نفس کے (دخل) کے ساتھ حکم (الٰہی) کے بغیر لینا گمراہی اور (اللہ کی) مخالفت کرنا ہے۔ اور خواہش نفس کے بغیر (حکم پروردگار سے کسی شے کو لینا (مرضیٔ مولیٰ سے) موافقت اور اتفاق کرنا ہے اور اسے چھوڑ دینا (نہ لینا) ریا اور نفاق ہے۔

مقالہ چالیسواں [۴۰]

زمرۂ روحانئیں میں داخل ہونے کی تفسیر

فرمایا (رضی اللہ عنہ) "روحانئیں" (اولیاء اللہ) کی جماعت میں داخل ہونے

آرزو و طمع (و امید) نہ رکھ۔ حتیٰ کہ تو اپنے تمام (احکام شرعی) کا مخالف اور اپنے تمام جوارح اور اعضاء سے جدا ہو جائے۔ اور یہاں تک کہ تو اپنی ہستی سے اپنے حرکات و سکنات سے، اپنے سننے، دیکھنے اور بولنے اور پکڑنے اور چلنے سے اور اپنے عمل و عقل سے (بالکل) خالی ہو جائے۔ اور تیرے اندر "وجود روح" کے قبل تجھ سے جو چیزیں (جوارح و اعضاء سے) نکلیں اور "نفخ روح" کے بعد تجھ میں جو چیزیں (حواس و عقل سے) پائی گئیں (تو) ان سب سے تنہا ہو جائے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں تیرے لئے تیرے پروردگار سے حجاب ہیں۔ پھر جب تو "روح خالص" بن گیا تو سر السر (بھید کا بھی بھید) اور غیب الغیب (غیب کا بھی غیب)۔۔۔ ہو گا (اور مرتبۂ فنا فی الذات کو پہنچے گا) (اور اب) اپنے سر (باطن) میں تو یقیناً سب چیزوں سے جدا ہو جائے گا۔ (اور) تمام اشیاء کو اپنے (مطلوب و مقصود کے) مخالف (اور اس کے دیدار کا) حجاب (اور اس کے جلوۂ جمال کے لئے) ظلمت (و تاریکی) ماننے والا ہو گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے فرمایا: بیشک یہ سب (اصنام) میرے دشمن ہیں مگر (اللہ) رب العلمین (میرا دوست ہے)۔" اور انہوں نے یہ "بتوں" کی نسبت فرمایا ہے۔ پس تو بھی اپنے تمام وجود اور اجزاء اور تمام خلق کو (اپنے پندار میں) "اصنام" سمجھ۔ ان میں سے کسی شے کی تابعداری نہ کر اور نہ ان میں سے کسی کی فرماں برداری کر۔ (تب) اس وقت تو اسرار پر اور علوم لدنیہ اور ان کے غرائب پر "امین" بنا دیا جائے گا اور "تکوین" و "خرق عادات" (پیدائش اشیاء کی قدرت) جو قبیل قدرت (الہیہ) سے ہے اور (جو قوت کہ) مومنین کو بہشت میں ہو گی۔ تجھے (دنیا ہی) میں بخش دی جائے گی۔ پھر تو "اس حالت" میں ایسا ہو گا گویا کہ تو مرنے کے بعد "زندہ

کر دیا گیا ہے، (جیسے کہ) آخرت میں (زندہ کیا جائے گا) اور تیرا کل وجود قدرت الٰہیہ کا مظہر، ہو جائے گا (اب اس وقت) تو اللہ سے سنے گا، اللہ سے دیکھے گا، اللہ سے بولے گا، اللہ سے پکڑے گا، اللہ سے چلے گا، اللہ سے سمجھے گا اور اللہ سے قرار پائے گا اور (اسی سے) آرام پائے گا پھر (تو) اللہ کے ماسوا سے اندھا اور اللہ کے غیر سے بہرا ہو جائے گا اور حدودِ (شرع) کی حفاظت اور امر و نہی کو لازم رکھتے ہوئے تو (کسی) غیر حق کو موجود نہ دیکھے گا۔ اگر (شرعی) حدود سے کوئی شے تجھ میں کم ہو جائے تو تو آگاہ ہو جا کہ تو فتنے میں ڈال دیا گیا ہے اور شیاطین تجھ سے کھیل رہے ہیں۔ بس اس وقت تو حکم شرع پر پلٹ آ۔ اور اس سے جدا نہ ہو اور اپنے سے ہوا و ہوس کو دور کر۔ اور (یاد رکھ کہ) جس "حقیقت" پر شرع گواہی نہ دے، وہ زندقہ والحاد و کفر ہے!

مقالہ اکتالیسواں[۴۱]

غنی کی مثال اور اس کی کیفیت

فرمایا (رضی اللہ عنہ) ہم تجھے ایک مثال تونگری کی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو بادشاہ کو نہیں دیکھتا ہے کہ عوام میں سے ایک شخص کو حاکم بنا دیتا ہے اور اسے (اپنے) شہروں میں سے ایک شہر کی حکومت دیتا اور اسے خلعت پہناتا اور اس کے (اعزاز و وقار) کے لئے علم قائم کرتا اور اسے بڑا نقارہ اور طبل اور لشکر عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ شخص ایک مدت دراز تک اس حالت (اعزاز و حکومت) پر (قائم) رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب اس (عطائے سلطانی) پر

اطمینان اور اس کے ثبات و بقا پر اعتقاد کر لیتا ہے اور اس پر عُجب (گھمنڈ) کرتا ہے اور اپنی گذشتہ حالت بے قدری اور اپنی ذلت و محتاجی اور گمنامی (اور کس مپرسی) کو بھول جاتا ہے۔ اور اس (کے نفس) میں کبر و نخوت آجاتی ہے (تو یکایک بے سان و گمان) اس کے (ایک) نہایت وقت خوش ہیں (اس کے پاس) بادشاہ کی طرف سے عزل (کا پروانہ) آیا۔ (اور) پھر بادشاہ نے اس سے ان جرائم کا مطالبہ (و محاسبہ) کیا، جو اس نے (اپنے دوران) حکومت میں بادشاہ کے امر و نہی سے تجاوز کرتے ہوئے کئے تھے۔ پھر بادشاہ نے اس کو نہایت تنگ و تاریک قید خانہ میں بند کر دیا۔ اور اس کا (زمانہ) قید دراز ہوا اور اس جس میں اس کی سختی ذلت و خواری اور محتاجی کو ہمیشگی ہوئی اور (اس مصیبت میں) اس کی کبر و نخوت پگھل گئی اور اس کی نفسانیت ٹوٹ گئی۔ اور اس کی آتش (نفس و) خواہش ٹھنڈی ہو گئی۔ اور (اس کی) یہ حالتیں بادشاہ کے مشاہدہ و علم میں ہیں۔ پھر (اب) بادشاہ نے اس پر رحم کیا اور اسے رافت و رحمت کی نظر سے دیکھا اور حکم دیا اسے قید سے نکالنے اور اس کے ساتھ احسان کرنے کا، اور اسے خلعت پہنانے اور حکومت واپس دینے کا، اور اس کو اس ولایت کے ساتھ اس کے مثل (دوسری حکومت و ولایت دینے) کا۔ (اس مثل (اور اس بحالی اعزاز) کو (اس کے حق میں) اپنی "بڑی بخشش" ٹھہرایا۔ اور یہ موہبت (عطائے حکومت) اس کے لئے دائمی (پاک و) صاف اور کافی مبارکباد ہو کر (برقرار) رہتی ہے (پھر واپس نہیں لی جاتی)، بس یہ ہی حال ہے مومن کا کہ اللہ تعالیٰ جب اسے اپنا مقرب اور برگزیدہ بناتا ہے، تو اس کے قلب کی آنکھ کے سامنے

(اپنی) رحمت و احسان اور انعام کے دروازے کھول دیتا ہے۔ پھر مومن اپنے دل (کی آنکھ) سے ایسی چیز کو دیکھتا ہے کہ: "نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی نہ کسی بشر کے قلب پر اس کا خطرہ گذرا۔ مثلاً" آسمانوں اور زمین کے مطالعہ (و مشاہدہ) عجائب و غرائب اور کلام لذیذ و لطیف اور وعدۂ جمیل اور محبوبیت، اور اجابتِ دعا اور راست باز بنایا جانا اور وعدہ اور اس کا پورا کیا جانا اور اس کے قلب میں "مکان بعید" سے (ان" کلماتِ حکمت" (کا) اتارا جانا جو اس کی زبان پر ظاہر ہو جاتے ہیں ! اور ان (تمام) "باطنی نعمتوں" کے علاوہ "ظاہری نعمتیں" (بھی) اس کے لئے اللہ تعالیٰ پوری کر دیتا ہے (اس طرح کہ) اس کے جسم و جوارح میں (درستی) اور اس کے ماکول و مشروب اور لباس اور نکاح کرنے اور حلال و مباح چیزوں میں (اس کے لئے وسعت و فراخی) اور حفظ حدودِ شرعیہ و عاداتِ ظاہرہ پر اسے قوت عطا فرماتا ہے) پھر اللہ عزوجل ان ظاہری و باطنی) نعمتوں کو اپنے اس مومن بندہ پر ہمیشہ (دیر تک قائم) رکھتا ہے۔ جو (بندۂ مومن کہ) ایک زمانۂ دراز سے اللہ کی طرف کھینچا گیا ہے، حتیٰ کہ (یہ) بندہ (اپنے) اس (حال) پر مطمئن ہوا اور اس سے مغالطہ کھایا اور (اس نے) اس (حال) کے دوام (و بقا) کا اعتقاد کر لیا۔ (تب) اللہ تعالیٰ نے اس کی ذات پر اور اس کے مال اور اہل و عیال پر طرح طرح کی سختیوں اور بلاؤں کے دروازے کھول دیئے۔ پھر وہ تمام نعمتیں کہ پیشتر اللہ نے اس کو دی تھیں، اس سے منقطع ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ متحیر، حسرت زدہ اور دل شکستہ رہ جاتا اور (یاروں سے منقطع ہو جاتا ہے۔ (اس حالت موجودہ میں) اگر اپنے ظاہر کو دیکھتا ہے تو اس میں اس کو ایسی چیز نظر آتی ہے جو اسے

"بری" معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر اپنے قلب پر اور باطن پر نظر ڈالتا ہے تو ایسی چیز دیکھتا ہے جو اسے محزون وغمگین بنا دیتی ہے۔ اور اگر اللہ سے اس ضرر کے دور ہونے کا سوال کرتا ہے تو (اس میں) قبولیت (کا اثر) نہیں پاتا۔ اور اگر اللہ سے (اس) "وعدۂ جمیل" کو طلب کرتا ہے (جس کا امیدوار تھا) تو اسے جلدی نہیں پاتا۔ اور اگر کسی شے کا اس کو وعدہ دیا گیا (تھا) تو اس وعدہ کے پورا ہونے کی خبر (اسے) نہیں دی جاتی۔ اور اگر کوئی "خواب" دیکھتا ہے تو اس کی "تعبیر" پر اور اس کی "تصدیق" پر فستحمند نہیں ہوتا۔ اور اگر مخلوق کی طرف رجوع کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس کا کوئی راستہ نہیں پاتا۔ اور اگر اس (حال) میں اس کے لئے کوئی "رخصت" ظاہر ہوتی ہے اور اس پر عمل کر لیتا ہے تو اس پر جلد عذاب آجاتا ہے اور مخلوق کے ہاتھ اس کے جسم کی طرف بڑھتے ہیں اور لوگوں کی زبانیں اس کی آبرو (ریزی) پر تل جاتی ہیں۔ اور وہ جس حال میں (اب) گرفتار ہے، اگر اس سے رہائی کی اور (اس) "حالت اوّل" کی طرف جو قبل ابتلاء "میسر" تھی، لوٹنے کی دعا کرتا ہے تو (یہ دعا) قبول نہیں کی جاتی۔ اور اگر (اس حالت) بلا میں راضی اور خوش اور خوشحال رہنے کو طلب کرتا ہے تو (یہ چیز بھی) نہیں دی جاتی۔ بس (اس عاجزی اور بیکسی اور لاچاری میں) اب اس کا نفس پگھلنے لگتا ہے اور اس کی خواہش زائل ہونے لگتی ہے اور اس کا ارادہ اور آرزو کوچ کرنے لگتے ہیں۔ اور (تمام) ہستیاں نابود ہونے لگتی ہیں پھر یہ کیفیت اس کے لئے ہمیشہ (قائم) رکھی جاتی ہے بلکہ اسے پچھاڑنے کے لئے تشدید و تاکید کے طور سے (اس کیفیت میں) زیادتی کی جاتی ہے یہاں تک

کہ یہ بندہ جب اخلاق انسانی اور صفاتِ بشری سے فنا ہو جائے گا۔ اور محض روح
باقی رہ جائے گا۔ (اب) اپنے باطن میں "آواز" سنے گا کہ: اپنے پاؤں کو زمین پر
مار، یہ نہانے اور پینے کا (خوش گوار) ٹھنڈا پانی ہے۔" جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام
کے لئے کہا گیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس (مخلص مومن) کے مومن) کے قلب میں اپنی رافت
رحمت اور اپنے لطف و احسان کے سمندر جاری کر دیتا ہے۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ اپنی
(شادابی و) تازگی اور اپنی خوشبوئے معرفت اور اپنے علوم کے دقائق سے زندہ
کر دیتا ہے۔ اور اس پر اپنے ناز و نعم اور محبت اور (ظاہری و باطنی) نعمتوں کے
دروازوں کا افتتاح کرتا ہے اور اس کی طرف اس کے تمام احوال میں لوگوں کے
ہاتھوں کو بخشش و عطا اور خدمت کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور زبانیں ہر جگہ اور
ہر وقت اس کی حمد و ثنا اور اس کے پاکیزہ ذکر (و بیان) کے لئے، اور پاؤں
طرف سے) اس کے (پاس) آنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اور (لوگوں کی) گردنیں
اس کے لئے جھکا دیتا ہے، اور بادشاہوں اور ارباب (دنیا) کو اس کے
مسخر کر دیتا ہے۔ اور (اس طرح) "اللہ اس پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کو پورا کر دیتا
ہے۔" اور "ظاہر" میں (تو) اپنی مخلوق اور نعمت کے واسطہ (اور وسیلہ) سے اس کی
پرورش کا وہ خود والی ہو جاتا ہے اور (باطن میں) اس کی باطنی تربیت کو وہ خود
اپنے لطف و کرم سے آراستہ کر دیتا ہے اور اسے موت کے آنے تک اس حال میں رکھتا
رکھتا ہے۔ پھر اسے ایسی نعمتوں کی (طرف) لے آتا ہے جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا
نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب پر (ان کا) خطرہ گذرا۔" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا: "کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کی جزائے اعمال میں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک

کے لئے کیا چیز (ہے جسا پوشیدہ رکھی گئی ہے"!

مقالہ بیالیسواں[۴۲]

نفس کیلئے دو حال ہیں، تیسرا نہیں!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) نفس کے لئے دو حالتیں ہیں (کوئی) تیسری حالت نہیں ہے۔ ایک حالت عافیت دوسری حالت بلا۔ جب نفس بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو گھبراجاتا، شکایت کرتا، ناخوش ہوتا اور اعتراض کرتا اور حق عزوجل پر تہمت لگاتا ہے (اور نفس کی حالت یہ ہے کہ) بلا پر صبر نہیں ہے (قضا پر) رضا نہیں ہے (ارادہ الٰہی کے ساتھ) موافقت نہیں ہے، بلکہ نفس کا کام سوء ادب کرنا اور مخلوق و اسباب کو (خدا کے ساتھ) "شریک" ٹھہرانا اور "کفر" کرتا ہے۔ اور جب نفس "عافیت" میں ہوتا ہے تو اس کا کام حرص کرنا اور اترانا اور شہوات و لذات کی پیروی کرنی ہے نفس جب ایک خواہش کو پالیتا ہے تو دوسری (خواہش) کی طلب کرتا ہے، اور نعمتوں سے جو نعمت کہ اس کے پاس موجود ہے، اس کو حقیر جانتا ہے۔ اور نفس ان (موجودہ) نعمتوں میں عیب و نقص نکالتا ہے۔ اور ان سے (ایسی) اعلیٰ اور روشن تر نعمت کو طلب کرتا ہے کہ اس نعمت میں اس کا حصہ نہیں ہے۔ اور جو نعمت کہ اس کا حصہ ہے اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ پھر (اس طرح) نفس انسان کو بڑی سختی میں ڈال دیتا ہے اور جو چیز اس کے روبرو (موجود) ہے اور اس کا مقسوم ہے، اس سے راضی نہیں ہوتا (اس وجہ سے) نفس دنیا میں ہلاکت کی جگہ ایک تعب طویل (سختی دراز) میں جس کی نہ غایت ہے نہ انتہا، پڑجاتا ہے (اس کے بعد آخرت کی سختی میں (گرفتار ہوتا ہے) جیسا کہ کہا گیا ہے:

"سخت ترین عذابوں میں سے (ایک عذاب) اس چیز کا طلب کرنا ہے (جو) مقسوم نہیں ہے"۔ پس جب نفس کسی بلا میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے دور ہونے کے سوا کوئی آرزو نہیں کرتا۔ اور (موجودہ) ہر نعمت، ہر خواہش اور ہر لذت کو بھول جاتا ہے اور ان میں سے کسی چیز کو طلب نہیں کرتا۔ پھر جب نفس کو بلا سے نجات دی جاتی ہے تو وہ اپنی سرکشی اور عیش اور تکبر کی طرف پلٹ جاتا ہے۔ اور اپنے پروردگار کی طاعت سے اعراض کرتا ہے اور گناہوں میں انہماک کرتا ہے اور اس بلا کو جس میں مبتلا ہوا تھا، اور اس سختی کو جو اس پر نازل ہوئی تھی، بھول جاتا ہے۔ پھر نفس کو بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب کی سزا دینے اور مستقبل میں معاصی سے اس کو روکے اور باز رکھنے کے لئے (یہ کیا جاتا ہے کہ) وہ جن میں (پہلے) مبتلا تھا، ان سے (بھی) زیادہ سخت بلاؤں کی طرف لوٹا یا جاتا ہے۔ کیونکہ عافیت و نعمت نے اصلاح نفس نہیں کی تو اب بلا اور سختی میں (ہی) اس کی حفاظت ہے۔ پھر اگر نفس بلاؤں کے دور ہو جانے کے وقت "اچھا ادب" کرتا اور اطاعت اور شکر اور مقسوم پر راضی رہنے کو (اپنے اوپر) لازم کر لیتا تو یہ دنیا و آخرت میں اس کے لئے بہتر ہوتا اور پھر وہ نعمت و عافیت میں زیادتی کو اور رضائے الٰہی اور طیب زندگانی اور لطف و توفیق کو پا لیتا۔ بس جو شخص کہ دنیا و آخرت کی خیریت و سلامتی کا خواستگار ہو اسے واجب ہے کہ صبر و رضا اختیار کرے۔ مخلوق سے (خالق کی) شکایت کرنی چھوڑ دے اپنی حاجتوں کو خدا (ہی) سے طلب کرے۔ اس کی طاعت کو (اپنے لئے) لازم کرے انتظار کشائش کرے اور (مخلوق کی طرف سے) خالق کی طرف لوٹ آئے۔ کیوں کہ خالق اپنی تمام مخلوق سے بہتر ہے۔ اور اکثر وقت" اس سے (کسی چیز کو نہ پانا ہی،

پالینا ہے۔" سزا اس کی نعمت ہے، بلا اس کی دوا ہے، وعدہ اس کا نقد ہے، ادھار اس کا نقد ہے اور قول اس کا فعل ہے۔ کیا اس (رحیم کریم) کا یہ قول نہیں ہے: "جب اس نے کسی شے کے لئے "ہو جا" کہنے کا ارادہ کیا، پس وہ شے (اسی وقت فوراً) ہو جاتی ہے۔" (یاد رکھ کہ) خدا کے سب افعال اچھے ہیں اور سب میں حکمت و مصلحت ہے۔ مگر اللہ نے اس مصلحت و حکمت کے علم کو اپنے بندوں سے چھپا رکھا ہے۔ اور اس علم (مختص بالذات) میں وہ تنہا ہے۔ پھر بندہ کے لئے زیادہ بہتر ہے اور یہی اس کے حال کے لائق (و مناسب) ہے کہ رضا و تسلیم اور ادائے اوامر و (احتراز) نواہی میں عبودیت کے ساتھ مشغول رہے اور قدر کے (درو برد) گردن جھکائے رکھے، اور (لوازم) "ربوبیت" میں کہ وہ قدر اور اس کی بنیاد اور اس کے محلِ اجراء کی علت ہیں دھر گز مشغول نہ ہو۔ اور (یہ) اعتراض کرنے سے کہ "کب ہوا اور کس لئے اور کیوں کر ہوا"۔ اور اپنی تمام حرکات و سکنات میں حق عز و جل پر تہمت لگانے سے ساکت رہے (زبان کو بند رکھے)۔ اور ان سب باتوں کی سند حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی وہ حدیث ہے جو عطاؒ سے مروی ہے اور عطا حضرت ابن عباسؓ سے (اس طرح) روایت کرتے ہیں کہ: ابن عباسؓ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، ناگاہ آپ نے مجھے فرمایا، اے لڑکے! خدا کے (حق) کی نگہداشت کر۔ خدا تیری نگہداشت کرے گا، خدا کو حاضر جان تو خدا کو اپنے سامنے پائے گا۔ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مانگ۔ جو چیز ہونے والی تھی اسے لکھ کر قلم خشک ہو گیا، اگر سب بندے مل کر تجھے ایسی چیز سے نفع پہنچانے کی کوشش کریں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی ہے تو وہ اس پر

قدرت نہ پائیں گے۔ اور اگر سب بندے مل کر کوشش کریں کہ تجھے اس چیز سے ضرر پہنچائیں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی ہے تو وہ (ایسا کرنے کی) قدرت نہ پائیں گے پھر اگر تو درستی یقین کے ساتھ اللہ سے معاملہ کر سکے تو کر۔ اور اگر نہ کر سکے تو جس چیز کو تو برا سمجھتا (اور اس سے تکلیف اٹھاتا) ہے، اس پر صبر کرنا (تیرے لئے) زیادہ نیکی ہے۔ اور جان لو! کہ صبر کے ساتھ مدد ہے اور دکھ کے ساتھ آسائش ہے اور ہر سختی کے ساتھ آسانی ہے۔" تو پھر ہر مومن کو لائق ہے کہ اس حدیث (نبویؐ) کو اپنے قلب کے لئے آئینہ اور اپنے اندر و باہر کا جامہ بنائے۔ اور اس حدیث کی اپنے دل سے (تکرار) کرتا رہے اور اپنے تمام حرکات سکنات میں اس حدیث پر عمل کرتا رہے تاکہ دنیا و آخرت میں (تمام آفات سے) سلامت رہے اور اللہ کی رحمت سے دونوں جہان میں عزت پائے۔

مقالہ بیت لیسواں[۴۳]

غیر اللہ سے سوال کرنے کی وجہ

فرمایا (رضی اللہ عنہ) مخلوق سے سوال کسی نے نہیں کیا، مگر اللہ کو نہ جاننے کے سبب، اور اپنے ایمان و یقین و معرفت کے ضعف اور اپنے قلت صبر (کی وجہ سے) سوال کیا۔ اور سوال سے وہ ہی بچا جس کو اللہ عزوجل (کی معرفت کا) علم زیادہ ہے اور جس کے ایمان و یقین کی قوت (زیادہ) ہے اور جس کی معرفت حق ہر وقت اور ہر لحظہ زیادہ ہے۔ اور جو اللہ عزوجل سے حیا کرتا ہے (کہ اپنے مولیٰ کے ہوتے ہوئے کیا کسی سے سوال کرے)۔

مقالہ چوالیسواں ۴۴!

عارف باللہ کی بعض دعائیں قبول نہ ہونیکی وجہ

فرمایا (رضی اللہ عنہ) عارف کی ہر ایک دعا جسے وہ اپنے پروردگار سے مانگتا ہے، قبول نہیں کی جاتی۔ اور ہر وعدہ پورا نہیں کیا جاتا ہے (یہ اس لئے) تاکہ اس پر رجا (امید) غالب نہ ہوجائے اور وہ ہلاک ہوجائے۔ کیونکہ ہر حال اور ہر مقام میں خوف و رجا (امید و بیم) دونوں ہیں۔ اور یہ دونوں پرندے کے دو بازوؤں کی طرح ہیں (جس طرح کہ) دونوں بازوؤں کے بغیر اس کا اڑنا تمام نہیں ہوسکتا، اسی طور پر کوئی حال اور کوئی مقام (بلا خوف و امید کے پائدار نہیں ہوتا) مگر ہر حال و مقام کے خوف و رجا اس حال و مقام کے مناسب ہوتے ہیں۔ پس عارف مقرب (حق) ہے اور اس کا حال و مقام یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی شے کا ارادہ نہ کرے اور کسی (غیر اللہ) کی طرف مائل نہ ہو اور کسی غیر سے آرام لے، نہ انس کرے پس عارف کا اپنی دعا کی قبولیت کو چاہنا اور حق سبحانہٗ تعالیٰ سے وفائے عہد کو طلب کرتا اس چیز کا غیر ہے جس کے وہ درپے ہے۔ اور اس کی "حالت" کے (مناسب) سزاوار نہیں ہے۔ پس اس (قبول دعا اور ایفائے وعدہ نہ کرنے) میں دو سبب ہیں ایک یہ کہ اس پر امید کا غلبہ اور اپنے پروردگار کے مکر پر غرّہ اور قیام مودبانہ سے غفلت نہ آجائے اور وہ ہلاک نہ ہوجائے۔ دوسرا سبب (عارف کی دعا قبول نہ ہونے کا) یہ ہے کہ (اس کا چاہنا اور طلب کرنا) اپنے پروردگار کے ساتھ، اس کے سوا کسی شے کو "شریک" ٹھہرانا ہے! کیونکہ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے بعد

ظاہراً کوئی معصوم نہیں ہے۔ اس لئے (خدا) اس کی دعا قبول نہیں کرتا، اور وعدۂ اس کے لئے پورا نہیں کرتا تاکہ وہ تعمیل و امتثال امر کے طور پر نہیں بلکہ عادتاً اور طبیعتاً سوال نہ کرنے لگے۔ کیونکہ اس میں "شرک" ہے۔ اور "شرک" (خفی) تمام احوال میں اور جمیع مقامات میں قدم قدم پر بہت ہے۔ اور سوال جب امر (حکم) سے ہوگا تو وہ سوال اس کے قرب حق کو زیادہ کردے گا جیسا کہ نماز روزہ اور ان کے سوا دوسرے فرائض و نوافل (قرب حق کو زیادہ کرتے ہیں) اس لئے کہ حکم (ہونے کی وجہ) سے سوال کرنے میں عارف بجا آوری امر کرنے والا ہوتا ہے!

مقالہ پینتالیسواں[۴۵]

نعمت والے اور بلا زدہ شخص کی حالت

فرمایا (رضی اللہ عنہ) آگاہ ہو جا کہ لوگوں میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ شخص ہے جسے نعمت دی گئی ہے۔ دوسرا وہ ہے کہ جسے بلا میں خدا کے حکم سے مبتلا کیا گیا ہے۔ پھر جسے نعمت دی گئی ہے وہ اس دی ہوئی نعمت میں گناہ اور کدورت (تیرگی) سے خالی نہیں ہوتا کہ ناگاہ تقدیر (الٰہی) اس پر انواعِ مصائب اور بلا، یا امراض سے ایسی چیز کو لے آتی ہے جو نعمت کو اس پر مکدر کر دیتی ہے (یعنی) اس کے نفس و مال اور اہل و اولاد (پر پریشانیاں) اور مصیبتیں آجاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا منغص (رنجیدہ و غمگین) ہو جاتا ہے گویا وہ کبھی نعمت یافتہ (ہی) نہ تھا۔ پھر وہ اس نعمت کو اور اس کی حلاوت کو بھول جاتا ہے۔ اور اگر (اس کی) تونگری (اس کے) مال اور جاہ اور لونڈی غلاموں اور دشمنوں سے امن رہنے کے ساتھ قائم (و برقرار) رہتی ہے تو پھر اس

حالت نعمت میں (ایسا مگن ہے) گویا وجود بلا ہی نہیں ہے اور حالت بلا میں (ایسا مایوس ہے) گویا وجود نعمت (ہی) نہیں ہے۔ اور یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے مولا کو نہیں جانتا۔ اور اگر اس بات کو جانتا کہ اس کا مولا فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے کر دینے والا) ہے، اور (جسے چاہتا ہے) ایک حال سے دوسرے حال میں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ میں لے جاتا اور تلخ و شیریں بناتا ہے، غنی اور فقیر، بلند اور پست کرتا ہے، عزت و ذلت دیتا ہے، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، آگے لاتا اور پیچھے لے جاتا ہے تو نعمت سے جو چیز کہ اسے حاصل ہے کبھی اس پر وہ اطمینان نہ کرتا اور (اس نعمت پر) مغرور نہ ہوتا اور حالت بلا میں کبھی (کشائش و) آرام سے مایوس نہ ہوتا۔ اور یہ سب اس وجہ بھی ہے کہ وہ دنیا (کی حقیقت) کو نہیں جانتا۔ اور (دنیا کی حقیقت) یہ ہے کہ دنیا "بلا کا گھر" اور زندگی کو تاریک کرنے والی (ہے) جہاں تکالیف اور کدورت کی جگہ ہے۔ دنیا کی "اصل" بلا ہے اور نعمت کا پہنچنا (دنیا کی) اصل کے خلاف ہے۔ پس دنیا (تو) ایلوے کے درخت کی مانند ہے۔ اوّل اس کا پھل کڑوا ہے اور آخر میں (اس کا ثمر) شہد میٹھا ہے۔ کوئی شخص اس کی حلاوت و شیرینی کو نہیں پہنچا تا جب تک کہ اس کے "تلخابہ" کو نہ پیئے۔ اور کوئی شخص ہرگز شہد کو نہیں پاتا جب کہ (بلاؤں اور مصیبتوں کا) زہر آب "نہ پیئے۔ پھر جس نے دنیا کی بلا پر صبر کیا، اس پر دنیا کی نعمتیں نازل ہوئیں (کیونکہ مزدور کو مزدوری نہیں دی جاتی جب تک کہ اس کی پیشانی سے پسینہ نہیں نکلتا۔ اور اس کا جسم ماندہ اور اس کی روح غمگین اور اس کا دل تنگ نہیں ہو جاتا۔ اور اس کی قوت زائل اور اپنی سی مخلوق کی خدمت کرنے پر اس کا نفس ذلیل

اور اس کی نفسانیت شکستہ نہیں ہو جاتی۔ (مزدور نے) جب ان سب تلخیوں کو پی لیا، اس کے بعد یہ تلخیاں اس کے لئے اچھے کھانے اور میوے اور لباس اور سرور اور راحتیں لاتی ہیں، اگرچہ کم سے کمتر (ہی) ہوں۔ بس دنیا کی ابتداظرف شہد کے اس کنارۂ بالائی کے مثل ہے جو تلخی سے ملا ہوا ہے۔ اور (شہد) کھانے والا برتن کی تہہ میں نہیں پہنچتا، اور شہد خالص نہیں کھا سکتا جب تک کہ (اس ظرف شہد کے اوپر کے حصہ) میں جو تلخی ہے، اسے نہ چاٹ لے۔ بس جب کہ بندہ اوامر کے بجالاتے اور نواہی سے بچنے اور قدر سے جو چیز ملے جاری ہوتی ہیں ان پر گردن تسلیم جھکا دیتا ہے اور ان (چیزوں کے لئے) اپنے آپ کو حوالہ و سپرد کر دینے کے ساتھ "صبر" (اختیار) کرتا ہے اور ان (چیزوں) کی تلخیاں چکھتا ہے اور ان کے بوجھ برداشت کرتا ہے اور اپنی خواہش کی مخالفت کرتا اور اپنی مراد کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کے سبب اللہ عزوجل اسے پاکیزہ زندگی آخر عمر تک کی عطا فرماتا ہے۔ اور ناز و آرام اور عزت (وقار) دیتا ہے اور اللہ اس کا والی ہو جاتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں اللہ اسے اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح شیر خوار بچہ کو تکلف اور سختی اور مشقت دیئے بغیر پرورش کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ظرف شہد کے اوپر کی تلخی کھانے والا (آخر) اندرون ظرف کا (میٹھا) شہد کھا کر لذت حاصل کرتا ہے! بس نعمت یافتہ بندہ کو لائق ہے کہ اللہ کے مکر سے بے خوف نہ رہے (اس طرح) کہ نعمت میں فریفتہ ہو جائے اور اس کے دوام (و بقا) کا یقین کرے اور شکر نعمت سے غفلت کرے اور اپنے ترک شکر سے "بند نعمت" کو ڈھیلا چھوڑ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نعمت، وحشی جانور کے مانند ہے"۔ بس اسے شکر کے ساتھ مقید کرو۔ شکر

نعمتِ مال کا یہ ہے کہ منعم اور بخشش کرنے والے کی نعمت کا اقرار کرے اور وہ (منعم) اللہ ہے اور ہر حال میں نفس سے نعمت کا تذکرہ رکھے۔ اور خدا کے فضل و احسان کو (ہمیشہ) دیکھتا رہے۔ اور نعمت پر (اپنی) ملکیت نہ جتلائے۔ اور مال میں حدودِ الٰہی سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اور اس کا حکم نہ چھوڑے۔ پھر مال کے جو حقوق ہیں ان کو ادا کرے (اس طرح) کہ زکوٰۃ اور کفارہ اور نذر اور صدقہ دیتا رہے۔ اور مظلوم کی فریاد رسی کرے اور ارباب و اہل حاجات پر ان کے شدائد (مصائب) کے وقت مہربانی کرے (جب کہ) ان کے احوال منقلب ہو جانے پر ان کے حسنات سیات سے یعنی (ان کی) نعمت و فراخی کے اوقات، تنگیوں اور سختیوں سے بدل جاتے ہیں۔ اور عافیت اعضاء و جوارح کی نعمت کا ادائے شکر یہ ہے کہ ان (اعضاء و جوارح) سے طاعات الٰہی میں مدد لے اور ان کو محرکات و سیات اور معاصی اور خرابیوں سے بچائے۔ پس نعمت کو گذر جانے اور چلے جانے سے (روکنا اور) قید کر دینا یہ (ہی) ہے اور (یہ) نعمت کے درخت کو سینچنا اور اس کی ڈالیوں اور پتوں کو بڑھانا ہے اور اس کے پھل اور ذائقہ کو (پاکیزہ) اور شیریں بنانا اور انتہا تک اس درخت کو سلامت رکھنا اور اس کے چبانے کو لذیذ اور اس کے نگلنے کو آسان کر دینا ہے۔ پھر (اس میوے سے) عافیت کا پانا اور اس سے جسم میں نشو و نما پانے کو زیادہ کرنا اور اعضاء پر اس کی برکت کا ظاہر ہونا ہے۔ اس طرح کہ اعضاء سے طرح طرح کے عبادات اور قربات اور اذکار پائے جائیں (کہ یہ سب برکاتِ شکر نعمت ہیں اور) اس کے بعد بندہ کا آخرت میں (سخنِ) رحمت الٰہی میں آنا اور بہشت میں انبیاء، صدیقین اور شہدا اور صالحین کے

ساتھ ہمیشہ رہتا ہے اور یہی اچھے رفیق ہیں۔

پھر اگر بندہ نے شکر نہ کیا اور دنیا کی زینتِ ظاہر پر فریفتہ ہوا اور اس کی لذتوں کو چکھا اور اس سراب کی (دھوکا دینے والی) لہر پر اور اس دنیا کی زینت سے جو بجلی چمکتی ہے، اس (کی چکا چوند) پر مطمئن ہوا (جس طرح کوئی) دنیا کے موسم گرما کی "نسیم سحر" پر اور دنیا کے سانپ اور بچھو کے چمڑے کی نرمی پر مطمئن ہو جائے اور ان کے عمق میں جو قاتل زہر رکھے گئے ہیں، ان سے غفلت کرے، اور دنیا کے مکر و حیلے کے جو پھندے کہ طالب دنیا کو پکڑنے، قید کر دینے اور ہلاک کر دینے کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں (ان پھندوں سے) غافل رہے۔ بس چاہیے کہ اس (شخص) کو (بلندی سے) نیچے گر جانے کی مبارکباد دی جائے اور جو ہلاکت اور محتاجی کہ اس پر ذلت و خواری کے ساتھ دنیا میں جلد آنے والی ہے، اور بھڑکتی ہوئی دوزخ کی آگ کا وہ عذاب جو آئندہ اس پر آنے والا ہے، اس کی بشارت اس کو دی جائے۔

اور لیکن گرفتاریٔ بلا کی چند صورتیں ہیں۔ کبھی (انسان) اپنے ہی "ارتکابِ معصیت پر" اور اپنی ہی نافرمانیوں کے مقابلہ پر بطور سزا بلاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اور کبھی گناہوں کے (اثر) کو مٹانے اور صاف کر دینے کے لئے بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اور کبھی (ابتلا) درجات کی بلندی کے لئے اور منازل عالیہ پر پہنچانے کے لئے (ہوتا ہے) تاکہ یہ شخص اصحاب معرفت سے اور اہل حالات و مقامات سے ملحق ہو جائے۔ اور معرفت حال و مقام والے وہ ہی لوگ ہیں جن پر پروردگارِ مخلوق کی عنایت سبقت کر گئی اور

جنہیں ان کے مولیٰ نے رفق والطاف کی سواریوں پر بلیات کے میدانوں کی سیر کرائی۔
اور جن کی حرکات وسکنات میں ملاحظہ رحم اور نظر لطف وکرم کی نسیم خوش گوار
سے آسائش بخشی، اس لئے کہ ان (بندگان حق) کو ابتلا میں ڈالنا (انہیں) ہلاک کرنے اور
طبقات دوزخ میں ڈالنے کے لئے نہیں تھا بلکہ بلا سے ان کی آزمائش کرنے (اور ان
کو مقبول وبرگزیدہ بنانے کے لئے تھا۔ اور اس (ابتلا) سے (اللہ عزوجل نے) ان
کے ایمان کی حقیقت کو ظاہر فرمایا۔ اور (ان کی) حقیقت ایمانی کو شرک خفی اور دعاوی
نفس اور نفاق سے (پاک و) صاف اور جدا کیا اور بلاؤں (میں مبتلا رکھنے) کے سبب
انہیں طرح طرح کے علوم واسرار وانوار کا حامل بنایا پھر جب یہ لوگ ظاہر و باطن میں
خالص ہو گئے اور ان کا باطن (کما حقہٗ) پاک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں (ان
کے) قلوب کے ساتھ اور آخرت میں (ان کے) جسموں کے ساتھ انہیں اپنے (مخلصین و)
خاصان وملازمان درگاہ اور ہم نشینان مجلس رحمت سے بنایا۔ پس بلائیں ان کے قلوب
کو شرک کے میل سے اور مخلوق اور اسباب اور آرزوؤں اور ارادہ کے علاقوں
سے پاک کرنیوالی ہیں اور (یہ اس) سبب سے ہیں کہ ان کا نفس پگھل جائے اور ہوس
کو اور طاعات وعبادات کے معاوضے یعنی بلند منازل و درجات فردوس طلب نہ
کرے اور گناہوں کے مقابلہ (میں) اور گناہوں کی سزا پانے کے لئے بلا کے
آنیکی علامت یہ ہے کہ (یہ شخص) بلا کے وقت صبر کیسے اور گھبرا جائے اور عامۃ مخلوق سے شکایت کرنے لگے، اور
اس ابتلا" کی نشانی جو گناہوں سے پاک صاف کرنے کیلئے ہو، یہ ہے کہ بلا کے وقت وجود صبر جمیل پایا
جائے اور دوستوں اور ہمسایوں کے پاس شکایت نہ کرے، نہ گھبراہٹ ظاہر کرے
اور ادائے احکام الٰہی اور طاعات میں پریشانی نہ ہو۔ اور جو ابتلا کہ بلندی درجات

(اور ترقی مقامات) کے لئے ہو، اس کی علامت یہ ہے کہ (ارادہ الٰہیہ میں) موافقت و رضامندی پائی جائے، نفس (ذکر الٰہی میں) قرار اور اللہ تعالیٰ کے فعل میں آرام پائے، کہ وہ پروردگار ہے زمین کا اور آسمانوں کا۔ اور (چاہیے کہ بندہ) بلاؤں کے دور کئے جانے اور ان کے ایام و ساعات کے گذر جانے تک بلاؤں میں فنا ہو جائے۔

مقالہ چھیالیسواں[۴۶]

حدیث قدسی جس کو میرے ذکر نے سوال کرنے سے باز رکھا

فرمایا (رضی اللہ عنہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول میں جو انہوں نے اپنے رب سے بیان کیا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) "جس شخص کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا ہے تو اس (شخص) کو اس سے زیادہ عطا کرتا ہوں جتنا کہ میں سوال کرنے والے کو دیتا ہوں"۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ کسی مومن کو مقبول و برگزیدہ بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے مختلف احوال میں چلاتا ہے اور انواعِ بلا و مصیبت و محنت سے اس کی آزمائش کرتا ہے، پھر (اسے) تونگری کے بعد محتاج کر دیتا ہے اور اس پر روزی کے راستے بند ہو جاتے ہیں تو اسے مخلوق سے رزق مانگنے کے لئے بے قرار کرتا ہے، پھر اسے سوال مخلوق سے بچا لیتا ہے، پھر اسے ان سے قرض لینے کے لئے مضطرب کر دیتا ہے (مگر) پھر قرض لینے سے بھی بچا لیتا ہے اور پھر اسے کسب کے لئے مضطر کر دیتا ہے اور کسب کو اس پر آسان کر دیتا ہے۔ اور وہ "مسنون کسب" سے کھاتا ہے۔ پھر اس پر کسب کو بھی دشوار کر دیتا ہے اور اس کے بعد اسے مخلوق سے سوال کرنے کا الہام کرتا ہے اور اسے سوال کے

لئے (ایسے) امرِ باطن کے ساتھ حکم کرتا ہے، جسے وہ جانتا اور پہچانتا ہے اور اس امر کی فرماں برداری کو اس کے لئے "عبادت" اور اس کے ترک کرنے کو اس کے لئے "معصیت" کر دیتا ہے (اور یہ اس لئے کہ) اس کی "نفسانیت" دور ہو جائے اور اس کا نفس ٹوٹ جائے اور یہ (ایک) حالتِ ریاضت ہے۔ پھر (اس حال میں) اس کا مانگنا (امر اور) جبر سے ہوتا ہے، خدا کے ساتھ شرک کے طور پر نہیں ہوتا۔ پھر امر سوال سے اس کو بچاتا ہے اور مخلوق سے قرض لینے کا حکم کرتا ہے اور یہ اس کے لئے حکم "قطعی" ہوتا ہے جسے چھوڑنا ممکن نہیں ہے۔ جس طرح کہ سوال ماقبل کو چھوڑنا ممکن نہ تھا۔ پھر اس کو اس سے بھی ہٹا دیتا ہے اور مخلوق سے جدا کر دیتا ہے اور (اب) اسے اللہ ہی سے سوال کرنے پر روزی دی جاتی ہے۔ (اور) پھر وہ اللہ سے اپنی تمام احتیاج میں سے ہر حاجت (کی چیز) کو مانگتا ہے اور اللہ اسے دیتا ہے۔ اگر وہ چپ رہتا ہے اور سوال کرنے سے اعراض کرتا ہے تو اسے نہیں دیتا (پس) اسے زبان سے سوال نہ کرنے اور دل سے سوال کرنے کی طرف پھیرتا ہے۔ اور پھر وہ دل میں اپنی احتیاج کی ہر چیز کا سوال کرتا ہے۔ پھر اسے عطا کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان سے سوال کرتا ہے تو اسے نہیں دیتا یا مخلوق سے سوال کرتا ہے تو مخلوق اسے نہیں دیتی۔ پھر اس کی خودی سے اور اس کے سوال سے ظاہر و باطن میں یکبارگی اسے "غائب" کر دیتا ہے پھر بلا طلب و سوال اور بغیر اس کے دخل کئے یا بغیر (اس کے کہ) اس کے دل میں خطرہ آئے، اس کو اکل و شرب اور تمام حوائجِ انسانی سے وہ چیزیں دیتا ہے جو اس کے حال کو بہتر اور (اس کے) کام کو درست بنا دیں (اس وقت) اس کا والی (خود) اللہ عزوجل ہو جاتا ہے (یہ ہی ہے) اس کے اس قول کے معنی (جو قرآن میں

فرمایا گیا ہے): "(کہہ دیجئے اے ہمارے نبیؐ) بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے قرآن نازل فرمایا۔ اور وہ (تمام) صالحین کا متولی ہے"۔ اور اس وقت یہ حدیث بھی (جسے رسول مقبول صلعم نے اپنے پروردگار سے فرمایا ہے): "جس (بندہ) کو میرے ذکر نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا، الخ" متحقق ہو جاتی ہے۔ یہ ہے (وہ) "حالتِ فنا" جو اولیاء اللہ اور ابدال کا "انتہائے حال" ہے۔ پھر کبھی اس کو تکوین (پیدائش اشیاء کی قوت) سپرد کی جاتی ہے (اور) پھر اس سے تمام اشیائے احتیاج اللہ کے اِذن سے پائی جاتی (یعنی باذن الٰہی اس کے لفظ "کن" سے پیدا ہوتی) ہیں۔ اور اللہ کی بعض کتابوں میں اس کا یہ قول ہے: "اے بنی آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں جس شے سے کہہ دیتا ہوں کہ 'ہوجا' بس وہ 'ہو جاتی' ہے (مجھ میں فنا ہو کر) تو (بھی) جس شے کو کہہ دے گا کہ 'ہوجا' بس وہ ہو جائے گی"!

مقالہ سینتالیسواں[۴۷]

قربت الٰہی کیلئے ابتدا و انتہا ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ایک بوڑھے شخص نے خواب میں سوال کیا اور کہا کہ وہ کیا چیز ہے جس کے سبب "بندہ اللہ سے نزدیک ہو جائے"۔ میں نے جواب دیا کہ اس کے لئے ابتدا و انتہا ہے۔ بس اس کی ابتدا ورع (اور تقوی و پرہیز گاری) ہے۔ اور اس کی انتہا رضا و تسلیم اور توکّل ہے۔

مقالہ اڑتالیسواں ۴۸

مومن کو اول کیا کام کرنا لازم ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) مومن کو لازم ہے کہ پہلے فرائض میں مشغول ہو، پھر جب ان سے فارغ ہو جائے، سنتوں میں مشغول ہو، اس کے بعد نوافل و فضائل میں مشغول ہو اور جب تک فرائض سے فارغ نہ ہو، سنتوں میں مشغول ہونا حماقت و رعونت ہے اور اگر فرائض سے پہلے سنن و نوافل میں مشغول ہو گا تو یہ (عبادت) قبول نہ ہو گی۔ اور وہ ذلیل کیا جائے گا۔ اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے کہ اسے بادشاہ اپنی خدمت کے لئے مدعو کرے اور وہ بادشاہ کی طرف نہ آئے اور اس امیر کی خدمت میں جا کھڑا ہو جو بادشاہ کا غلام اور خادم ہے اور بادشاہ کی قدرت و ولایت کے تحت میں ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نفل پڑھنے والا جس پر (ہنوز) فرض باقی ہے، اس کی مثال اس حاملہ عورت کی ہے جس کی مدت حمل پوری ہو چکی ہو اور نفاس کا وقت قریب آ گیا ہو اور وہ اسقاط حمل کر دے، پھر وہ نہ صاحب حمل رہی نہ صاحب اولاد"! اسی طرح اللہ اس نمازی کے نافلہ کو قبول نہیں کرتا، جب تک کہ وہ فرض کو ادا نہ کرے۔ اور نمازی مثل تاجر کے ہے کہ تاجر جب تک "راس المال" حاصل نہیں کرتا اسے نفع نہیں ملتا۔ بس نفل پڑھنے والا بھی ایسا ہی ہے کہ اس کی (عبادت) نافلہ قبول نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ فریضہ ادا نہ کر لے۔ اسی طرح وہ (شخص) ہے جس نے سنت کو چھوڑا اور (ان) نوافل میں

مشغول ہوا جو (نوافل) فرائض کے ساتھ معمول دائمی نہیں ہیں اور نہ شارع سے ان کی ادا پر کوئی تصریح اور تاکید آئی ہے۔ پس جملہ فرائض میں سے یہ ہے حرام کو چھوڑ دے اور خدا کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کرنے اور اس کی قضاو قدر پر اعتراض کرنے اور اجابت خلق اور اطاعت خلق کرنے اور اللہ کے امر اور اطاعت سے اعراض کرنے کو چھوڑ دے (کہ یہ سب فرائض ہیں) اور باقی (سب) نوافل (ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی تابعداری (جائز) نہیں ہے۔

مقالہ انچاسواں ۴۹

نیند کی برائی

فرمایا (رضی اللہ عنہ) بیداری پر، جو ہوشیاری اور آگاہی کا سبب ہے، جس نے نیند کو اختیار کیا، اس نے ناقص اور ادنیٰ چیز کو اختیار کیا اور مُردوں سے ملا۔ اور تمام مصالح (خیر) سے غفلت کی۔ اس لئے کہ نیند موت کی بہن ہے اور اسی لئے اللہ پر خواب جائز نہیں (مانا گیا) کیونکہ تمام نقائص اس سے دور رہیں۔ اور اسی طرح فرشتوں سے بھی نیند دور ہے کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے قریب ہیں۔ اور اسی طرح اہل جنت سے جب کہ وہ زیادہ بلند مرتبہ ہوں گے، اور زیادہ پاک، زیادہ نفیس اور زیادہ اعزاز کی جگہوں میں ہوں گے۔ نیند دور کی گئی ہے، اس سبب سے کہ نیند ان کی حالت کے لئے (موجب) نقصان ہے۔ پس تمام بھلائیوں میں سے بہتر "جاگنے" میں ہے اور سب برائیوں میں سے بدتر برائی "سو جانے" اور نیک کا موت

سے "غفلت" کرنے میں ہے۔ پس جو اپنی خواہش نفس سے کھائے گا وہ زیادہ کھائے گا، زیادہ پیئے گا اور زیادہ سوئے گا، تو بہت نیکیاں اور بھلائیاں اس سے فوت ہوں گی۔ اور جس نے حرام میں سے قدر قلیل بھی کھایا، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ہوائے نفس سے مباح چیز زیادہ کھالی۔ اس لئے کہ حرام (نور) ایمان کو ڈھانک لیتا اور تاریک کر دیتا ہے۔ جیسے کہ شراب عقل کو ڈھانک لیتی اور تاریک کر دیتی ہے۔ اور جب ایمان تاریک ہو گیا تو پھر نہ نماز ہے، نہ عبادت ہے اور نہ اخلاص ہے۔ اور جس نے امر الٰہی کے ساتھ حلال میں سے بہت کھایا وہ اس شخص کے مانند ہو گا جس نے حلال میں سے تھوڑا کھایا (اور اسی لئے کھایا) تاکہ عبادت میں ذوق اور قوت پائے۔ پس حلال نور در نور میں (ایک) نور ہے اور حرام ظلمتوں میں (ایک) ظلمت و تاریکی ہے۔ حرام میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں ہے۔ پھر بدون امر محض اپنی خواہش نفس سے "اکلِ حلال" بھی "اکلِ حرام" کی مانند ہے کہ یہ نیند لانے والا ہے۔ پھر اس میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے۔

مقالہ پچاسواں ۵۰

بُعدِ الٰہی سے قربِ الٰہی کس طرح حاصل ہو

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تیرا معاملہ دو اقسام سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اللہ عزوجل کے قرب سے غائب ہو گا یا اللہ سے قریب اور اس سے واصل۔ اگر تو اللہ سے غائب (اور دور) ہے تو کیا سبب ہے تیرے بیٹھ رہنے کا اور دین و دنیا کی نعمت اور دائمی عزت اور نفع عظیم اور کفایت کبریٰ اور سلامتی اور تونگری اور محبوبیت کے بڑے

حصے حاصل کرنے میں تیرے سستی کرنے کا۔ پس اٹھ اور دونوں بازوؤں سے اللہ کی طرف
جلد پرواز کر۔ ایک بازو حرام و مباح و لذات و شہوات اور آسائش سب کو چھوڑ دینا
ہے اور دوسرا بازو تکلیف اور مکروہات کو برداشت کرنا، فرائض کا ادا کرنا، عمل میں
سختی اٹھانی، مخلوق و خواہش نفس اور آرزو و ارادۂ دنیا و آخرت سے نکل جانا ہے یہاں
تک کہ قرب اور وصول الی اللہ (کے معرکہ) میں فتحیاب و ظفرمند ہو جائے۔ پھر اس وقت
جس شے کی تمنا کرے گا اسے پائے گا اور تجھے کرامت عظمیٰ اور عزت کبریٰ حاصل ہوگی۔ اور
(شاید) تو ان مقربین اور واصلین میں سے ہو جائے گا جن کو عنایت ربانی نے پا لیا اور
رعایت و مہربانی حق جن کے شامل حال ہوئی۔ اور محبت الٰہی نے جنہیں کھینچ لیا۔ اور
اس کی رحمت و بخشش نے جن کو گھیر لیا۔ پس اچھا ادب کر اور اپنے حال پر مغرور نہ ہو جا
کہ تو ادائے خدمت میں کمی کرنے لگے۔ اور آداب خدمت میں کوتاہی نہ کر اور عزت
اصلیہ، جہل اور ظلم اور عجلت کی طرف مائل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "امانت کو
انسان نے اٹھایا، بیشک انسان ظالم اور جاہل ہے۔" (اور فرمایا): "انسان جلد باز ہے"
(تو چاہئے کہ تو نے خواہش اور مخلوق و ارادہ و اختیار و تدبیر سے جس چیز کو چھوڑ دیا
اس کی طرف (پھر) مائل نہ ہو) اور قلب کی حفاظت کر کہ وہ بلا نازل ہونے کے وقت
صبر رضا اور موافقت (حق) کو نہ چھوڑے۔ بلکہ تو اللہ کے سامنے گیند کی طرح جسے سوار
اپنی چوگان سے پلٹتا ہے، اور غسال کے سامنے مردے کے طور پر، اور ماں اور دایہ
کی گود میں شیر خوار بچہ کی مانند پڑا رہ۔ اللہ کے سوا (جو کچھ ہے، سب سے) اندھا ہو جا
اور وجود، ضرر، نفع، عطا اور منع میں حق کے سوا کسی کو نہ دیکھ۔ اور تکلیف اور بلا
کے ہنگام میں تمام مخلوق اور اسباب کو (اپنے لئے) اللہ کا تازیانہ سمجھ، جس تازیانہ

سے وہ تجھے مارتا ہے اور نعمت وعطا کے وقت اس سے (یعنی اسی مخلوق واسباب سے) تجھے اللہ اس طرح کھلاتا ہے جیسے کہ اپنے ہاتھ سے (تجھے لقمہ کھلائے)۔

مقالہ اکیانواں ۹۱

زاہد کو دوہرا ثواب ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) زاہد جسے کے اعتبار سے دو مرتبہ ثواب دیا جائے گا اول دنیا کے ترک کرنے کی وجہ سے (جب کہ وہ دنیا کو) اپنی خواہش وموافقت نفس سے نہیں لیتا ہے (بلکہ) اسے محض حکم خدا سے لیتا ہے۔ پس جب زاہد سے اپنے نفس کی دشمنی اور اپنی خواہش کی مخالفت ثابت ہو جاتی ہے اور وہ محققین اور اہل ولایت میں شمار کیا جاتا ہے اور زمرۂ ابدال میں اور (جماعۃ) عارفین باللہ میں داخل کیا جاتا ہے تو اس وقت زاہد کو حکم ان اقسام (نعم) کے لینے اور ان سے تعلق (قائم) کرنے کا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ (اب اس حال میں) وہ جسے (نعمتوں کے) اس کے لئے ضروری ہیں۔ یہ اس کے غیر کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں (یہ ازل سے مقدر ہو چکے) اور اس پر "قلم خشک" ہو گیا۔ اور علم اس پر سے گزر گیا۔ پھر زاہد جب (قبول نعم کے) اس حکم کو "بجا لیتا ہے"۔ یا پھر علم الہی پر مطلع ہو جاتا ہے۔ پھر تقدیر اور فعل الہی کے اپنے شان میں جاری ہونے کے سبب (ان نعمتوں سے ملتبس ہوتا) اور ان سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اس میں نہ اس کا دخل ہو نہ اس کی خواہش کا نہ ارادہ کا اور نہ ہمت کا (کوئی لگاؤ ہو) تو زاہد کو اس بلا قصد وارادہ "لینے" کے سبب سے دوہرا ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس حال میں فعل حق کی موافقت یا امر حق کی بجا آوری کا

کررہاہے۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ آپ نے ایسے شخص پر ثواب دینے کا قول کیونکر اطلاق کیا جو بڑے مقام میں ہے اور جس کا آپ نے اس طرح ذکر کیا کہ وہ (ان) عارفین وابدال کے زمرہ میں داخل کیا گیا ہے جن میں تصرف کیا گیا ہے (اور وہ) مخلوق اور نفس اور خواہشات اور ارادہ سے اور حصہ اور آرزو اور جزائے اعمال کے لینے سے فانی ہیں۔ اور یہ لوگ اپنی (تمام) طاعتوں اور عبادتوں کو اللہ کا فعل، اس کی نعمت اور رحمت اور توفیق اور سہولت سے ہی دیکھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں اور بندہ اپنے مولیٰ پر کوئی حق نہیں رکھتا کیونکہ بندہ اپنی ذات سے اور اپنی (تمام) حرکات وسکنات اور اپنے (ہر) کسب سے اپنے مولیٰ کی ملک ہے (جب یہ ہے) تو پھر کیوں کر اس کے حق میں کہا جائے گا کہ "وہ ثواب دیا جائے گا۔ حالانکہ وہ اپنے کام کا بدلہ اور ثواب (کچھ) نہیں چاہتا۔ اور وہ کسی عمل کو اپنی طرف سے نہیں دیکھتا بلکہ اعمال کے لحاظ سے اپنے کو بطّال بیکار اور مفلسوں سے زیادہ مفلس دیکھتا ہے، تو اِس (استفسار) کے جواب میں کہا جائے گا کہ تو نے سچ کہا، لیکن (حقیقت یہ ہے) کہ اللہ تعالیٰ اسے (محض) اپنے فضل سے ثواب پہنچاتا ہے اور اپنی نعمت کے ناز میں اسے رکھتا ہے اور اپنے لطف ومہربانی اور رحمت واحسان بخشش سے اس کی پرورش کرتا ہے۔ کیونکہ اس نے مصالح نفس اور نفس کے جو حصے باقی ہیں اور آخرت میں جمع ہیں، ان کی تلاش اور نفس کے لئے جلب منفعت اور دفع مضرت کرنے سے (دنیا میں) اپنے ہاتھ کو روک لیا ہے، وہ شیر خوار بچہ کی طرح ہو گیا ہے۔ جس میں اپنے نفس کی مصلحتوں کے لئے کوئی جنبش نہیں ہے اور جسے خدا کے فضل اور ماں باپ

کے ہاتھوں پہنچنے والے رزق کے ساتھ ناز و نعمت میں رکھا گیا ہے اور ماں اور باپ (خدا کی طرف سے) اس (بچہ) کے ضامن اور وکیل ہیں۔ پھر جب اللہ نے (اپنے اس بندہ) کو نفس کی مصلحتوں سے (بے نیاز اور) یکسو کر دیا تو مخلوق کے دلوں کو (اس کی طرف جھکا دیا اور) اس پر (مخلوق کو) مہربان کر دیا۔ اور (اپنی) رحمت وشفقت کو (لوگوں کے) قلوب میں (اس کے لئے) پیدا کر دیا کہ پھر ہر شخص اس پر مہربانی کرتا ہے اور اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ احسان کرتا ہے۔ پس ہر (اس) شخص کی یہی حالت ہے جو اللہ کے "سوائے" سے فانی ہوا جسے اللہ کے امر و فعل کے سوا کوئی بھی حرکت اور جنبش نہیں دیتا۔ اور (یہ بندہ) دنیا و آخرت میں اللہ کے فضل سے واصل ہے اور وہ دونوں عالم میں ناز و نعمت کے ساتھ رکھا گیا ہے اُس سے تکلیف دور کر دی گئی ہے اور اللہ کا فضل ہر حال میں اس کا کفیل ہو گیا ہے۔ اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: "کہہ دو کہ اللہ میرا مددگار ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جو صالحین کو دوست رکھتا ہے۔"

مقالہ باونواں ۵۲

بعض اولیاء اللہ پر بلا نازل ہونیکا سبب

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ مومنین میں سے ایک گروہ کو جو احباب (محبانِ خدا) اہل ولایت و معرفت سے ہیں، انہیں بلا میں مبتلا کرتا ہے مگر اس لئے کہ ان کو بلا کی وجہ سے سوال (دعا) کی طرف لوٹائے۔ پھر جب (وہ) سوال

کرتے ہیں تو اللہ ان کے سوال کو پسند کرتا ہے (اور ان کے سوال کے بعد پھر ان کے سوال کی) قبولیت کو دوست رکھتا ہے تاکہ کامل جود و کرم کی ان پر عطا اور بخشش کرے کیونکہ (خود) جود و کرم، جب کہ مومن سوال کرتا ہے، اللہ سے اجابت و قبولیت (دعائے مومن) کی استدعا کرتے ہیں کبھی دعا قبول ہو جاتی ہے (مگر) مقصود، عدم اجابت و حرمان (نصیبی) کی وجہ سے نہیں بلکہ تاخیر قدر کے سبب سے فوراً حاصل نہیں ہوتا بس چاہیئے کہ بندہ بلا نازل ہونے کے وقت ادب کرے اور ترک اوامر اور ارتکاب نواہی کے اندر اپنے ظاہر و باطن گناہوں کو تلاش کرے اور (دیکھے) کہ کہیں تقدیر پر تو چون و چرا نہیں کی (تھی) کیوں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو بمقابلہ گناہ (بلا میں) مبتلا کیا جاتا ہے۔ پھر اگر بلا دور ہو گئی مقصود حاصل ہو گیا۔ ورنہ چاہیئے کہ دعا اور تفرع اور عذر خواہی کرنے میں ہمیشہ (مشغول) رہے اور اس پر مداومت کرے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا ابتلا اسی لئے ہو کہ وہ خدا سے سوال کرتا رہے۔ اور قبولیت (دعا) میں تاخیر ہونے پر (ایسا نہ کرے) کہ خدا پر تہمت لگائے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

مقالہ ترپنواں ۵۳

خوشنودی الٰہی طلب کرنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اللہ سے طلب کرو، رضا بالقضا کو یا فعل مولیٰ میں فنا ہو جانے کو۔ کیونکہ یہی "راحت کبریٰ" اور دنیا کے اندر تنہا "جنت عالیہ" اور قرب الٰہی کا "باب عالی" ہے۔ اور بندۂ مومن کے لئے (یہی) سبب محبت الٰہی کا ہے۔ پھر اللہ نے جسے دوست رکھا، اس پر دنیا و آخرت میں عذاب نہیں کرے گا۔ اس

(رضاو فنا) میں (کیا ہے ؟) خدا سے ملنا، خدا کی طرف پہنچنا اور خدا (کے ذکر) سے آرام پانا۔
(بس) ان حصوں اور مقسومات کی تلاش میں (تم) مشغول نہ ہو جاؤ۔ جو یا تو تمہارے لئے تقسیم
نہیں کی گئی ہیں یا تقسیم کر دی گئی ہیں۔ جو تقسیم نہیں کی گئی ہیں، ان کی تلاش میں مشغول ہونا حمق
اور عونت اور جہالت اور اشدِ عقوبات میں سے ایک "عذاب سخت" ہے۔ جیسا کہ کہا گیا
ہے کہ: "عذابوں میں سخت عذاب اس چیز کو طلب کرنا ہے جو مقسوم میں نہیں ہے۔" اور
(اگر وہ حظوظ و اقسام تمہارے لئے) تقسیم کر دی گئی ہیں تو پھر (ان کی تلاش و طلب میں)
مشغول ہو جانا لالچ اور حرص اور عبودیت، محبت و حقیقت کے مرتبہ میں "شرک" ہے۔
اس لئے کہ (یہ ماسوا اللہ ہے اور) اللہ کے ماسوا میں مشغول ہونا "شرک" ہے۔ اور قسمت
(مقسوم) کو تلاش کرنے والا" اللہ کی محبت اور دوستی میں صادق نہیں ہے۔ پھر جس نے
اللہ کے ساتھ اس کے غیر کو اختیار کیا بس وہ کذاب ہے اور اپنے عمل پر اجرت کا طلب
کرنے والا ہرگز مخلص نہیں ہے۔ مخلص وہ ہے جس نے اللہ کی عبادت (اس کی) ربوبیت
کا حق ادا کرنے کے لئے کی، اور اس لئے عبادت کی کہ اللہ عزوجل مالک اور سزاوار
عبادت ہے۔ اور اللہ ہی اس کا مالک اور مستحق۔ اس کے ہر عمل و طاعت کا ہے۔ اور
بندہ کی تمام چیزیں تمام حرکات و سکنات اور تمام کمائیاں (صرف) اللہ ہی کی ہیں اور
بندہ اور اس کی ملکیتیں حقیقت میں اللہ ہی کی ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہم نے کئی جگہ
بیان کیا کہ (بیشک) تمام عبادات اللہ کی جانب سے ہیں۔ اور بندہ پر نعمت اور اس
کا (بہت بڑا) فضل ہیں۔ کیونکہ اللہ ہی نے اسے عبادت کی توفیق دی اور اس کو (ادائے
عبادت پر) قادر کیا (جب یہ حقیقت ہے تو) عبادت پر عوض اور جزا طلب کرنے سے
بہتر اور اولیٰ یہی ہے کہ بندہ اللہ کے شکر میں مشغول ہو جائے! پھر کس طرح تو (دنیا

کے اندر) حصہ نفس کو طلب کرنے میں مشغول ہو گا (جب کہ حال یہ ہے کہ) تو اکثر مخلوق کو دیکھتا ہے کہ جس وقت ان کے پاس دنیا کے حصے زیادہ ہوتے ہیں اور لذتیں اور نعمتیں اور حصے ان کی طرف متواتر اور پے در پے آتے ہیں تو اپنے پروردگار کے ساتھ ان کا کفران نعمت اور خدا پران کی گرمی اور غصہ (بڑھ جاتا ہے) اور (ان کے) اندوہ و پریشانیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ اور اپنے حصے کے علاوہ جو حصے کہ ان کی قسمت میں نہیں ہیں، ان کی طرف محتاجی ان (لوگوں) کی بڑھ جاتی ہے، اور جو حصے کہ ان کے پاس ہیں (یہ لوگ) ان کو حقیر اور صغیر اور قبیح سمجھتے ہیں اور دوسروں کے حصوں کو اپنے قلوب میں بڑا اور اچھا دیکھتے (اور سمجھتے) اور ان کو طلب کرنے لگتے ہیں۔ ان کی عمریں گذر جاتی ہیں اور ان کی قوتیں سست ہو جاتی ہیں اور ان کے سن وسال بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کے مال ختم ہو جاتے ہیں اور ان کے جسم تھک جاتے ہیں اور ان کی پیشانیاں عرق عرق ہو جاتی ہیں اور ان کے نامۂ اعمال سیاہ ہو جاتے ہیں، گناہوں کی کثرت سے اور ان "حصوں" کی تلاش میں بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے اور احکام الٰہی کے ترک ہو جانے سے! تو بھی وہ (دوسروں کے) یہ حصے نہیں پاتے۔ اور (ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ) دنیا سے "خالی ہاتھ" چلے جاتے ہیں۔ "نہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے" خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ (دنیا کا بھی خسارہ اٹھاتے ہیں اور آخرت کا بھی) انہوں نے ان چیزوں میں اللہ کا شکر ادا نہیں کیا جنہیں اللہ نے ان کے حصے میں سے انہیں دیا تھا۔ (اور اس طرح) ان سے اللہ کی عبادت میں (وہ) مدد لیتے۔ اور دوسروں کے حصوں سے جو چیز چاہتے تھے، انہوں نے اس کو (بھی) نہیں پایا، بلکہ (حاصل کرنے کی بجائے) انہوں نے اپنی دنیا و آخرت

کو ضائع کر دیا۔ بس یہی (وہ) لوگ ہیں (جو "بدترین مخلوق" ہیں اور از روئے عقل و بصیرت یہ لوگ اجہل اور احمق ہیں اور خسیس ترین (اشخاص میں) سے ہیں۔ اگر وہ قضا پر راضی رہتے اور عطائے پروردگار پر قناعت کرتے اور احسن طاعت مولیٰ بجا لاتے تو بیشک ان کے پاس دنیا کے حصے سختی اور مشقت کے بغیر آجاتے۔ اس کے بعد خدائے برتر و بزرگ کے جوار رحمت میں ان کو منتقل کیا جاتا۔ پھر اس کے قریب وہ اپنی ہر مراد اور آرزو کو پالیتے! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں کر دے جو قضا پر راضی ہوئے اور اپنے سوال کو اس کے مطابق بنایا اور رضا اور حفظ حال اور ان چیزوں کی توفیق کے خواستگار ہوئے جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور جن سے کہ وہ راضی ہے۔

مقالہ چونواں

زہد اور زاہد کی تعریف

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جو آخرت کو چاہتا ہو، اس پر واجب ہے کہ دنیا کو چھوڑ دے۔ اور جو اللہ کو چاہتا ہے اس پر واجب ہے کہ آخرت کو چھوڑ دے۔ بس (چاہیے کہ) ترک دنیا، آخرت کے لئے، اور ترک آخرت اپنے پروردگار کے لئے کرے! پھر جب تک اس کے قلب میں باقی رہے گی کوئی شہوت، شہواتِ دنیا سے اور کوئی لذت، لذاتِ دنیا سے یا تمام اشیاء کی راحات میں سے طلب کسی راحت کی جیسے کہ ماکول و مشروب اور ملبوس اور نکاح اور سواری اور سکونت اور حکومت اور ریاست کی (راحتیں) اور طلب فنون علمیہ سے کسی درجۂ علم کی اور فقہ سے عبادات

حمہ کے ماتوق کی اور روایات حدیث کی اور رُواۃ (مختلف ہفت قرآت) کے ساتھ قرآت قرآن کی اور نحو اور نعت اور فصاحت وبلاغت کی اور (آرزو) زوال فقرو محتاجی اور حصول غنا و تونگری کی، بلائیں اور آفتیں دور ہونے کی، عافیت و آرام آنے کی، فی الجملہ نقصان کے جانے اور نفع کے آنے کی (توان میں سے کسی طلب و خواہش کے ہوتے ہوئے) وہ شخص (ہرگز) "زاہد حق" نہیں ہے۔ کیونکہ ان اشیاء میں سے ہر ایک میں لذات نفس اور موافقتِ ہوائے نفس اور راحت طبع اور محبت طبع ہے اور یہ کل چیزیں (از قبیل) دنیا ہیں جن میں وہ اپنی بقا کو پسند کرتا ہے اور ان (چیزوں) سے دنیا میں سکون وطمانیت حاصل ہوتی ہے۔ بس (مومن کو) یہ سزاوار ہے کہ ان سب کو قلب سے نکال دینے کی کوشش کرے اور ان کے (دل سے) دور کر دینے اور ان کی جڑ نکال دینے کے لئے اپنے نفس کی گرفت کرے اور نفس کو نیستی اور افلاس اور فقر دائمی پر راضی رکھے تا کہ ان میں سے کسی چیز (کی محبت) قلب میں چھوارے کی گٹھلی چوسنے کے برابر (بھی) باقی نہ رہے اور اس (زاہد حق) کا "زہد دنیا" خالص ہو جائے جب (اس کا) زہد پورا ہو گیا تو غم اور پریشانیاں (اس کے) دل سے اور سختی (اس کے) باطن سے نکل جائے گی اور آرام اور خوشی اور اللہ سے انس (یہ سب) آجائے گا۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "زہد دنیا میں قلب کو اور جسم کو راحت دیتا ہے"۔ بس جب تک ان میں سے کوئی شے قلب میں باقی رہے گی، اس میں غم اور پریشانیاں اور خوف و ترس (یہ سب) قائم رہیں گے اور ذلت اس کے لئے لازم ہوگی۔ اور اللہ عزوجل اور اس کے قرب سے تہ برتہ اور کثیف حجاب (قائم) ہوگا۔ اور یہ سب پردے نہیں کھلیں گے جب تک کہ کمال درجہ زوال

حُبّ دنیا نہ ہو جائے گا اور پورا قطع علائق نہ ہو جائے گا۔ اور (زہد فی الدنیا کے بعد
مومن) پھر "زہد آخرت" کو اختیار کرے اور (آخرت کی) بڑے درجے اور بلند منزلیں
حور و غلمان اور قصر اور بالاخانے، باغ اور سواری اور لباس اور زیور اور کھانا
اور پینا اور ان کے سوا وہ چیزیں جو اللہ نے اپنے مومن بندوں کے لئے (جنت
میں) مہیا رکھی ہیں (ہرگز) طلب نہ کرے۔ اور اللہ سے اپنے عمل پر (کسی) اجر و ثواب
کا دنیا و آخرت میں (قطعاً و قاطبۃً) طالب نہ ہو (تو ایسی حالت میں پھر وہ اللہ کو اپنی
جانب سے رحمت اور فضل کے طور پر اس کا پورا پورا اجر دینے والا پائے گا۔ اور اللہ
اسے اپنا "مقرب" اور "نزدیک تر" بنائے گا اور اس پر لطف فرمائے گا اور طرح طرح
کے الطاف و احسان کے ساتھ اس سے اپنا تعارف کرائے گا۔ جس طرح کہ اپنے رسلؑ
اور انبیاءؑ اور اولیاء اور خواص اور احباب عارفین کے ساتھ اس کی عادت
جاری ہے اور بندہ (اس وقت) اپنی آخر حیات تک ہر روز اپنے کام میں ترقی پر
رہے گا۔ اس کے بعد آخرت میں ایسی چیزوں کی طرف منتقل کیا جائے گا: "جن کو نہ
کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی قلب بشر پر خطرہ گذرا۔" (اور یہ ایسی
چیزیں ہیں) جن کے سمجھنے سے عقلیں کوتاہ (اور عاجز) اور جن کے (اظہار و) بیان
سے عبارتیں قاصر ہیں۔

مقالہ پچپنواں ۵۵

ترک حظوظ کے مراتب

فرمایا (رضی اللہ عنہ) لذات و حظوظ نفس کو ترک کرنیکے تین مرتبے ہیں۔

پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے جہل کے اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتا ہوا تمام احوال میں اپنی طبیعت سے (ہی) تصرف کرتا ہے۔ اور (یہ تصرف ہوتا ہے) اپنے پروردگار کے بلا تعبّد (بلا بندگی) اور شرع کی مہار سے جو اس کو پھیر سکے بے علاقہ اور حدود شرعیہ میں سے کسی ایسی حد کی پابندی کئے بغیر جس کے سبب (تصرف طبع سے وہ خود ہی) رک جائے۔ پھر اس حال میں اللہ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہے اور اپنے مخلوق "عباد صالحین" میں سے ایک واعظ (مرشد) کو اس کی طرف بھیجتا ہے اور اس کی ذات میں جو "لمۂ ملک" اور (جو) واعظ ہے اس کا جوڑ (اور شریک کار) اس "بندہ واعظ" کو بنا دیتا ہے۔ پھر یہ دونوں واعظ بندہ کے نفس پر اور اس کی طبیعت پر ظفر مند اور فتحیاب ہو جاتے ہیں۔ اور نصیحت (اس کی) طبیعت میں تاثیر کر جاتی ہے۔ پھر نفس پر اس کا اپنا عیب یعنی شرع کی مخالفت کرنے اور "طبیعت" (و ہوا) کی سواری پر سوار رہنے کی برائی ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر نفس اپنے تمام "تصرفات" میں (اتباع) شرع کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ مسلم بندہ شرع پر قائم اور طبیعت سے فنا ہو جاتا ہے اور دنیا کے حرام کو اور مشتبہ چیزوں کو اور احسانِ مخلوق کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اکل و شرب اور لباس و نکاح اور مسکن اور اپنے تمام احوال اور ضروریات میں مباحات حقّہ اور حلال شرعیہ کو اختیار کرتا ہے تاکہ "بنیاد" کی حفاظت کرے اور عبادت پروردگار کی قوت و طاقت حاصل کرے اور تاکہ اس حصہ کو پورا لے لے جو اس کا مقسوم ہے۔ اور (یہ حصہ) اس سے تجاوز نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے دنیا سے نکل جانے کی کوئی راہ لینے اور پورا پانے اور

اس مے ملتبس ہونے سے پہلے نہیں ہے۔ اور پھر وہ ہر حال میں حلال و مباح شرع
کی سواری پر سیر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ سواری اسے "آستانِ ولایت" تک پہنچا دیتی
ہے اور اسے محققین اور خواص اور اہل عزیمت اور مریدان حق (اللہ کے چاہنے والوں)
کے زمرہ میں داخل کرتی ہے۔ پھر وہ "حکم" سے کھاتا ہے اور اس وقت اپنے باطن میں
خدا کی جانب سے یہ آواز سنتا ہے کہ: "اپنے نفس کو چھوڑ اور آجا" اگر خالق کو چاہتا
ہے تو خواہشات نفس اور مخلوق کو چھوڑ دے اور اپنی دونوں نعلیں (یعنی) دنیا و آخرت
کو اتار دے اور تمام ہستیوں سے اور تمام موجودات سے اور آئندہ پیدا ہونے والی
چیزوں سے اور اپنی تمام آرزوؤں سے خالی ہو جا۔ اور تمام تعلقات سے برہنہ اور ہر
چیز سے نیست ہو جا۔ اور توحید پر، ترک شرک پر اور صدق ارادت پر خوش ہو جا
پھر خاموشی سے ادب کے ساتھ سر جھکائے ہوئے "بساط قرب" میں قدم رکھنے کی جگہ میں
داخل ہو جا! (اور اپنے) داہنی جانب کہ آخرت ہے اور بائیں طرف کہ دنیا اور مخلوق
اور لذات نفس (رہیں۔ ان) کی طرف نظر نہ اٹھا۔ پھر جب بندہ اس مقام میں داخل ہوا
اور (اس مقام میں اس کا) "وصول" متحقق ہو گیا، تو اس کے پاس اللہ کی طرف سے
خلعت آئیں گے، اور علوم و معرفت اور انواع فضل کے انوار اُسے ڈھانک لیں گے۔
پھر اسے کہا جائے گا کہ خدا کے فضل اور نعمت سے اختلاط کر اور ترک تلبس (ترک
اختلاط نعمت) اور ترک قبول (نعمت) سے بے ادبی نہ کر۔ اس لئے کہ نعمت شاہی کو رد
کرنا، بادشاہ پر دباؤ ڈالنا اور بارگاہ شاہی کی تحقیر کرنی ہے۔ اور اس وقت بندہ بغیر
دخل اپنی ہستی کے فضل اور قسمت الٰہیہ کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اس سے قبل وہ اپنی ہوا
اور نفس سے مختلط رہا کرتا تھا۔ پھر (اس سے) کہا جاتا ہے کہ نعمت اور فضل سے مل جا۔

پھر حظوظ اور قسمتوں کے لینے میں بندہ کی چار حالتیں ہیں۔ اول اپنی خواہش طبع سے لینا. اور یہ حرام ہے۔ دوسرے حکم شرع کے ساتھ لینا، یہ مباح اور حلال ہے۔ تیسرے حکم باطن کے ساتھ لینا، یہ ولایت اور ترک ہوائے نفس کی حالت ہے۔ چوتھے اللہ کے فضل سے لینا، یہ ارادہ کے زوال اور بدالیت کے حصول اور (مرید سے) مراد بن جانے، اور تقدیر جو فعل حق ہے اس پر قائم ہوجانے کی حالت ہے۔ اور یہ (حالت بدلیت) حالت علم (مقدرات الہٰیہ) اور (حقیقت) صلاح سے متصف ہوجانے کا سبب ہے۔ پس جو اس مقام (بدلیت) میں فائز ہوا، حقیقت میں صالح کا مسمّٰی وہ ہی شخص ہوگا۔ اور یہ ہی مطلب اللہ عزوجل کے اس قول کا ہے: "میرا والی وہ اللہ ہے جس نے قرآن نازل کیا، اور وہ صالحین کا متولی ہے"۔ پس "صالح" وہ بندہ ہے جس کا ہاتھ اپنے مصالح و منافع کو حاصل کرنے اور اپنے سے ضرر و فساد کو دور کرنے سے رک گیا ہے. جیسے" دایہ کے ساتھ طفل شیر خوار اور غسال کے ساتھ (غسل پانے والا) مردہ"! پھر دست قدرت اس کی تدبیر و اختیار کے بغیر اس کی پرورش کا ذمہ دار ہوجاتا ہے اور اب وہ ان سب سے فانی ہوا۔ اس کے لئے کوئی حال کوئی مقام اور کوئی ارادہ نہیں ہے بلکہ قیام اس کا قدر کے ساتھ ہے۔ کبھی اسے بسط ہے اور کبھی قبض ہے، کبھی اسے غنی (اور بے نیاز) کردیتا ہے اور کبھی محتاج۔ اور وہ ان (چیزوں) کو اختیار نہیں کرتا اور ان کے زوال و تغیر و تبدیلی کی آرزو نہیں رکھتا بلکہ (اس کا حال قضائے الٰہی کے ساتھ) ہمیشہ خوش رہتا اور فعل الٰہی کے ساتھ ہمیشہ موافقت کرتی ہے۔ اور یہ ہی وہ آخری مقام ہے جہاں احوال اولیاءؒ و ابدالؒ منتہٰی ہوتے ہیں۔

- - - - - - - -

مقالہ چھپنواں ۵۶

مخلوق اور دنیا و آخرت کی خواہشات سے فنا ہو جانے کے بعد کا نتیجہ

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جب بندہ فنا ہو جاتا ہے، مخلوق اور خواہش اور نفس اور ارادہ اور دنیا و آخرت کی آرزوؤں سے! اور اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں چاہتا اور تمام چیزیں اس کے قلب سے خارج ہو جاتی ہیں تو وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ اس کو مقبول و برگزیدہ بنا دیتا ہے اور اس کو دوست رکھتا ہے اور اسے اپنی مخلوق کا محبوب بنا دیتا ہے، اور اس بندے کو ایسا کر دیتا ہے کہ وہ اللہ کو اور اللہ کے قرب کو دوست رکھتا ہے اور اس کے فضل سے "صاحب نعمت" ہو جاتا ہے اور اس کی نعمتوں میں کروٹ بدلتا ہے، اور اللہ اس پر اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور اسے مژدہ دیتا ہے کہ یہ دروازے اس پر بند نہیں کئے جائیں گے، پھر بندہ اس وقت اللہ کو اختیار کرتا ہے اور اللہ عزوجل کے ارادہ کے ساتھ ارادہ اور اس کی تدبیر کے ساتھ تدبیر کرتا ہے، اور وہ ہی چاہتا ہے جسے اس کی مشیت چاہتی ہے اور اس کی رضا پر راضی ہوتا ہے، اور اسی کے حکم کو، نہ کہ اس کے غیر کے حکم کو بجا لاتا ہے، اور اللہ کے غیر کو نہ "وجوداً" دیکھتا ہے نہ فعلاً، پھر اس وقت جائز ہے کہ اللہ اس سے کوئی وعدہ کرے اور ادائے وعدہ کا اظہار اس پر نہ کرے اور بندے کو وہ شے نہ پہنچے جس کے پہنچنے کا اس نے وہم و گمان کیا تھا، اس لئے کہ خواہش اور ارادہ اور طلبِ لذاتِ نفس کے زائل ہونے کے ساتھ ہی "غیریت" زائل ہو چکی اور (اب) وہ فی نفسہٖ حق سبحانہٗ تعالیٰ

کا فعل و ارادہ بلکہ اسی کی مراد بن گیا ہے۔ پھر (اس مقام میں) اس کی طرف نہ "وعدہ" کی نسبت کی جاتی ہے نہ خلاف وعدہ کی۔ کیونکہ یہ صفت اس کی ہے جس کا ارادہ اور خواہش باقی ہے۔ پس اس وقت بندے کے حق میں اللہ عزوجل کا وعدہ اس شخص کے قول کی طرح ہو جاتا ہے جس نے کسی کام کے کرنے کا اپنی ذات میں ارادہ کیا اور اس کی نیت کی اور پھر اپنے ارادہ کو دوسرے کام کی طرف مثل ناسخ و منسوخ کے ان چیزوں میں بدل دیا (جیسے کہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ: "جو چیز کسی آیت سے ہم منسوخ کرتے یا فراموش کرا دیتے ہیں تو ہم اس (آیت) کی مثل اور یا اس سے (بھی) بہتر لے آتے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"! جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارادے اور خواہش سے پاک کیے گئے تھے۔

بعض مواضع کے سوا جن کا ذکر یوم (غزوہ) بدر کے قیدیوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے (یہ کہ) "تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم"۔ اور آپ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب اور مراد تھے (تو یہ فعل الٰہی ہی تھا) آپ کو ایک حالت اور ایک وعدہ پر نہیں چھوڑا بلکہ (اللہ عزوجل) آپ کو تقدیر کی طرف لے گیا، اور تقدیر کی باگ آپ کی طرف چھوڑ دی اور تقدیر میں آپ کو پھرایا اور پلٹایا اور اپنے اس قول سے آپ کو متنبہ فرمایا: "کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ یعنی آپ تقدیر الٰہی کے دریا میں ہیں۔ وہ اس کی موجیں آپ کو ادھر سے ادھر پھرا رہی ہیں۔ پس ولی کے کام کی انتہا نبی کے

کام کی ابتدا ہے۔ اور ولایت اور ابدالیت کے (آخری مقامات) کے بعد نبوت کے سوا کوئی مقام نہیں ہے۔

مقالہ ستّانوانؐ

قبض و بسط کی تشریح!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تمام احوال میں قبض ہے۔ کیونکہ ولی کو ان (احوال) کی حفاظت کا حکم دیا جاتا ہے۔ اور جس چیز کی حفاظت کا حکم دیا جاتا ہے وہ "قبض" ہے اور قدر کے ساتھ قائم رہنا کل کا کل "بسط" ہے۔ اس لئے کہ اس (قیام مع القدر) میں ولی کے قدر کے ساتھ موجود رہنے کے سوا کوئی اور شے نہیں ہے، جس کی حفاظت کا اسے حکم دیا جائے، پس ولی پر لازم ہے کہ تقدیر میں جھگڑا نہ کرے بلکہ موافقت کرے اور جو چیز کہ اشیائے تلخ و شیریں سے اس کے لئے (قضا و قدر سے) جاری ہو اس پر نزاع نہ کرے۔ اور تمام "احوال محدود" ہیں۔ اس لئے ان کی حفاظت حدود کا حکم کیا گیا اور فعل الٰہی جو تقدیر ہے اس کی حد نہیں ہے، جس کی حفاظت کی جائے۔ اور قدر و فعل اور بسط کے مقام میں بندے کے داخل ہونے کی علامت یہ ہے کہ حظوظ (ولذات نفس) کے ترک پر اور (اختیار) زہد پر مامور ہونے کے بعد بندہ کو کبھی ان حظوظ کے (طلب و سوال) کا پھر حکم دیا جاتا ہے اس لئے کہ جب اس کا باطن حظِ نفس سے پاک ہو گیا اور اس میں اس کے (پروردگار) کے سوا (کچھ) باقی نہ رہا۔ تو اب بسط آ گیا۔ (اور حظوظ کو طلب کرنے اور ان سے مختلط رہنے کا حکم دیا گیا) اور جو چیزیں کہ اس کی قسمت کی ہیں جن کا لینا اور پہنچنا اس کے سوال کے ساتھ اس کے لئے ضروری

ہے ان چیزوں کا سوال کرنے اور ان کی آرزو کرنے کا پھر اسے حکم دیا گیا تاکہ اللہ
کے نزدیک اس کی جو کرامت و منزلت ہے اور حق عزوجل کا اس پر اجابت دعا اور
قبولیت سوال) سے جو (فضل و) احسان ہے وہ متحقق ہو جائے۔ اور (حصص و) حظوظ
کے سوال پر زبان کا کھول دینا، یہ اکثر "قبض" کے بعد "بسط" کی علامت ہے۔ اور احوال
اور مقامات اور حفظ حدود کے تکلف سے نکل جانا یہ انوار بسط کی علامت (اور بسط کا
آجانا) ہے۔ پھر اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ کلام زوال تکلیف شرعی پر اور قائل زندقہ ہونے
پر اور اسلام سے خارج ہو جانے پر دلالت اور خدا تعالیٰ کے اس قول کا رد کرتا ہے
کہ "اپنے پروردگار کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے موت آجائے۔" تو جواب دیا جائے گا کہ یہ
کلام اس پر دلالت نہیں کرتا، نہ اس کی طرف پہنچاتا ہے بلکہ (حقیقت یہ ہے) کہ اللہ
زیادہ کرم اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اور اپنا ولی اللہ کو بہت پیارا ہے۔ اور (اللہ کی
شانِ کرم یہ نہیں ہے) کہ اپنے ولی کو نقصان اور شرع و دین کی کسی خرابی کے مقام میں
داخل کرے، بلکہ اللہ عزوجل اسے تمام (ان) چیزوں سے بچاتا ہے، جن کا ذکر کیا گیا،
اور اس کو لوٹاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور حدود شرعیہ کی محافظت
پر اسے جبر دار اور راست کردار بنا دیتا ہے۔ پھر اسے "عصمت" حاصل ہوتی ہے
اور حدود شرعی بے تکلف اور بے مشقت اس سے محفوظ رہا کرتی ہیں۔ اور وہ اپنے
پروردگار کے قرب میں اس کے حصول سے غائب (اور فائز المرام) ہے۔ اللہ عزوجل
نے فرمایا: "اسی طرح ہم نے (حضرت) یوسفؑ سے بدی کو پلٹ دیا (تھا) وہ بیشک ہمارے
مخلص بندوں میں سے ہیں۔" اور فرمایا: "بیشک میرے خاص بندوں" پر (اے شیطان)
تیرا غلبہ نہیں ہے۔" اور فرمایا: "مگر اللہ کے مخلص بندوں کو (شیطان گمراہ نہ کر سکے گا)۔"

بس اے مسکین! (سمجھ لے کہ) ولی خدا کا محمول (خدا کی آغوش رحمت میں اٹھایا ہوا) اور اس کی "مراد" ہے اور وہ ہی اپنے قرب و لطف کی آغوش میں اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر شیطان اُس (ولی) کے پاس کہاں سے پہنچے گا؟ اور قبائح و مکروہات شرعی اس کی طرف (جانے کا) راستہ کس طرح پائیں گی؟ گویا تو نے (ولی کے) کھانے پینے کو تو بہت دور رکھ دیا اور اس کے قرب (الٰہی) کی تعظیم کر دی۔ اور (ایسا) قول قطعی جو ادب سے (اور حقیقت سے بسا بعید ہے) کہہ دیا ہلاکت ہو، ایسی خسیس اور دنی ہمتوں پر۔ اور ایسی عقول ناقصہ بعیدہ اور (ایسی) آرائے فاسدہ و خلل انداز پر۔ اللہ ہم کو اور تم کو اور بھائیوں کو مختلف گمراہیوں سے اپنی قدرت شاملہ اور الطاف کاملہ اور رحمت واسعہ سے بچائے۔ اور اپنے ایسے پردہ ہائے تامہ سے ہمیں چھپالے جو گناہوں سے بچانے والے اور ان سے "محفوظ" رکھنے والے ہیں۔ اور اپنی کامل نعمتوں اور اپنے دائمی افضال کے ساتھ اپنے احسان سے ہمارا پروردگار ہماری پرورش فرماتے!

مقالہ اٹھاونواں ۵۸

ہر جہت سے نظر کو روکنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اپنے آپ کو تمام جہتوں (اور طرفوں) سے اندھا بنا لے، کسی شے کو (بھی) جہات میں سے مت دیکھ (صرف مولیٰ کو دیکھ) بس جب تک تو کسی چیز کی طرف دیکھتا رہے گا، تجھ پر اللہ عزوجل کے فضل اور قرب کی راہ نہیں کھلے گی۔ بس تمام جہتوں کو بند کر دے، خدا کی توحید کے ساتھ اور اپنے نفس و علم کو مٹانے اور فنا کر دینے کے ساتھ! اس وقت تیرے "قلب کی آنکھ" میں خدا کے "فضل عظیم

کی جہت کھل جائے گی۔ اس وقت تو اس جہت کو اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے نورِ قلب و ایمان و یقین کی روشنی میں دیکھے گا۔ پھر اس وقت اس "نورِ شمع" کے مانند جو اندھیرے گھر، اندھیری رات میں گھر کے روزنوں اور سوراخوں سے ظاہر ہوتا ہے اور جس اندر کی روشنی سے باہر کا گھر روشن ہو جاتا ہے (بس اسی طرح) تیرے باطن سے تیرے ظاہر پر، یہ نور (قلب) پیدا اور ہویدا ہو گا۔ پھر (تیرے) نفس اور اعضاء اللہ کے وعدہ اور عطا پر آرام پائیں گے، غیر کے وعدہ اور عطا پر (آرام) نہ پائیں گے۔ پس اپنے نفس پر رحم کر ظلم نہ کر اور اسے جہل اور رعونت کی تاریکی میں (اس طرح) مت ڈال کہ تو جہات اور مخلوق اور حول و قوت اور کسب اور اسباب کی طرف پھر نظر کرے اور ان پر (پھر) بھروسہ کرے (اگر ایسا کرے گا) تو یہ جہات (نورانی) تجھ سے بند ہو جائیں گی۔ اور اللہ کے فضل کی جہت تجھ پر نہیں کھلے گی۔ یہ عقوبت اور بدلہ ہے، "غیر" کی طرف نظر کرنے کے شرک کا۔ پھر جب تو خدا کو ایک اور یکتا جانے گا اور اس کے فضل پر (ہی) نظر کرے گا اور اس سے ہی امید رکھے گا نہ کہ اس کے غیر سے اور اپنے آپ کو اس کے "ماسوائے" سے اندھا بنا لے گا، تو اللہ تعالےٰ تجھے مقرب بنا لے گا اور تجھے زیادہ نزدیک کر لے گا۔ اور تیری پرورش اور تجھ پر رحم کرے گا اور کھلائے گا اور پلائے گا اور (تیری) دوا کرے گا اور تجھے شفا دے گا اور تجھ پر عطا کرے گا اور غنی بنا دے گا اور مدد کرے گا، اور حاکم بنا دے گا۔ پھر تجھے خلق اور نفس سے محو کر دے گا اور تجھے فنا کر دیگا۔ اس کے بعد تو (کچھ) نہ دیکھے گا نہ اپنے فقر کو نہ اپنے غنا کو۔

. . . .

مقالہ انسٹھواں ۵۹

بلا پر صبر اور نعمت پر شکر کرنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تیرا حال ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تیری بلا کی حالت ہوگی یا نعمت کی۔ اگر بلا (کی) ہے تو تجھ سے مطالبہ کیا جائے گا، "بہ تکلف" صبر کرنے کا اور یہ ادنیٰ ہے۔ اور (مطالبہ کیا جائے گا) "بلا تکلف" صبر کرنے کا اور یہ اعلیٰ ہے۔ پھر (بلا پر) راضی رہنا اور فعل حق سے موافقت کرنی، اس کے بعد فنا ہوجانا یہ (حالت) ابدال اور عارفین عالم باللہ کے لئے ہے۔ اور اگر حالت نعمت ہے تو اس میں تجھ سے مطالبہ کیا جائے گا شکر کرنے کا۔ اور شکر زبان اور دل اور جوارح (اعضاء) سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن شکر زبانی "اقرار کرنا نعمت کا ہے، اس طور سے کہ یہ نعمت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور نعمت کی مخلوق کی طرف اور اپنے نفس اور حول و قوت اور حرکت و کسب کی طرف نسبت نہ کرنی نہ ان کی طرف (نسبت نعمت) کرنی کہ جن کے ہاتھوں سے نعمت آتی ہے۔ اس لئے کہ تو اور یہ تمام (ظاہری ذریعے) صرف سبب اور آلہ اور وسیلے نعمت (آنے) کے ہیں۔ اور بیشک نعمتیں تقسیم کرنیوالا (نعمتوں کو) پیدا اور جاری کرنے والا (ان کا) فاعل اور مسبّب وہی اللہ عزوجل ہے اور جب نعمت کا بانٹنے والا وہی پیدا کرنے والا وہی اور جاری کرنے والا وہی اللہ ہے تو بس "وہی" اس کے غیر سے (زیادہ) سزاوار ہے کہ اسی کا شکر ادا کیا جائے۔ جیسے کہ "ہدیہ" لانے والے غلام کو نہیں دیکھا جاتا (بلکہ "ہدیہ بھیجنے والے" مالک کی طرف نظر کی جاتی ہے) جن کی (یہ) نظر نہیں ہے ان کے حق میں اللہ عزوجل

نے فرمایا: "وہ دنیا کی حیات ظاہری" کو جانتے (اور دیکھتے ہیں) اور یہی لوگ آخرت سے غافل ہیں"۔ پس جس نے ظاہر اور سبب کی طرف دیکھا اور اس کے علم اور اس کی معرفت، حقیقت تک نہ پہنچا پس وہ جاہل اور برا اور عقل سے قاصر ہے۔ عاقل کو عاقل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر کام کے انجام (حقیقت) کو دیکھتا ہے۔ لیکن "شکر قلبی" زکیہ ہے)، پس مضبوط ومحکم واستوار "عقد قلبی" کے ساتھ اس بات پر ہمیشہ یقین رکھے (یہ دل کا شکر ہے) کہ جتنی چیزیں حرکات وسکنات (سے) اور ظاہر وباطن میں نعمتوں اور منافع ولذات سے اپنے ساتھ ہیں، یہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ہیں، اس کے غیر کی جانب سے نہیں ہیں۔ اور اپنی زبان سے (یہ) اقرار اور شکر کرنا (گویا) دل سے شکر کی تعبیر (وترجمانی) کرنی ہے۔ بیشک اللہ عزوجل نے فرمایا: ہر ایک چیز جو تمہارے پاس ہے (پس) وہ اللہ (ہی) کی نعمت ہے"۔ اور فرمایا: "اللہ نے تم پر اپنی ظاہری وباطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں"۔ اور فرمایا: "اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم (ان کا احاطہ وشمار) نہ کر سکو گے۔ پس ان (دلائل) سے (ثابت ہو گیا) کہ مومن کو نعمت دینے والا اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں ہے، اور (دل وزبان سے شکر کے علاوہ) "اعضاء سے شکر" ادا یہ ہے کہ اعضاء کو (صرف) اس کی طاعت میں حرکت دے اور استعمال کرے، اس کے غیر کسی مخلوق کی طاعت میں! پس جس چیز میں "اللہ سے روگردانی" ہو، اس پر مخلوق میں سے کسی ایک کی اطاعت نہ کرے اور "خلق" نفس اور خواہش اور ارادہ اور آرزو اور تمام مخلوق کو شامل ہے (پس) خدا کی اطاعت کو اصل اور متبوع اور امام بنا، اور اس کے سوا (سب) کو فرع اور تابع اور پیرو بنانا چاہیے۔ اگر تو اس کے خلاف کرے گا تو تو راستی سے ہٹا ہوا، ظلم کرنے والا اور اللہ کے (اس) حکم کے بغیر حکم کرنے والا جو

(حکم کو) اسکے مومن بندوں کیلئے رکھا گیا ہے، اور صالحین کی راہ پر نہ چلنے والا ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: "جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی چیز کیساتھ حکم نہ کریں یہی لوگ کافر ہیں"۔ اور دوسری آیت میں فرمایا: "جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی چیز کے ساتھ حکم نہ کریں وہ ہی "ظالم ہیں"۔ اور ایک اور آیت میں فرمایا: "وہ ہی لوگ فاسق ہیں"۔ پھر (ایسے کفر وظلم اور فسق کی وجہ سے) تیری انتہا (تیرا آخری ٹھکانا) وہ آگ ہے "جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں"۔ اور (تیری) حالت یہ ہے کہ تو دنیا میں ایک گھنٹے کے بخار اور آگ کی ایک چھوٹی سی چنگاری پر صبر نہیں کر سکتا۔ پھر تو دوزخ میں ہمیشہ دوزخیوں کے ساتھ رہنے پر کس طرح صبر کر سکے گا۔ (لوگو!) بھاگو، جلدی کرو، جلدی کرو! اللہ کی پناہ لو (یس بلا اور نعمت) دونوں حالتوں اور ان کے شرائط کو یاد رکھ۔ اس لئے کہ تو تمام عمر کسی ایک (حالت) سے خالی نہیں ہے۔ یا (تو) بلا میں ہے یا نعمت میں۔ پس ہر حال (بلا یا نعمت) کا حصہ اور حق صبر وشکر سے ادا کر جس طرح کہ میں نے تجھ سے بیان کیا (اگر) بلا کی حالت ہو تو ہرگز کسی مخلوق کی طرف شکایت نہ لے جا اور ہرگز کسی پر بیقراری ظاہر نہ کر اور اپنے باطن میں پروردگار پر ہرگز تہمت نہ لگا اور اس کی حکمت پر اور دنیا و آخرت میں (اس کے) تیرے لئے زیادہ بہتر چیز اختیار کرنے پر ہرگز شک نہ لا۔ اور اپنی بلا کو دور کرنے میں خدا کی مخلوق سے کسی کی جانب ہرگز اپنی ہمت کو نہ لے جا (ایسا کرنا) یہ تیرا خدا کے ساتھ "شرک" کرنا ہے۔ خدا کے ساتھ اس کے ملک میں کوئی کسی شئے کا مالک نہیں ہے (خدا کے سوا) نہ کوئی نقصان پہنچانے والا ہے، نہ نفع دینے والا ہے، نہ اٹھانے والا ہے، نہ دور کرنے والا ہے، نہ لانے والا ہے، نہ بیمار بنانے والا ہے، نہ بلا نازل کرنے والا ہے، نہ صحت دینے والا ہے، (اور) نہ اچھا کرنے والا! بس تو "خلق" کے ساتھ نہ ظاہر میں مشغول ہو نہ باطن میں۔ اس لئے کہ مخلوق تجھے ہرگز کسی شے میں اللہ سے

بے نیاز نہ کرے گی۔" بس صبر و رضا، موافقت (مولیٰ) اور اللہ عزوجل کے فعل میں فنا ہو جانے کو لازم کرے۔ اور ان سب سے اگر تو محروم رکھا گیا ہو تو تجھ پر واجب ہے کہ تو خدا سے آہ و زاری کے ساتھ استغاثہ و فریاد کرے اور (اپنے) گناہوں کا اقرار کرے اور شومیٔ نفس پر داد چاہے اور خدا کی پاکی بیان کرے اور اس کی توحید کا اور اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور "شرک" سے (ہر طرح) بری ہو جائے۔ اور صبر و رضا اور موافقت حق کی طلب کرے۔ یہاں تک کہ "نوشتہ" (تقدیر) اپنی مدت کو پہنچ جائے"۔ پھر بلا اور سختی دفع ہو جائے اور نعمت و کشائش اور خوشی و سرور آ جائے۔ جیسے کہ اللہ کے نبی حضرت ایوبؑ کے حق میں ہوا تھا۔ اور جیسے کہ رات کی سیاہی جاتی ہے، اور دن کی روشنی آتی ہے۔ جاڑے کی سردی جاتی ہے اور گرمی کی نسیم (خوش گوار) اور بہار آ جاتی ہے! اس لئے کہ ہر شے کے لئے ضد اور خلاف اور غایت و انتہا اور مدت ہے۔ پس صبر (دفع مصیبت) کے لئے کنجی اور اس کی ابتدا، و انتہا اور اس کی خوبی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "صبر ایمان کے لئے ایسا ہے جیسے کہ جسم کے لئے "سر ہے"۔ اور دوسرے لفظ میں حدیث آئی ہے کہ: "صبر پورا پورا ایمان ہے"۔ اور شکر کبھی اختلاط نعمت سے (ادا) ہوتا ہے اور وہ نعمت تیرے مقسوم، حصے ہیں بس "قضا" اور "زوال خواہش" کی حالت میں تیرا شکر کرنا ان حصوں کے ساتھ حدودِ شرعی کی حفاظت و نگہداشت کرتے ہوئے تیرا اختلاط کرنا ہے۔ اور یہ حالت ابدال کی ہے اور انتہائی حالت ہے۔ پس اس سے جو میں نے تیرے لئے بیان کیا ہے نصیحت حاصل کر۔ تاکہ تجھے راستہ دکھایا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مقالہ ساٹھواں[۶۰]

سیر الی اللہ و فی اللہ و من اللہ کی تشریح

فرمایا (رضی اللہ عنہ) بندہ کا اپنی عادات طبعی کو چھوڑ کر مشروع چیزوں کو اختیار کر لینا، یہ سلوک کی ابتدا ہے۔ پھر مقدرات الہیہ کی طرف آجانا، یہ دوسرا درجہ ہے۔ پھر نگہداشت حدود شرعی کے ساتھ عادات طبعی کی طرف پلٹ آنا، یہ تیسرا درجہ ہے۔ بس اس (تیسرے) درجہ میں تو اپنے "معہود" یعنی ماکول و مشروب و ملبوس اور نکاح کرنا اور مکان بنانا اور باقی وہ امور جنہیں (تو) اپنی عادات و طبع سے کیا کرتا تھا، انہیں (یا تو اب) حکم شرع کی وجہ سے کرے گا یا نہی کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اور تمہارے پاس جو چیز کہ رسول (صلعم) لائے ہیں بس اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روک دیا ہے اس سے باز رہو" اور یہ فرمایا: "کہہ دیجئے (اے رسول صلعم) کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع (میری پیروی) کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا" پھر تو ظاہر و باطن میں اپنی خواہش اپنے نفس اور اس کی سرکشی سے فنا کر دیا جائے گا۔ پھر تیرے باطن میں اللہ کی توحید کے سوا اور تیرے ظاہر میں امر و نہی (کے موافق) اللہ کی اطاعت اور عبادت کے سوا کچھ نہ رہے۔ پھر یہ حالت "تیرے رات اور دن میں (تیرے) حرکت و سکون اور سفر و حضر میں، صحت و مرض میں، شادی و غمی میں اور تیرے کل احوال میں، تیرے ظاہر و باطن کا جامہ اور تیرا طریقہ ہو کر رہے گی۔ پھر تو "قدر" کے مقام میں لایا جائے گا۔ پھر تجھ میں قضا و قدر کا تصرف ہو گا۔ پھر تو اپنی کوشش اور مشقت اور اپنے

حول و قوت سے "فنا" ہو جائے گا۔ پھر وہ حصے تیری طرف پہنچائے جائیں گے (جنہیں تیرے لئے لکھ کر) "قلم خشک ہو گیا ہے" اور "جن پر علم الٰہی گذر گیا ہے"۔ پھر تو ان "اقسام" (نعمت) سے مختلط رہے گا۔ اور اس (حصہ ہائے نعمت سے اختلاط کرنے) میں تجھے حفاظت اور سلامتی عطا کی جائے گی۔ پھر ان میں (تیرے لئے) حدود شرعی کی نگہداشت ہو گی اور (تجھے) فعل مولیٰ سے موافقت حاصل ہو گی اور (اس مقام میں) تجھ سے قاعدہ شرع (اس طرح) نہیں ٹوٹے گا کہ تو زندقہ (الحاد) کی طرف یا حرام شئے کو مباح کرنے کی طرف مائل ہو جائے، یا (ان) "مامور" کی (جن کے لینے کا حکم ہوا ہے) امانت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی البتہ اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ اور فرمایا: "ہم نے اس طرح سے کیا (تاکہ حضرت یوسفؑ سے برائی اور فحش کو لوٹا دیں۔ بیشک وہ ہمارے بندگان مخلص میں سے ہیں"۔ پھر اللہ کی رحمت سے "وقت لقا" (وقت موت) تک حمیت و حفاظت (الٰہی) تیرے ساتھ رہے گی۔ اور معہود طبع چیزیں تیرے حصے (ہیں) اور تیرے لئے موجود رکھے گئے ہیں۔ مگر تیرے سیر و سلوکِ طریقت میں طبیعت کے میدان اور خواہش و عادات کے جنگل کو (تیرے) قطع کرنے کے وقت تجھ سے اس لئے روک لئے گئے ہیں کہ وہ بوجھ اور بار ہیں، تجھے بوجھل اور پھر سست نہ کر دیں اور آستانہ "فنا" تک پہنچنے کے وقت تیرے مقصود و مطلوب سے (تجھ کو) لوٹا نہ دیں۔ اور یہی "عتبہ فنا" "قرب الٰہی تک پہنچنے کا (وسیلہ) ہے اور معرفت حق کا اور اسرار و علوم سے مختص ہونے کا اور انوار کے سمندروں میں داخل ہونے کا (تیرے لئے) باعث ہے، اس لئے کہ "ظلمت طبائع" انوار کو ضرر نہ دے گی۔ پھر جب تک کہ روح جسم سے جدا نہ

ہو جائے۔ طبیعت (ان) اقسام کو پورا پورا لینے کے لئے باقی رہتی ہے، کیونکہ اگر "طبیعت" آدمی سے زائل ہو جائے گی تو (پھر) وہ فرشتوں میں جا ملے گا، اور "نظام عالم" ٹوٹ جائے گا اور حکمت الٰہی باطل ہو جائے گی۔ پس طبیعت کچھ میں اس لئے باقی رہی ہے تاکہ تو (مذکورہ) "حصوں" اور "حظوظ" کو پورا پورا لے لے، اور عادت طبعی کا باقی رہ جانا، یہ بطور وظیفہ کے ہے، اصلی طور پر نہیں ہے۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "تمہاری دنیا سے تین چیزیں میری دوست بنائی گئی ہیں، خوشبو، عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہیں"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا و ما فیہا سے فنا ہو گئے تو "سیر الی اللہ" کے وقت جو حصے آپ سے روکے گئے تھے وہ (اب اس "سیر من اللہ" میں) آپ کی طرف لوٹائے گئے۔ پھر آپ نے موافقت حق اور رضا مندی فعل حق اور بجا آوری امر الٰہی کی حالت میں ان (حصوں) کو پورا لے لیا۔ اللہ کے نام مقدس ہیں اور اس کی رحمت عام ہے اور اس کا فضل تمام انبیاء اور اولیاء کو شامل ہے۔ پس اس باب میں ہر ولی کا ایسا حال ہے، کہ اس کے فنا ہو جانے کے بعد اس کی جانب اس کے "حصے" اور "حظوظ" "حفظ حدود (شرع) کے ساتھ لوٹائے جاتے ہیں۔ پس "نہایت" سے "ہدایت" کی طرف رجوع (اور واپسی ہونے) کے یہی معنی ہیں!

مقالہ اکسٹھواں[۶۱]

مومن کسی چیز کو لینے میں توقف اور تفتیش کرتا ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) ہر مومن اقسام (حصص) کے حاضر ہو جانے کے وقت

ان کے لینے اور قبول کرنے میں توقف اور تفتیش کرنے کے لئے مکلف ہے یہاں
تک کہ حکم (شرع) ان کے مباح ہونے کی اور علم ان کے "مقسوم" ہونے کی شہادت دے
جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہ مومن "تحقیق" کرنیوالا اور منافق جلدی لے
لینے والا ہے" اور فرمایا (آنحضرت) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے: "مومن توقف کرنیوالا ہے"
اور فرمایا: "جو چیز تجھے "شک" میں ڈالے اس کو چھوڑ دے۔ اور جو چیز "شک" میں نہ ڈالے
(اسے) اختیار کر"۔ پس مومن (اپنے حصے کے) "کل قسم" کھانے پینے اور لباس پہننے اور نکاح کرنے
میں اور تمام اشیاء جو اس پر کھولی جاتی ہیں، ان کے لینے میں توقف کرتا ہے۔ پھر اگر
مومن حالت تقویٰ میں ہے تو نہیں لیتا، یہاں تک کہ شرع ان کے لینے کے جواز کا، یا
امر باطن (انکے) لے لینے کا حکم کرے اگر مومن حالت "ولایت" میں ہے یا اگر "ابدالیت" یا "غوثیت" کے مقام میں ہے تو علم
یا فعل الٰہی کہ جو "قدر محض" ہے، وہ (لے لینے کا) حکم کرے اور حالت ابدالیت اور غوثیت "فنائے محض" کی حالت ہے پھر اس (ایک

دوسری حالت آتی ہے یعنی جب اس کے پاس "حصہ" آتا ہے اور وہ (اس کے لئے) فتح
ہو جاتا (کھل جاتا ہے) تو جب تک امر باطن یا علم قدر یا حکم شرع منع نہ کرے وہ (اس حصہ
کو) لے لیتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی چیز معارضہ کرتی ہے تو لینے سے رک جاتا اور حصہ
کو ترک کر دیتا ہے اور یہ حالت اولیٰ کی ضد ہے۔ حالت اولیٰ میں اس پر توقف
کرنا اور دیر کرنا غالب تھا اور حالت ثانی میں اس پر لینا اور "فتوحات" سے مختلط ہونا
غالب ہے۔ پھر (ایک) تیسری حالت آتی ہے۔ اس (حالت) میں مذکورہ اشیائے ثلاثہ
(حکم، امر، علم) میں سے کسی ایک کے اعتراض کے بغیر محض لینا اور نعمتوں سے جو (چیز)
اس پر کھولی گئی ہے، اس کے ساتھ "اختلاط" کرنا (غالب) ہے۔ اور یہ فنا کی (پوری)
حقیقت ہے۔ پھر مومن (اس حالت میں) تمام آفات سے اور حدود شرع کی شکست سے

محفوظ اور تمام برائیوں سے دور اور مامون رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہم نے (حضرت) یوسفؑ سے برائی اور بدی (فحش) کو لوٹا دیا۔ بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں"۔ پھر بندہ شکست حدود شرع سے حفظ (وسلامتی) کے ساتھ اس "غلام مفوض" کی طرح ہو جاتا ہے جسے تمام کام سپرد کئے گئے۔ اور (جسے) مولیٰ کی طرف سے اذن ہے (اسی طرح) مباحات میں اسے (آزاد) چھوڑ دیا جاتا ہے (اور) اس کے لئے تمام بھلائی آسان کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس اس کے حصے سے جو چیز آتی ہے، آفات کدورت اور دنیا و آخرت کی سختیوں سے صاف اور ارادہ و رضا و فعل الہیہ کے موافق ہوتی ہے۔ اس سے بالاتر کوئی اور حالت نہیں ہے اور یہی غایت ہے۔ اور یہ حالت ان اصحابِ اسرار اور (ان) خالص مخلص سادات اولیائے کبار کی ہے جنہیں احوال انبیاءؑ کے "عتبہ عالیہ" تک رسائی نصیب ہوئی ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مقالہ باسٹھواں[۶۲]

محبت اور محبوب میں

فرمایا (رضی اللہ عنہ) بڑا تعجب ہے کہ تو بہت کہا کرتا ہے کہ فلاں مقرب بنایا گیا اور میں دور رکھا گیا۔ فلاں کو دیا گیا اور میں محروم رکھا گیا۔ فلاں غنی بنایا گیا اور میں محتاج بنایا گیا۔ فلاں تندرست رکھا گیا اور میں بیمار بنایا گیا۔ فلاں بزرگ بنایا گیا اور میں حقیر رکھا گیا۔ فلاں کی تعریف کی گئی اور میری مذمت کی گئی۔ فلاں سچا بنایا گیا اور میں جھوٹا بنایا گیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ واحد ہے اور واحد محبت میں وحدت اور یکتائی کو پسند کرتا ہے اگر اللہ غیر کے ذریعہ سے تجھے اپنے فضل و رحمت سے قریب کر دے تو (پھر) خدا سے

تیری محبت کم ہوجائے گی۔ اور (خدا اور اس کے غیر پر) تقسیم ہوجائے گی۔ اس وجہ سے کہ بسا اوقات تجھ میں اس شخص سے محبت پیدا ہو گی جس سے مواصلت کا اور جس کے ہاتھ سے نعمت پہنچنے کا اظہار ہوا ہے۔ (اور) پھر اللہ کی محبت تیرے دل سے کم ہوجائے گی (لیکن) اللہ عزوجل غیور ہے، "شریک" کو پسند نہیں کرتا۔ بس (یہ وجہ ہے کہ) اس نے غیر کے ہاتھ کو تیرے صلۂ رحمی سے اور اس کی زبان کو تیری حمد و ثنا سے اور اس کے پاؤں کو تیری طرف آنے سے روک دیا ہے تاکہ اس کے سبب تو خدا سے روگردان نہ ہو۔ کیا تو نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا قول نہیں سنا کہ "قلوب (انسانی) کی پیدائش اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے احسان کرنے والوں سے محبت، اور برائی کرنیوالوں سے بغض رکھتے ہیں"۔ بس اللہ مخلوق کو تجھ پر ہر طرح کے احسان کرنے سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ تو اسے یکتا جانے اور اسی کو دوست رکھے۔ اور تو اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ (اپنے تمام) حرکات و سکنات میں (ہر طریقہ سے) اللہ ہی کے لئے ہوجائے پھر تو نہ دیکھے خیر کو مگر اسی کی طرف سے اور نہ دیکھے شر کو مگر اسی کی جانب سے! اور تو مخلوق اور نفس اور خواہش اور آرزو اور سب ماسوائے مولیٰ" سے فنا ہوجائے (جب تو ایسا ہو جائے گا تو) پھر تیری طرف ہاتھ عطا و بخشش و فراخی کے ساتھ کھول دیئے جائیں گے۔ اور زبانیں تیری حمد و ثنا کے ساتھ کھول دی جائیں گی۔ پھر اللہ تعالےٰ تجھے دنیا میں، اس کے بعد عقبیٰ میں ہمیشہ ناز و تنعم کے ساتھ رکھے گا۔ بس بے ادبی نہ کر اور اس ذات کی طرف دیکھ جس کی نظر تیری طرف ہے، اور اس کی جانب توجہ کر جو تیری طرف متوجہ ہے۔ اور اس کو دوست رکھ جو تجھے دوست رکھتا ہے، اور اسے جواب دے جو تجھے پکارتا ہے، اور اسے اپنا ہاتھ دے جو گرنے سے تجھے

بھاتا، اور ظلمات جہل سے تجھے نکالتا، اور ہلاکت سے تجھے نجات دیتا ہے!۔ اور نجاست سے تجھے دھوتا اور میلوں (اور آلائشوں سے) تجھے پاک کرتا ہے اور تیرے نفس مردار" کی بدبو اور تیرے ردی ارادوں سے تجھ کو خلاصی دیتا ہے اور "نفس امارہ" کی برائی سے تجھ کو رہا کرتا ہے۔ اوران لوگوں سے رہائی دیتا ہے جو تیرے بھٹکے ہوئے، گمراہ کرنے والے ساتھی (یعنی) تیرے شیطان ہیں اوران سے جو تیرے جاہل دوست راہ حق کے ایسے ڈاکو ہیں جو تمام نفیس، قیمتی اور عزیز چیزوں کے اور تیرے درمیان حائل ہیں۔ (بس) کب تک تو عادات میں مقید اور مخلوق میں گرفتار (رہے گا) کب تک خواہش کی پیروی اور (اپنے مولیٰ سے) سرکشی کرے گا. کب تک دنیا وآخرت اور غیر مولیٰ میں پابند (رہے گا)؟ تو ہر شے کے خالق سے اور ہر شے کے وجود میں لانے والے سے کہاں دور پڑا ہے؟ (یاد رکھ کہ) اول وآخر ظاہر وباطن وہی ہے، مرجع ومادیٰ اسی کی طرف ہے اور قلوب اور ارواح کی طمانیت اور بوجھوں کا اتر جانا اور عطا واحسان کرنا (سب) اس کے (قبضہ و) قدرت میں ہے!

مقالہ تریسٹھواں ۶۳
معرفت کی ایک قسم

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میں نے خواب میں دیکھا، گویا کہ میں کہہ رہا ہوں :- اے باطن میں اپنے پروردگار کے ساتھ نفس کو شریک کرنے والے! اور ظاہر میں اس کی مخلوق کو اور عمل میں اپنے ارادہ کو شریک بنانے والے! بس ایک شخص نے جو

میرے پاس تھا، کہا: "یہ کیا کلام ہے"؟ میں نے جواب دیا: "یہ (کلام) معرفت کی ایک قسم ہے"!

مقالہ چونسٹھواں ۶۴

موت ابدی، حیات ابدی

فرمایا (رضی اللہ عنہ) مجھے ایک دن ایک امر نے تنگ کیا اور اس کے دباؤ میں نفس نے حرکت کی اور اس (تنگی) سے راحت و کشائش کا، اور نکل جانے کا، طلبگار ہوا پھر مجھ سے کہا گیا: "تو کیا چاہتا ہے"؟ میں نے کہا: "ایسی موت چاہتا ہوں جس میں حیات نہیں اور ایسی حیات چاہتا ہوں جس میں موت نہیں"! پھر کہا گیا: "وہ موت کون سی ہے جس میں حیات نہیں اور وہ حیات کیا ہے جس میں موت نہیں"؟ میں نے جواب دیا: "وہ موت جس میں حیات نہیں، وہ میرا اپنی ہم جنس مخلوق سے مرجانا ہے۔ اس طرح کہ میں انہیں نفع و نقصان میں نہ دیکھوں، اور میرا مرجانا دنیا و آخرت میں اپنے نفس اور خواہش اور آرزو سے اس طرح (ہے) کہ میں ان سب میں زندہ رہوں، اور میں ان میں پایا نہ جاؤں، اور لیکن وہ حیات جس میں موت نہیں، وہ میرا اپنے رب کے فعل میں "زندہ" رہنا ہے۔ اس طرح کہ میرا وجود نہ ہوا اور اس میں "میرا مرجو" وجود حق کے ساتھ میرا موجود رہتا ہو"! بس میرا یہ چاہنا سب چیزوں سے زیادہ نفیس تھا، جب سے کہ میں نے ہوش سنبھالا!

مقالہ پینسٹھواں [۶۵]

اجابت دعا کی تاخیر میں خدا پر ناخوش نہ ہونے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) قبولیت دعا میں تاخیر ہو جانے کے سبب اپنے پروردگار پر یہ اظہار ناخوشی کیوں ہے کہ تو کہتا ہے کہ: "مجھ پر مخلوق سے سوال کرنے کو حرام اور خالق سے سوال کرنا واجب کیا گیا، اب جو میں اس سے سوال کرتا ہوں تو وہ قبول نہیں کرتا۔" بس تجھ سے پوچھا جاتا ہے کہ آیا تو آزاد ہے یا غلام؟ اگر کہے کہ "میں آزاد ہوں" تب تو کافر ہے، اور اگر کہے کہ "میں غلام ہوں" تو تجھ سے کہا جائے گا کہ (اپنی) دعا کے دیر میں قبول ہونے کی وجہ سے تو اپنے پروردگار پر تہمت لگاتا ہے۔ اور اس کی اس رحمت میں جو تیرے اور تمام مخلوق کے ساتھ ہے اور اس کے علم میں جو سب (مخلوق) کے احوال کے ساتھ ہے، شک کرتا ہے۔ اگر (تو) غیر متہم ہے (پروردگار پر تہمت نہیں لگاتا ہے) اور اس کی حکمت، اس کے ارادہ کا اور تاخیر اجابت (دعا) میں تیرے لئے اس کی مصلحت کا (تجھے) اقرار ہے تو بس تجھ پر اس کا شکر واجب ہے۔ کیونکہ اس نے (شاید) تیرے لئے زیادہ ترصلاح حال اور نعمت اور دفع فساد کو پسند کیا ہو۔ اگر تو اس حال میں اس پر تہمت لگاتا ہے، تب تو اس پر تہمت لگانے کی وجہ سے کافر ہے۔ کیونکہ اس پر تہمت لگا کر تو نے اس کی طرف ظلم کی نسبت کی۔ حالانکہ وہ بندوں پر ظالم نہیں ہے اور نہ وہ ظلم کو قبول (و پسند) کرتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔ کیونکہ وہ تیرا اور ہر شے کا مالک ہے اور مالک اپنی مِلک میں ہر طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ اور

اس (تصرف) کو ظلم نہیں کہا جاتا۔ اور (ظالم کی تعریف) اس کے سوا نہیں کہ وہ وہ
شخص ہے جو اپنے غیر کی ملکیت میں اس کے اِذن کے بغیر تصرف کرتا ہے۔ بس تو اس
سے ناراض ہونے کا راستہ اپنے اوپر بند کرلے (یعنی) اس کے فعل پر جس سے
وہ تجھ میں کارفرما ہے اور وہ (فعل) تیری طبع اور خواہش نفس کے خلاف ہے۔
اعتراض نہ کر۔ اگرچہ وہ فعل تیرے لئے بظاہر خلاف مصلحت ہو۔ بس تجھ پر واجب
ہے کہ صبر اور شکر اور موافقت و رضامندئ (مولیٰ) کو (اختیار) کرے اور ناراضی
اور "تہمت" کو اور سرکشئ نفس کے ساتھ (اپنے) قیام کو اور اللہ کے راستے سے گمراہ
کرنے والی (اپنی) خواہش کو ترک کردے اور ہمیشہ (رضائے مولیٰ کی) دعا کرتا
رہے اور صدق و خلوص کے ساتھ پناہ مانگے اور اپنے پروردگار پر حسن ظن اور اس
سے کشائش کی امید رکھے اور اس کے وعدے کو سچا جانے۔ اور اس سے شرم و حیا
کرے۔ اور اس کے امر سے موافقت اور اس کی توحید کی حفاظت کرے، اور اس
کے حکم کی بجا آوری میں جلدی کرے اور اس کی نہی کے ارتکاب سے رکا رہے۔ اور
اس کا فعل اور قدر تجھ میں جاری ہو، اس وقت اپنے آپ کو مردہ جانے۔ اور
اگر تجھے تہمت لگانے اور سوء ظن کرنے سے چارہ نہیں ہے تو تیرا نفس جو برائی پر
حکم کرنے والا اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ اس پر تہمت لگانی
اور بدظنی کرنی زیادہ اولیٰ ہے اور نفس کی طرف "ظلم" کی نسبت کرنی اپنے مولیٰ کی
طرف (نسبت ظلم کرنے سے زیادہ سزاوار ہے (اور مطابق حقیقت) ہے۔ پھر ہر حال
میں نفس کی موافقت و موالات سے اور اس کے قول و فعل پر راضی رہنے سے
پرہیز کر۔ اس واسطے کہ نفس اللہ کا اور تیرا دشمن ہے۔ اور تیرے اور اس کے

دشمن مردود شیطان کا خالص دوست اور خلیفہ (نائب) اور جاسوس ہے۔ (بس ڈر) اللہ سے ڈر، پھر اللہ سے ڈر، پرہیز کر، جلدی کر، جلدی کر، نفس پر تہمت لگا اور اسی کی طرف ظلم کی نسبت کر، اور اس پر اللہ کا یہ قول پڑھ: "اللہ تم پر عذاب کیوں کرے گا؟ اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ"۔ اور اللہ کا یہ قول: "یہ عذاب تمہارے ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے کئے تھے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں پر (ہرگز) ظالم نہیں ہے"۔ اور اللہ کا قول ہے: "اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا، لیکن لوگ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں"۔ اور اس کے سوا اور جو آیات و احادیث (اس بارے میں) ہیں (ان کو پڑھ) اور اللہ کے لئے اپنے نفس کا دشمن ہو جا، اور اللہ کی جانب سے نفس کے ساتھ خصومت کر اور اس سے جنگ کر اور اس پر تلوار سونت لے اور اس کے لئے اللہ کا لشکر بن جا اور اس پر غلبہ (حاصل) کر، کیونکہ اللہ کے دشمنوں میں نفس سب سے بڑا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا: "اے داؤد! خواہش نفس کو چھوڑ دے کیونکہ میرے ملک میں خواہش نفس کے سوا مجھ سے جھگڑنے والا اور کوئی نہیں ہے"!

مقالہ چھیاسٹھواں [۶۶]

دعا کرنے اور دعا کو نہ چھوڑنے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ): یہ مت کہہ کہ میں اللہ سے سوال نہ کروں گا۔ بس جس چیز کا میں سوال کروں، اگر وہ میرا مقسوم ہے تو خواہ سوال کروں یا نہ کروں، وہ (چیز) میرے پاس آجائے گی۔ اگر وہ شے میری قسمت میں نہیں ہے تو بس (اللہ) اسے میرے سوال

(بھی) مجھ کو نہ دے گا۔" بلکہ تو اللہ سے ہر چیز کا سوال کر جو (تیرے لئے) دنیا و آخرت کی بھلائی سے ہو اور تو اس کا ارادہ رکھتا ہو اور تو اس کا محتاج ہو۔ بشرطیکہ اس (چیز) میں کوئی حرمت اور فساد نہ ہو۔ اور (سوال اس لئے کر کہ) اللہ نے سوال کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کی ترغیب دی ہے۔ (چنانچہ) فرمایا: "مجھ سے دعا کرو میں قبول کر دوں گا" اور فرمایا: "اللہ سے اس کا فضل مانگو" اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سے دعا، قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے مانگو" اور فرمایا: "کہ اللہ سے اپنی ہتھیلیوں کے باطن کے ساتھ سوال کرو" اور اس کے علاوہ (اس بارہ میں) دوسری حدیثیں آئی ہیں۔ اور یہ مت کہہ کہ میں (تو) اس سے سوال کرتا ہوں اور وہ مجھے نہیں دیتا ہے، اس لئے اب میں اس سے سوال نہ کروں گا۔ بلکہ (تجھے چاہیے کہ) تو اس سے ہمیشہ (سوال و) دعا کرتا رہے۔ اس لئے کہ اگر وہ (تیرا) مقسوم ہے تو اللہ تیرے سوال کے بعد اسے تیری طرف بھیجے گا۔ اور پھر اللہ کی یہ بخشش تیرے ایمان و یقین اور تیری توحید کو زیادہ کر دے گی۔ اور مخلوق سے تیرے سوال کو چھڑا دے گی۔ اور تمام احوال میں تجھے اللہ کی طرف رجوع کرائے گی اور تیری حاجتوں کو پورا کرائے گی۔ اور اگر (وہ چیز جس کا تو نے اللہ سے سوال کیا) تیرا مقسوم نہیں ہے تو اللہ تجھے اس سے بے نیاز کر دے گا۔ اور (تنگی اور) فقر کی حالت میں اللہ عزوجل سے راضی رہنا، تجھے عطا کرے گا۔ پھر اگر محتاجی یا مرض (کی حالت) ہے اللہ تجھے ان (دونوں) میں خوش رکھے گا۔ اور اگر قرض ہے تو قرض خواہ کے دل کو سوءِ مطالبہ سے تیرے ساتھ نرمی کرنے اور تیری فراخی تک دیر اور آسانی کرنے یا معاف کر دینے یا (مطالبۂ قرض کو) کم کر دینے کی طرف پھیر دے گا۔ اگر دنیا میں قرض کو تیرے ذمہ سے ساقط یا کم نہ کرے گا۔

تو اللہ عزوجل تیرے سوال کو دنیا میں پورا نہ کرنے کے عوض آخرت میں تجھے بہت ثواب دے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم اور غنی ہے۔ پھر دنیا و آخرت میں (وہ) اپنے سائل کو نا امید نہیں کرتا۔ بس سوال میں ضرور "فائدہ" اور "پالینا" ہے۔ خواہ (یہ) عاجل (دنیا میں) ہو، خواہ آجل (آخرت میں)۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"مومن اپنے نامۂ اعمال میں کچھ ایسی نیکیاں دیکھے گا جن کو دنیا میں کیا نہ تھا اور نہ جن کو وہ جانتا ہے۔ بس اس سے پوچھا جائے گا، کیا تو ان کو پہچانتا ہے؟ مومن کہے گا کہ میں نہیں جانتا کہ یہ نیکیاں میرے لئے کہاں سے آئی ہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ یہ نیکیاں بدلہ تیرے (ان) سوالوں (اور دعاؤں) کا ہیں جن کو تو نے دنیا میں مانگا تھا" اور یہ بدلہ دینا اس وجہ سے ہے کہ (مومن) اللہ سے سوال کرنے میں اللہ عزوجل کا ذاکر اور اللہ کو واحد جاننے والا اور چیز کو اس کے محل پر رکھنے والا اور حق دار کو حق دینے والا تھا۔ اور اپنے حول و قوت سے بیزار اور تکبر اور (اپنے پندارِ تعظیم و عار و ننگ) کو چھوڑنے والا ہے۔ اور یہ سب "اعمال صالحہ" ہیں جن کا (بدلہ) اللہ عزوجل کے نزدیک ثواب ہے!

مقالہ سڑسٹھواں ۶۷

نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے کی کیفیت و تفصیل

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جس وقت تو نے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیا، اور اس پر غالب آیا اور مخالفت کی تلوار سے اسے قتل کر ڈالا، تو اللہ تعالیٰ نفس کو پھر زندہ کر دے گا۔ اور نفس تجھ سے جھگڑے گا۔ اور (اشیائے) حرام (یا) مباح سے

خواہش و لذت کو تجھ سے طلب کرے گا، تاکہ تو پھر مجاہدہ کرنے کی طرف لوٹے اور آگے بڑھے اور اللہ تیرے لئے دائمی ثواب لکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے یہ ہی معنی ہیں: "کہ ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا" اور (جہاد اکبر سے) آپؐ کی مراد "مجاہدہ نفس" ہے۔ اس لئے کہ نفس ہمیشہ لذات و شہوات و معاصی میں مشغول رہا کرتا ہے۔ اور یہ ہی معنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ہیں کہ "اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے موت آجائے"۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "عبادت" کا حکم دیا ہے۔ اور وہ عبادت نفس کی مخالفت کرنی ہے۔ اس واسطے کہ نفس تمام عبادات سے سرکشی کرتا، اور عبادات کی ضد کو چاہتا ہے۔ "یہاں تک کہ اسے موت آتی ہے"۔ اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (طاہر و مطہر) نفس کس طرح (ادائے) عبادت میں سرکشی کرے گا۔ حالانکہ آپؐ میں خواہش نفس باقی نہ تھی۔ (چنانچہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپؐ خواہش سے (کچھ) نہیں بولتے (اور) آپؐ کی (کوئی بھی) بات نہیں ہے مگر (محض) وحی (ہے) جو (آپ کی طرف) بھیجی جاتی ہے"۔ اس (اعتراض) کا جواب دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس خطاب سے مخاطب فرمایا ہے (تو یہ طرز ہے اظہار شریعت کا) تاکہ اس (طرز) سے حکم شرع ثابت ہو اور پھر یہ حکم آپؐ کی امت میں "تا قیام قیامت" عام ہو جائے۔ پھر (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نفس اور خواہش پر غلبہ دیا تھا، تاکہ وہ آپؐ کو ضرر نہ پہنچائے۔ اور آپؐ کو مجاہدہ کا حاجت مند نہ بنائے۔ بہ خلاف آپؐ کی امت کے (کہ وہ حاجت مند مجاہدہ ہے) پھر جب نفس سے مجاہدہ کرنے پر مومن نے مداومت کی "یہاں تک کہ اسے موت آجائے" اور (تیغ) نفس و خواہش کی خون آلودہ کھینچی ہوئی

تلوار" کوئے ہوئے اپنے پروردگار سے جاملے، تو اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز عطا کرے گا، جس کا وہ (اس کے لئے) ضامن ہے، اور یہ جنت ہے۔ کیونکہ اس کا یہ قول ہے کہ "جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے باز رکھا بیں بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہے"۔ اور جب اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اور جنت کو اس کی قرار گاہ اس کا گھر اور اس کے لوٹنے کی جگہ بنائے گا تو مومن جنت سے باہر آنے اور غیر جنت کی طرف منتقل ہونے اور دار دنیا کی طرف لوٹنے سے بے پرواہ ہو گا۔ اور مومن جس طرح کہ دنیا میں) اپنے نفس اور خواہش سے ہر روز اور ہر ساعت اور ہر لحہ نئے نئے مجاہدے کرتا تھا اسی طرح (بہشت میں) اللہ تعالیٰ اس پر انواعِ نعیم اور حلّوں اور زیوروں اور ان کے ادلتے بدلتے رہنے کو ہر روز ہر ساعت اور ہر لحہ نیا تیار کرتا رہے گا۔ جن (انعامات) کی نہ انتہا ہو گی نہ غایت اور نہ اختتام۔ لیکن منافق اور کافر اور گنہ گار (لوگ) جس طرح ترک مجاہدہ کے ساتھ نفس اور خواہش کی پیروی اور شیطان کی موافقت کرتے تھے اور کفر و شرک اور اس کے سوا طرح طرح کے گناہوں میں آلودہ اور ملوث رہا کرتے تھے، یہاں تک کہ کفار کو حالت غیر اسلام میں اور گنہ گاروں کو بدون توبہ موت آگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس آگ" میں داخل کرے گا جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے کہ: "تم اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے طیار کی گئی ہے" پھر جب اللہ تعالیٰ انہیں اس آگ میں داخل کرے گا اور اس "آگ" کو (ان کا) مرجع اور ٹھکانا اور ان کی جگہ اور قرار گاہ بنا دے گا، اور یہ آگ ان کے گوشت اور پوست (سب کو) جلائے گی تو اللہ تعالیٰ اس گوشت (و پوست) کے سوا پھر نیا گوشت

اور نیا چمڑا پیدا کر دے گا، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا "جب ان کی جلدیں پک جائیں گی تو ہم جلے ہوئے (گوشت و پوست) کے علاوہ (اور چمڑے) بدل دیں گے" اور ان کے ساتھ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ جزا دینے کے طور پر کرے گا، جس طرح کہ انہوں نے دنیا میں رہ کر اپنے نفس اور خواہش کی موافقت، اللہ کی نافرمانی کرنے میں کی تھی، بس اہل دوزخ کو زیادہ عذاب و آلام پہنچانے کے لئے (اللہ) ہر وقت (ان کے) نئے چمڑے اور گوشت پیدا کر دے گا، اور اہل جنت کو ہر وقت نئی اور تازہ نعمتیں دے گا، تاکہ ان کی خواہشات و لذات دوچند ہوں اور (ان کا) یہ (عیش جنت) دنیا میں نفس کے ساتھ ان کے مجاہدہ کرنے اور نفس کو تابع بنانے کے سبب سے ہے۔ اور یہ ہی معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے ہیں کہ: "دنیا آخرت کی کھیتی ہے"!

مقالہ اڑسٹھواں ۶۸

خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب کہ "وہ ہر دِن نئی شان میں ہے"

فرمایا (رضی اللہ عنہ) جس وقت بندہ کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ اور جو چیز کہ اس نے طلب کی ہے وہ اس کو دیتا ہے تو اس سے اللہ کا ارادہ نہیں ٹوٹتا نہ وہ چیز (بدلتی ہے) جس کو لکھ کر قلم خشک ہو گیا اور اس پر علم الٰہی سبقت کر چکا ہے۔ لیکن اُس کا سوال (جب) اپنے وقت پر اس کے پروردگار کی مراد کے مطابق ہوتا ہے تو اس "وقتِ مقدر" میں جو ازل سے قبولیت کے لئے متعین ہے تقدیر کے اپنی مدت کو پہنچ جانے کے سبب، قبولیت حاصل اور حاجت پوری

ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اہل علم نے اللہ کے اس قول میں کہا ہے کہ: "وہ ہر دن ایک (نئی) شان میں ہے"۔ یعنی مقدرات کو اوقات کی طرف چلاتا ہے۔ پھر اللہ کسی کو دنیا میں کوئی چیز بمجرد دعا (فوراً) عطا نہیں فرماتا ہے۔ اور اسی طرح بمجرد دعا کسی بلا کو (فوراً) نہیں لوٹاتا ہے۔ اور جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: "قضا کو نہیں لوٹاتی ہے مگر دعا"۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ دعا ہے کہ جس سے قضا کے رد ہو جانے پر (خود) قضا (پوری) ہو چکی ہو۔ اور اسی طرح یہ حکم بھی ہے کہ: "آخرت میں اپنے عمل سے کوئی شخص داخل جنت نہ ہو گا بلکہ (جنت میں ہر جنتی) اللہ کی رحمت سے (ہی) داخل ہو گا"۔ مگر اللہ تعالیٰ بہشت میں اپنے بندوں کو درجے، ان کے قدر (واندازہ) اعمال پر عطا فرمائے گا۔ اور بیشک حضرت عائشہ (صدیقہ) رضی اللہ عنہا کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: "انہوں نے نبی صلعم سے پوچھا کہ جنت میں کوئی شخص کیا اپنے عمل سے داخل ہو گا، فرمایا کہ نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے داخل ہو گا، پھر حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ اور نہ آپ یا رسول اللہ! فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانک لے۔ اس وقت آپؐ نے دست مبارک اپنے سر پر رکھا"۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں ہے اور نہ اس پر عہد کا پورا کرنا لازم ہے بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جس کو چاہے گا اس پر عذاب کرے گا جس کو چاہے گا اس کی مغفرت کرے گا جس کو چاہتا ہے اس پر رحم کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (اس کو) نعمت دیتا ہے "(اللہ عزوجل) کرنے والا ہے، اس چیز کا کہ جس کا ارادہ کرتا ہے"۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اور کرے گا، اس کی

ع۵ یعنی مقدر یہ ہو چکا کہ دعا کرے گا اور قضا رد ہو گی ۱۲ (موافق شرح محدث دہلویؒ)

پرسش اس سے نہیں کی جائے گی۔ اور بندے پوچھے جائیں گے جس کو چاہتا ہے اپنے وفور رحمت و احسان سے بے حساب رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے انصاف سے نہیں دیتا۔" اور ایسا کیونکر نہ ہو۔ تمام پیدائش عرش سے لیکر تحت الثریٰ یعنی ہفت طبقات زمین کے نیچے تک اسی کی ملک اور اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ ان سب کا مالک اور خالق اس کے سوا کوئی نہیں ہے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے؟" اور فرمایا: "کیا کوئی (دوسرا) معبود اللہ کے ساتھ ہے؟" اور فرمایا: "کیا تو اللہ کے کسی ہمنام کو جانتا ہے؟" اور فرمایا: "یا رسول اللہ! کہئے کہ اے ملک کے مالک میرے اللہ! تو جس کو چاہتا ہے ملک (وسلطنت) دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ خیر اور بھلائی (بس) تیرے (ہی) ہاتھ میں ہے (اور) تو بیشک ہر شے پر غالب ہے۔" اس آیت تک: "اور جس کو چاہتا ہے تو بے حساب رزق دیتا ہے۔"

۶۹
مقالہ انہتّرواں
اللہ تعالیٰ سے کیا چیزیں مانگنی چاہئیں

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اللہ عزوجل سے گذشتہ گناہوں کی مغفرت اور موجودہ و آئندہ ایام میں (گناہوں سے بچنے کی حفاظت اور) عصمت کے سوا (ہرگز کچھ طلب نہ کر۔ اور توفیق طلب کر حسن طاعت اور بجا آوری احکام کی اور نافرمانیوں سے بچنے اور تلخیٔ قضا پر راضی رہنے اور سختی بلا پر صبر کرنے کی، اور عطاء نعمت کی فراوانی پر شکر کرنے کی، ایمان پر موت آنے کی اور انبیاء، وصدیقین اور شہدا وصالحین کے ساتھ

مصاحبت "حاصل ہونے کی، کیونکہ یہ ہی لوگ اچھے رفیق ہیں" اور اللہ سے دنیا کو نہ مانگ، اور بلا و محتاجی کے عافیت و غناء سے بدل جانے کو طلب نہ کر بلکہ جس چیز کو اللہ نے تیرے لئے قسمت و تدبیر کیا ہے اس پر (صبر و قناعت و) رضامندی طلب کر۔ اور جس حال پر کہ اللہ نے تجھے قائم کیا اور اتارا اور جس (حال) میں تجھے مبتلا کیا ہے، اس پر (اپنی) دائمی حفاظت کا سوال کر۔ یہاں تک کہ خدا تجھے اس (حال موجودہ) کے اور ضد (دوسری حالت) کی طرف منتقل کر دے، کیونکہ تو نہیں جانتا کہ (تیرے لئے) ان میں سے بھلائی کس میں ہے، محتاجی میں یا تونگری میں، بلا میں یا عافیت میں؟ اللہ نے تجھ سے حقیقت اشیاء کا علم سمیٹ لیا ہے اور تمام اشیاء کے مصالح و مفسدات کے جاننے میں وہ (ہمیشہ تنہا اور) فرد رہا ہے۔ اور بیشک حضرت عمرؓ بن الخطاب سے وارد ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں کس حال میں صبح کروں گا۔ یا اسی حال پر جسے میں برا جانتا ہوں یا اس حال پر جسے میں پسند کرتا ہوں اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ (میرے لئے) بہتری کس میں ہے" یہ آپؓ نے اللہ کی تدبیر پر اپنے حسنِ رضا، اور خدا کے حکم و اختیار پر اطمینان نیک رکھنے کی وجہ سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور وہ تمہارے نزدیک برا ہے، اور قریب ہے کہ (تمہیں مشاہدہ ہو جائے) ایک چیز کو تم برا جانتے ہو اور حالانکہ وہ تمہارے لئے خیر (اور اچھائی) ہے۔ ایک چیز کو تم (اچھا جان کر) پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے شر (اور برائی) ہے، اور (خیر و شر کی حقیقت کو) اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو" (بس) اس حال پر اس وقت تک رہ کہ تیری خواہش (تجھ سے) دور ہو جائے اور تیرا نفس شکستہ ہو کر ذلیل اور مغلوب اور فرماں بردار ہو جائے، پھر تیری آرزو اور (تیرے) ارادے مٹ جائیں

اور (تمام) کائنات اور اس کے تعلقات تیرے قلب سے خارج ہو جائیں، تیرے قلب میں اللہ کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے، پھر تیرا دل اللہ کی محبت سے لبالب بھر جائے گا اور اللہ کی طلب میں تیرا ارادہ سچا ہو گا، پھر دنیا و آخرت کے حصوں سے اپنے (حصۂ) قسمت کو طلب کرنے کے لئے خدا کے حکم سے (تیرا) ارادہ تجھ پر لوٹایا جائے گا پھر اس وقت تو اللہ سے اس کے امر کی بجا آوری اور اس سے سازگاری کرتے ہوئے (اپنا) حصہ طلب کرے گا، اگر (تیرا پروردگار) تجھے (وہ حصہ) عطا کرے گا تو تو اس کا شکر کرے گا، اور اس حصے سے ملابست کرے گا، اگر (یہ حصہ) تجھے دیا نہ جائے گا تو پروردگار پر تو ناراض نہ ہو گا اور اپنے باطن میں اس پر نہ بگڑے گا اور نہ دینے کی تہمت اس پر نہ لگائے گا، اس لئے کہ تو نے اس حصہ کی خواستگاری اپنی خواہش و ارادہ سے نہیں کی تھی، کیونکہ تو تو اس سے فارغ القلب تھا اور (از خود) اس کا ارادہ کرنے والا نہ تھا بلکہ "سوال" کرنے میں تو (محض) اس کے امر کی بجا آوری کرنے والا تھا، والسلام!

مقالہ ستّروال

عمل پر مغرور نہ ہونے کی تاکید

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تیرا اپنے عمل پر خود بینی کرنا اور عمل میں اپنے نفس کو دیکھنا اور اعمال کا بدلہ چاہنا، کیونکر اچھا ہو گا، جب کہ (حقیقت یہ ہے کہ) تمام عمل تو اللہ کی توفیق اور اس کی مدد اور اس کی قوت اور (اسی کے) ارادہ و فضل سے ہیں۔ اور اگر ترک معصیت ہے تو وہ بھی اللہ کی نگہبانی اور اس کی حفاظت اور اسی کے

بچانے سے ہے (نہ کہ تیری طاقت و قدرت سے) بس اس (عصمت و حفاظت) پر شکر کرنے اور تجھے جو نعمتیں (کہ تیرے) پروردگار نے دی ہیں، ان کا اقرار کرنے سے تو کیوں دُور پڑا ہے؟ (تیری) یہ کیا حماقت و نادانی ہے کہ تو غیر کی شجاعت اور بذل مال و سخاوت پر فخر کرتا ہے! جب کہ تو اپنے دشمن کو کسی "مرد شجاع" کی (ہمت اور) مدد کے بغیر قتل نہ کر سکتا تھا، جس نے تیرے دشمن پر ضرب لگائی، پھر تو نے اس قتل (دشمن) کو پورا کیا۔ اگر وہ "مرد شجاع" "و دلیر" نہ ہوتا، تو (تیرا انجام یہ ہوتا کہ) تو دشمن کی جگہ پر پچھڑا ہوا اور اس کی بجائے (خود) مقتول ہوتا۔ اور تو اپنے تھوڑے مال کو بھی خرچ کرنیوالا نہ ہوتا مگر ایک صادق، کریم امین (نے اس) کے عوض اور بدلہ کی ضمانت (لی تو اس ضمانت) پر (تو نے خرچ کیا) اگر ضامن کا قول نہ ہوتا اور اس کے وعدہ اور ضمانت پر تجھے طمع نہ ہوتی تو تو اس مال سے ایک حبہ خرچ نہ کرتا (پس) کس طرح تو محض اپنے نفس پر (اتراتا) اور غرور کرتا ہے۔ تیرے حال کے لئے بہتر یہی ہے کہ مدد کرنے والے کا ہمیشہ شکر اور اس کی دائمی حمد و ثنا کرتا رہے اور ہر حال میں (اپنے) عمل کی نسبت اسی کی طرف کرے۔ لیکن برائی، معصیت اور ملامت ان تینوں کی نسبت اپنے نفس کی جانب کرے۔ اور نفس کو اپنے اوپر ظلم کرنے اور (بارگاہ حق میں) بے ادبی کرنے کی طرف منسوب کرے۔ اور اس پر تہمت لگائے کہ (حقیقت میں) وہی ان باتوں کا زیادہ مستحق ہے۔ اس لئے کہ نفس ہر شر کا مادہ اور ہر برائی اور سختی کا حکم کرنے والا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ تیرا خالق ہے اور تیرے کسب کے ساتھ تیرے افعال کا (بھی) خالق ہے مگر (تو) "کاسب" اور اللہ، آفریدگار ہے۔ جیسے کہ بعض علمائے (حقانی) نے کہا ہے کہ "واللہ! (تیرا فعل) آتا ہے اور تجھے اس سے

چارہ نہیں ہے۔" اور رسول اللہ صلعم کا قول ہے کہ: "عمل کرو اور (پروردگار سے) قربت چاہو اور درست ہو جاؤ۔" بس جو شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ ہی کام اس کے لئے آسان کر دیا گیا ہے!

مقالہ اکھتّرواں

مرید اور مراد کی تشریح!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) تو اس سے خالی نہیں ہے کہ تو یا مرید ہو گا یا مراد۔ اگر تو مرید ہے تو تو بوجھل کیا گیا ہے اور بہت بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اور (تو) ہر ایک بھاری اور سخت بوجھ کو اٹھائے گا۔ اس لئے کہ تو طالب ہے اور طالب سختی و مشقت اٹھانے والا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے مطلوب کو پہنچ جائے۔ اور اپنے محبوب کے ساتھ کامیاب ہو جائے اور اپنے مرام (مقصود) کو پالے۔ (تو) اب (تجھے) سزاوار نہیں ہے کہ تیری ذات پر تیرے مال اور اہل و اولاد پر جو بلا نازل ہوتی ہے اس سے فرار کرے (بلکہ لازم ہے کہ اس پر قرار کرے) یہاں تک کہ بوجھ تجھ سے گرا دیا جائے اور ثقل تجھ سے اٹھا لیا جائے۔ اور اذیت و تکلیف اور ذلت کو تجھ سے دور کر دیا جائے۔ پھر تمام رذائل (نفسانی) اور ہر میل کچیل اور اور بیماری و درد اور ہر ایک احتیاج مخلوق سے تیری (حفاظت) نگہداشت کی جائے اس کے بعد تجھے (مریدان حق کے بالاتر مقام میں اور) نازونعم پروردہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا۔ اور اگر تو "مراد" ہے (اور تجھ پر بلائیں آئیں) تو بلاؤں کے نازل کرنے میں تو ہرگز حق تعالیٰ پر تہمت نہ لگا۔ اور اس کے نزدیک تیری جو

قدر و منزلت ہے اس میں (ہرگز) شک نہ کر۔ اس واسطے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ تجھ پر کبھی اس وجہ سے بلا نازل کرتا ہے تاکہ مردانِ (راہ) کے درجہ تک تجھے پہنچائے اور تیری منزل (تیرا مقام) اولیاؒ اور ابدالؒ کی منازل (ومقامات) تک بلند کرے کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیری منزل ان کی منازل سے اور تیرا درجہ ان کے درجات سے گھٹ جائے؟ اور تیرا خلعت تیرا نورِ ایمان اور تیری نعمت ان سے کم ہو جائے؟ پھر اگر تو اس کمی پر راضی بھی ہے تو حق عزوجل اس پر راضی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو" (یعنی) اللہ عزوجل تو تیرے لئے اعلیٰ اور روشن اور ارفع اور اصلح (مقام) کو پسند کرتا ہے اور تو انکار کرتا ہے پھر اگر تو یوں کہے کہ ابتلا (تو) طالب (ومرید) کے لئے ہے اور محبوب، ناز پروردہ (مراد) ہے تو اس تقسیم و بیان کے ساتھ "مراد" (محبوب ناز پروردہ) کا "ابتلا" کیونکر صحیح ہوگا۔ تجھے (اس کا) جواب دیا جائے گا کہ ہم نے اولاً "اغلب" کو ذکر کیا ہے اور ثانیاً نادر الوقوع اور ممکن الوجود کو بیان کیا ہے (چنانچہ) اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ (ہمارے آقا و مولیٰ) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید المحبوبین (تمام محبوبوں کے سردار) ہیں۔ اور سب لوگوں سے شدید ترین بلا آپ پر تھی۔ اور بیشک آپؐ نے فرمایا ہے کہ: "اللہ (کے دین میں) میں جس قدر ڈرایا گیا ہوں، اس قدر کوئی دوسرا نہیں ڈرایا گیا۔ اور جس قدر اللہ کی راہ میں میں تکلیف دیا گیا ہوں کوئی اور اتنی تکلیف نہیں دیا گیا۔ (منجملہ ان کے یہ کہ) بیشک مجھ پر تیس دن (اور تیس) راتیں ایسی گذری ہیں کہ (ان دنوں اور راتوں میں) ہمارے لئے اس قدر (ہی) طعام ہوتا جس قدر کہ (کسی شئے کو) بلالؓ کی بغل چھپا لیتی ہے۔" اور فرمایا: "ہم انبیاءؑ کا گروہ

(در ردِ بلا میں) اور لوگوں سے زیادہ سخت ہے، (پھر) اسی طرح درجہ بدرجہ (دوسرے خاصان حق ہیں") اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میں تم (سب) سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا اور تم (سب) سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں"۔ بس اب معلوم ہوا کہ کس طرح آپ جیسے ناز پروردہ محبوب و مراد "مبتلا" کئے گئے اور کس طرح ڈرائے گئے ہیں! اور یہ "مبتلا" کرنا اور "ڈرانا" آپ کو جنت میں (انتہائی) منازل عالیہ پر پہنچانے کے لئے تھا، جیسے کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ بدون عملِ دنیا کے جنت میں منازل و درجات نہیں بلند کئے جائیں گے:" دنیا آخرت کی کھیتی ہے: اور انبیائؑ اور اولیاؒء کے احوال بجا آوریٔ اوامر اور احترازِ نواہی کے بعد حالت بلا میں صبر و رضا و موافقت کرنا ہیں (اور بس) پھر بلا ان سے دور کی جاتی ہے۔ اور وہ حصولِ دیدار (الٰہی تک) اور ابدالآباد تک ناز و تنعم اور فضل کے ساتھ ملائے جاتے ہیں!

مقالہ بہتّرواںؒ

بازار میں داخل ہونے کی حالت

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اہل دین اور اہل عبادت میں سے جو لوگ ادائے احکام نماز جمعہ اور نماز باجماعت کے لئے (مسجد کی طرف) جاتے ہیں (یا) جو حاجتیں پیش ہوتی ہیں، ان کے پورا کرنے کے واسطے بازاروں میں داخل ہوتے ہیں، ان کے چند اقسام ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جب بازاروں میں آتے ہیں اور لذات و شہوات کی انواعِ اشیاء کو دیکھتے ہیں، ان میں پھنس جاتے ہیں اور وہ اشیاء ان کے

قلب میں اتر جاتی ہیں تو یہ (لوگ) فتنے میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ (نظارہ اشیائے شہوات ولذات) ان کی ہلاکت کا اور دین وعبادت کے ترک ہو جانے کا اور (اپنی) موافقت طبع اور پیروی ہوائے نفس کی طرف (ان کے) رجوع ہو جانے کا سبب ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت وحفاظت کے ساتھ اور لذات پر صبر دینے کے ساتھ، ان (کے اس حال) کا تدارک کر دے پھر وہ سلامت رہتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے وہ ہیں کہ جب ان لذات کو دیکھتے ہیں اور ان لذات کی وجہ سے ان کی ہلاکت قریب ہوتی ہے تو وہ اپنی عقل، اپنے دین کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جبر وتکلف کے ساتھ صبر کرتے ہیں اور (اس طرح) ترک لذات کی تلخی کو پی جاتے ہیں۔ پھر وہ جہاد کرنے والوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے نفس اور طبیعت اور خواہش وشہوات پر قابو حاصل کرنے میں اللہ سے مدد پاتے ہیں اور ان کے لئے اللہ عزوجل بہت ثواب آخرت لکھتا ہے۔ جیسے کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "شہوت سے عاجز ہو کر یا شہوت پر قادر ہو کر (اسے) چھوڑ دینے میں مومن کے لئے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔ یا جس عبارت میں کہ آپ (روحی فداہ) نے فرمایا (ہو) اور بعض لوگ (ان میں سے وہ ہیں کہ جو لذات کو لیتے اور ان سے مختلط رہتے ہیں اور اللہ کی اس نعمت کی فراوانی سے جو ان کے پاس وسعتِ دنیا اور فراخیٔ مال سے ہے، اشیائے لذات کو حاصل کرتے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اور بعض (افراد) ان میں سے وہ ہیں جو لذات کو نہیں دیکھتے اور ان سے خبر نہیں رکھتے۔ بس وہ لوگ اللہ کے ماسوا سے اندھے ہیں، اور اس کے غیر کو نہیں دیکھتے۔ اور اللہ کے ماسوا سے بہرے ہیں، اور اس

کے غیر سے نہیں سنتے! ان کے پاس (ایک ہی) شغل ہے جس نے ان کو اپنے محبوب کے (ہر) غیر کی طرف نظر کرنے اور (ہر غیر محبوب کو) چاہنے سے بیزار کیا ہے، پس وہ اس چیز کی طرف سے یکسو ہیں، جس میں تمام عالم مبتلا ہے۔ اور جب تو دیکھے کہ وہ بازار میں داخل ہوئے، اور ان سے پوچھے کہ "بازار میں کیا دیکھا ہے؟" تو وہ کہیں گے کہ "ہم نے کچھ نہیں دیکھا" ہاں انہوں نے ان چیزوں کو دیکھا ہے مگر سر کی آنکھ سے، نہ کہ دل کی آنکھ سے۔ اور ان کو اچانک دیکھنے کی طرح دیکھا ہے، خواہش کی نظر سے نہیں دیکھا، صورت میں دیکھا ہے معنی میں نہیں دیکھا۔ بس وہ (اپنی چشم) ظاہر سے بازار کی چیزیں، اور دل (کی آنکھ) سے اپنے پروردگار کو دیکھتے ہیں۔ کبھی اس کے جمال کی طرف دیکھتے ہیں اور کبھی اس کے جلال کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے وہ (افراد خاص) ہیں کہ جب بازار میں داخل ہوتے ہیں تو "اہل بازار" کی حالت (دیکھ کر، ان) پر رحم کھاتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل (کی مخلوق پر، فرط شفقت) سے ان کا دل بھر آتا ہے۔ پھر اہل بازار پر یہ شفقت انہیں اس چیز کے دیکھنے سے باز رکھتی ہے جو بازار والوں کے لئے ہے، یا ان کے سامنے ہوتی ہے۔ پھر وہ بازار میں داخل ہونے کے وقت سے نکلنے کے وقت تک اہل بازار کے لئے رحمت و شفقت سے دعا اور استغفار اور شفاعت کرتے رہتے ہیں۔ ان کے (جلب منفعت اور دفع ضرر کے لئے ان کا دل جلتا رہتا ہے اور ان کی آنکھیں (ان کے واسطے) روتی ہیں۔ اور ان کی زبان اللہ کی حمد و ثنا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل بازار پر (جو) نہیں ایسا فضل اور (ایسی نعمت عطا کی ہے اور وہ (غافلین) ورطہ غفلت اور وحشت میں حیران (و سرگرداں) ہیں۔ بس ایسے ہی لوگ ہیں کہ "شہروں،

اور بندوں پر اللہ کے کوتوال جن کے نام ہیں۔ اور اگر تو چاہے تو ان (خاصگانِ حق) کے یہ نام رکھ: عارف اور ابدال اور زاہد اور عالم، غائب اور حاضر، محبوب اور مراد، زمین پر خدا کے خلیفہ (نائب) اور سفیر اور بندوں پر بھلائی کے پہنچانے والے، شیریں بیان اور ہادی اور مہدی، رہنما اور مرشد! بس ایسے لوگ کبریت احمر" (اکسیرِ اعظم) اور بیضۂ عنقا کی طرح (نادر الوجود) ہیں۔ ان پر اور ہر ایماندار اللہ کے طالب پر جو انتہائے مقام تک پہنچ گیا ہے، اللہ کی رحمتیں اور خوشنودیاں نازل ہوں!

مقالہ تہتّرواں[۷۳]

اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص ولی کو غیر کے عیوب پر مطلع کرتا ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اللہ عزّ وجل کبھی اپنے ولی کو اطلاع دیتا ہے دوسرے کے عیوب اور کذب اور اس کے دعوے اور افعال و اقوال میں اس کے شرک کرنے پر اور اس کی باطنی برائی اور (چھپی ہوئی) نیت پر۔ پھر یہ ولی اللہ اپنے رب اور اس کے رسولؐ اور اس کے دین کی وجہ سے (اس پر) غیرت کرتا ہے۔ اور باطن میں اس کا غصہ سخت ہو جاتا ہے۔ پھر اس کا (اثر) ولی کے ظاہر میں پایا جاتا ہے (اور وہ یوں کہتا ہے) کس طرح دعویٰ سلامتی کا باوجود ظاہری و باطنی بیماریوں اور دردوں کے، کیا جائے گا۔ اور کس طرح "وجود شرک کے ساتھ توحید کا دعویٰ کیا جائے گا؟ اور شرک (بیشک) کفر ہے" جو خدا کے قرب سے دور کرنیوالا ہے۔ اور شرک شیطان لعین اور منافقین کی صفت ہے جن کے

لئے "دوزخ کا آخری طبقہ" (ہے) اور جنہیں اس میں یقیناً ہمیشہ رہنا ہے۔ پھر اس (مدعی) کے عیوب اور افعال خبیثہ اور بے حیائی کا ذکر اس ولی کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اس (شخص) کے "بڑے دعوے" (کی وجہ سے) اور "احوال صدیقین" کے مدعی بننے اور ان (برگزیدان حق) کی "مزاحمت" (اور بے ادبی) کرنے کے سبب سے جو "اللہ کے قدر و فعل میں فانی" ہیں۔ اور (رمزہ) مرادین" (میں) ہیں اور کبھی (یہ ذکر) اس جھوٹے (کذاب) مدعی پر اللہ کے فعل و ارادہ اور اللہ کے غضب کی سختی غالب آنے کی وجہ سے (ولی کی زبان پر) جاری ہوتا ہے۔ (مگر) پھر اس "ولی اللہ" کی طرف غیبت منسوب کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے: کیا ولی غیبت کرتا ہے؟ حالانکہ وہ (لوگوں کو) غیبت سے منع کرتا ہے۔ اور کیا (کسی ولی کے لئے جائز ہے کہ) وہ کسی حاضر یا غائب کو ایسی برائی کے ساتھ یاد کرے جو خاص و عام (کسی) پر ظاہر نہیں ہے؟ پھر یہ انکار (کرنا) منکرین کے حق میں اللہ کے اس قول کے مطابق ہو جاتا ہے کہ: "ان دونوں (شراب اور جوئے) کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے"۔ ظاہر میں یہ ایک انکارِ منکر ہے اور باطن میں اللہ کو غصہ میں لانا اور ناراض کرنا اور اس پر اعتراض کرنا ہے۔ پھر منکر کی حالت ایک (حالت) حیرت ہو جاتی ہے۔ پس اس حال میں سکوت و تسلیم اور شریعت میں اس کے جواز کی تلاش کرنی اس کا فرض ہے۔ نہ کہ اعتراض کرنا، اللہ پر اور اس ولی اللہ پر، کہ جو ایک مدعی کے کذب و افترا پر (بامر الٰہی) طعن کرنے والا ہے۔ اور کبھی ولی کا (یہ) ذکر کرنا، اس (مدعی) کی برائی کی بیخ کنی اور اس کے توبہ کرنے اور جہل و حیرت سے اس کے مراجعت کرنے کا سبب ہو جاتا ہے۔ پھر یہ ذکر ولی کی جانب سے

(اس مدعی پر ایک خدائی حملہ اور (اس) مغرور کے لئے نفع (پہنچانے) کا باعث ہو جاتا ہے جو اپنے غرور اور سرکشی کی وجہ سے ہلاک ہونے والا ہے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے، صراطِ مستقیم کی ہدایت فرماتا ہے"!

مقالہ چوہترواں

وحدانیت کی دلیل

فرمایا (رضی اللہ عنہ) عاقل کو چاہیے کہ پہلے اپنے وجود کی حالت اور ترکیب پر (غور و فکر کی) نظر کرے۔ پھر تمام مخلوقات اور ایجادات پر (گہری) نظر ڈالے اور ان سے ان کے خالق اور ان کو از سر نو وجود میں لانے والے پر دلیل تلاش کرے۔ اس لئے کہ صنعت اپنے صانع (کی ہستی و قدرت) پر دلالت کرتی ہے اور قدرت محکمہ میں فاعل حکیم کی نشانی ہے۔ کیونکہ سب اشیاء اسی کی صنعت و قدرت (کاملہ) سے موجود ہیں۔ اور اسی معنی میں ہے (وہ کلام) جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس قول کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے: "اللہ نے زمین و آسمان کی سب چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے"۔ اس (کی تفسیر) میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: "ہر شے اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے اور ہر شے کا نام اسم الٰہی کی ایک علامت ہے، پھر تو نہیں ہے مگر اس کے اسم اور صفت اور فعل کے درمیان اس طرح پر ہے کہ اس کی قدرت میں پوشیدہ اور اس کی حکمت میں ظاہر ہے! اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو ظاہر کیا اور ذات کو چھپایا ہے (اور) ذات کو صفت میں اور صفت کو فعل میں پوشیدہ رکھا ہے اور علم کو

ارادے سے اور ارادے کو حرکات سے ظاہر کیا، کام کو اور صنعت کو چھپایا، پھر صنعت کو ارادے سے ظاہر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے غیب میں باطن، اور اپنی قدرت و حکمت میں ظاہر ہے "کوئی شے اس کے مثل نہیں ہے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

بیشک حضرت ابن عباسؓ نے اس کلام میں اسرار معرفت سے اسی بات کو ظاہر کیا ہے جو نہیں ظاہر ہوتی مگر اس "فانوس" (سینۂ عارف) سے جس (فانوس) میں کہ "روشن چراغ" (قلب منور) ہے! اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ شان اس وجہ سے تھی کہ حضرت رسول مقبول صلعم کے دست پاک ان کے لئے دعا میں بلند ہوئے تھے (اور آپؐ نے یہ دعا کی تھی کہ) اے میرے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا کر اور اس کو تاویل (کا علم لدنی) سکھا!" اللہ ہمیں ان کی برکات عطا کرے اور ان کے زمرے میں ہمارا حشر کرے!

مقالہ چھہتّرواں

آٹھ خصلتوں پر تصوف کی بنا ہے

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میں تجھے وصیت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرنے اور اس کی فرماں برداری کرنے کی۔ اور ظاہری شرع کی پابندی کرنے اور سینہ کو پاک رکھنے کی اور سخاوت نفس اور بشاشت چہرہ کی، اور مصرف میں آنیوالی چیزوں کو خرچ کرنے کی۔ اور اذیت دینے سے رکنے اور تکلیف و فقر (کے مصائب) اٹھانے کی۔ اور حرمت مشائخ کے نگاہ رکھنے کی اور بھائیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کی۔ اور چھوٹوں کو نصیحت کرنے کی، اور رفقاء سے

سے ترک خصومت کرنے کی اور فقر کو برداشت کرنے کی اور ایثار (لوگوں کی حاجت براری کو) اختیار کرنے اور "ذخیرہ" کرنے سے دور رہنے کی۔ اور جو (لوگ کہ "گروہِ سالکین" سے نہیں ہیں، انکی صحبت چھوڑ دینے کی اور دینی و دنیوی کاموں میں (بندگانِ خدا کی امداد کرنے کی اور فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے جیسے شخص کا محتاج نہ ہو اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو جائے اور تصوف قیل و قال سے نہیں بلکہ بھوک سے اور اشیائے مالوفہ و پسندیدہ کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور فقیر کے ساتھ اول علم سے پیش نہ آ، بلکہ پہلے اس کے ساتھ نرمی سے پیش آ۔ اس لئے کہ "علم" اس (مبتدی) کو دحشت میں ڈالے گا اور "نرمی" اس میں انس پیدا کرے گی۔ اور تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) حضرت ابراہیمؑ کی طرح سخی ہونا (۲) حضرت اسحٰقؑ کی طرح "راضی" رہنا (۳) حضرت ایوبؑ کی طرح "صبر" کرنا (۴) حضرت زکریاؑ کی طرح مناجات کرنی (۵) حضرت یحییٰؑ کی طرح غربت اختیار کرنی (۶) حضرت موسیٰؑ کی طرح صوف پہننا (۷) حضرت عیسیٰؑ کی طرح سیر کرنی اور (۸) (ہمارے آقائے نامدار) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح فقر اختیار کرنا۔

(ان) سب پر (ہمارا) سلام ہو۔

مقالہ چہتّرواں[۷۶]

اغنیاء و فقراء سے ملنے کا طریقہ!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ امراء سے تعزز (وقار و خودداری) کے ساتھ مل۔ اور فقراء سے تذلل (تواضع و فروتنی) کے ساتھ مل۔ اور تواضع و خلوص کو اختیار کرنا تجھ پر واجب ہے۔ اور خلوص یہ ہے کہ ہر وقت

(اور ہر حال) میں خالق کو دیکھے (نہ کہ مخلوق کو) اور اسباب پیدا کرنے میں اللہ پر تہمت نہ لگائے۔ اور تمام احوال میں اللہ پر اپنی بیچارگی ظاہر کرے۔ اور اپنے بھائیوں کے حق کو اس بات پر بھروسہ کرتے ہوئے کہ تیرے اور اس کے درمیان دوستی ہے، ضائع نہ کرے۔ اور صحبت فقراء کو تواضع حسن ادب اور سخاوت کے ساتھ اختیار کرنا تجھ پر واجب ہے۔ اور اپنے نفس کو مار دے۔ یہاں تک کہ تو (حیات معنوی کے ساتھ) زندہ کیا جائے۔ اور (یاد رکھ) جس کا اخلاق وسیع تر ہو وہ اللہ سے زیادہ قریب ہے۔ اور باطن کو ماسوی اللہ کی طرف مائل ہونے سے بچانا "افضل الاعمال" ہے۔ اور تجھ پر واجب ہے کہ لوگوں کو حق اور صبر کی وصیت کرے۔ فقیر سے صحبت رکھنی اور ولی کی خدمت کرنی تجھے کافی ہے۔ اور فقیر وہ ہے جو اللہ کے سوا ہر شے سے مستغنی (اور بے نیاز) ہو (خوب سمجھ لے کہ) اپنے سے چھوٹے پر حملہ کرنا "نامردی" ہے اور اپنے سے بڑے پر حملہ کرنا "بے حیائی"[1] اور برابر والے پر حملہ کرنا "بدخلقی" ہے۔ بھرپور کوشش کرنی (یہی) فقر اور تصوف ہے (بس) اس "کوشش" کو کسی بیہودہ شئے سے نہ ملا۔ اللہ ہمیں اور تمہیں توفیق دے۔

اے ولی! ہر حال میں تجھ پر خدا کا ذکر کرنا لازم ہے۔ اس واسطے کہ ذکر تمام نیکیوں کا جامع ہے۔ اور تجھ پر خدا کے عہد و پیمان کی رسّی کو مضبوط پکڑنا لازم ہے۔ کیونکہ (یہ) ہر قسم کے ضرر کو دور کرنے والا ہے۔ اور تجھے ایسے موقعوں کے لئے جو قضائے الٰہی سے پیش آتے ہیں، طیار رہنا لازم ہے۔ کیونکہ جو (چیزیں) مقدر کی گئی ہیں ضرور

---

[1] "قحہ" کا ترجمہ بے حیائی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مطابقت میں کیا گیا ہے۔

پیش) آنے والی ہیں۔ اور آگاہ ہو جا کہ تیرے حرکات و سکنات کی پرسش ہوگی۔ لہذا وقت کی مناسبت سے زیادہ بہتر کاموں میں مشغول کر۔ اور اعضاء کو فضول کاموں سے بچا۔ اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت کو لازمی طور سے اختیار کر۔ اور اللہ نے جس کو والی بنایا ہے، اس کی فرماں برداری کر اور اس کا حق ادا کر۔ اور اس پر جو چیز واجب ہے اس کا تو مطالبہ نہ کر اور ہر حال میں اس کے لئے دعا کر۔ اور مسلمانوں سے گمان نیک رکھنا اور انسے نیت نیک رکھنی اور ان کے ساتھ کل (امور) خیر میں شریک رہنا تجھ پر واجب ہے۔ اور اپنے دل میں کسی کی بدخواہی اور کینہ اور دشمنی کے جذبات رکھتے ہوئے کسی جگہ (ایک) رات (بھی) بسر نہ کر۔ اور جس نے تجھ پر ظلم کیا (چاہئے کہ تو) اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اللہ تعالیٰ کا "مراقبہ" (اور دھیان) رکھے۔ اور (وجہ) حلال سے کھانا اور جو باتیں تو نہیں جانتا ہے، اللہ کے جاننے والوں سے (ان باتوں کو) پوچھنا اور اللہ سے شرم کرنی تجھ پر لازمی ہے۔ اور اللہ کے ساتھ مصاحبت رکھ اور ماسوئی اللہ سے خدا کی صحبت کی رعایت کرتے ہوئے مِل۔

اور ہر صبح اپنے مال و منال کا صدقہ دے اور ہر شام کو ان مسلمانوں پر جو اس دن مر گئے ہیں، نماز جنازہ ادا کر (ان کے لئے مغفرت کی دعا کر) اور نماز مغرب کے بعد نماز استخارہ پڑھا کر اور صبح و شام ساتؔ مرتبہ اس دعا کو پڑھا کر۔ اللّٰھم اجرنا من النار اور اعوذ باللہ العلی العظیم من الشیطان الرجیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ الخ (یہ آیات آخر سورۂ حشر تک پڑھنے کی مداومت کر۔ اور اللہ توفیق دینے والا مددگار ہے کیونکہ حول و قوت نہیں ہے مگر خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ!

مقالہ ستترواں

خدا کے ساتھ کس طرح رہے اور مخلوق کے ساتھ کس طرح

فرمایا (رضی اللہ عنہ) اللہ کے ساتھ اس طرح رہ، گویا مخلوق موجود ہی نہیں۔ اور مخلوق کے ساتھ اس طرح رہ، گویا نفس (موجود ہی) نہیں ہے۔ بس جب تو مخلوق کے بغیر اللہ کے ساتھ ہوگا۔ تو تو اللہ کو پائے گا۔ اور سب سے فنا ہو جائے گا۔ اور جب تو بلا نفس کے مخلوق کے ساتھ ہوگا، تو تو عدل کرے گا اور حق پر قائم رہے گا اور برے انجام سے سلامت رہے گا۔ اور خلوت کے دروازے پر سب کو چھوڑ دے اور خلوت میں تنہا داخل ہو جا۔ بس تو خلوت میں اپنے مونس کو "باطن کی آنکھ" سے دیکھ لے گا اور موجودات کے ماسوا کو مشاہدہ کرے گا۔ نفس دور ہو جائے گا اور اس کی بجائے اللہ کا قرب اور امر آجائے گا۔ پھر اس وقت تیرا جہل علم ہے اور تیرا بُعد قرب ہے اور تیری خاموشی ذکر ہے اور تیری وحشت انس ہے۔ اے شخص! (جان لے کہ) مقام عبودیت میں خالق اور مخلوق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر تو نے خالق کو اختیار کیا ہے تو کہہ دے کہ سب میرے دشمن ہیں مگر (حضرت) پروردگار عالم میرا دوست ہے۔ پھر (آپ نے) فرمایا: جس نے اس کو چکھا اس نے اس کو جانا۔ کسی نے آپ سے پوچھا: "جس پر تلخی صفرا غالب ہے وہ شیرینی کا ذائقہ کیونکر پائے؟" آپ نے فرمایا: "اپنی جانب سے تکلف اور قصد کے ساتھ خواہشات کے دور کرنے پر عمل کرے"! اے شخص! مومن جب عمل صالح کرتا ہے تو اس کا نفس قلب کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ اور قلب جن چیزوں کا ادراک

کرتا ہے، اس کا نفس (بھی) ان (چیزوں) کا ادراک کرتا ہے پھر اس کا قلب سِر بن جاتا ہے اور پھر سِر منقلب ہو کر "فنا" ہو جاتا ہے پھر فنا بدل کر بقا ہو جاتی ہے"۔ اس کے بعد فرمایا: "احباب (ومخصصان حق) کی ہر ذرّ میں سمائی ہے"۔ (اور فرمایا) اے شخص! خلائق کو (اپنی طبیعت سے) نیست کر دینا اور (اس طرح) تیری "انسانی طبیعت" کا بدل کر "ملائکہ کی طبیعت" بن جانا۔ پھر خاصیت ملائکہ سے (بھی) معدوم ہو کر (تیرا) "پہلے راستہ" سے مل جانا (یہ حقیقت) فنا ہے۔ اس وقت تیرا پروردگار تجھے پلائے گا، جو کچھ پلاتا ہے، اور تجھ میں اگائے گا جو اگاتا ہے۔ اگر تو اس مقام (فنا) کا ارادہ رکھتا ہے تو (پہلے) مسلمان ہونا، پھر (اطاعت حق کے لئے) گردن رکھ دینی، پھر اللہ (کے اوامر ونواہی) کا علم حاصل کرنا پھر معرفتِ (پروردگار) حاصل کرنی، پھر وجودِ (حق) کیساتھ باقی رہنا تجھ پر واجب ہے۔ (بس جب تیرا وجود، وجودِ حق کیساتھ ہوگا تو تیرا سب کچھ اسی کے واسطے ہوگا، (جان لے کہ) زہد کلفہ ہے ایک ساعت کا اور تقویٰ (کام ہے) دو ساعت کا، اور معرفتِ (حق سبحانہ تعالیٰ) عمل ابد کا ہے!

مقالہ اٹھترواں

سالکین اہل مجاہدہ کیلئے دس خصلتیں ہیں!

فرمایا (رضی اللہ عنہ) "مجاہدہ" اور "محاسبہ" (نفس) کرنے والے اولوالعزم (سالکین راہ حق) کے لئے دس خصلتیں ہیں۔ جن پر انہوں نے مداومت کی (پھر) ان خصائل کو جب (وہ) اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم اور مضبوط کر لیتے ہیں تو شریعت کے بلند مرتبوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی

یا سچی "اللہ کی قسم" نہ کھائے۔ اس لئے کہ اس خصلت کو جب اپنی ذات میں مضبوط کرلیا اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنا لیا تو یہ عادت بندہ کو قصداً یا سہواً (ہر طرح کی) قسم کو چھوڑ دینے کی طرف لے آتی ہے۔ اور جب وہ (اس ترک حلف) کا عادی ہو گیا تو اللہ اس پر اپنے انوار کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اپنے درجہ میں رفعت اور اپنے عزم و صبر میں قوت پاتا ہے۔ اور بھائیوں میں تعریف اور پڑوسیوں میں بزرگی حاصل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جو اسے پہچانتا ہے، اس کی تقلید کرتا ہے اور جو اسے دیکھتا ہے، اس سے ہیبت کھاتا ہے۔ دوسری خصلت یہ ہے کہ قصد کے ساتھ یا مذاق کے ساتھ (ہر طرح) جھوٹ کہنے سے بچے۔ اس لئے کہ جب ایسا کرے گا اور اس صفت کو اپنے نفس میں مضبوط رکھے گا اور اس (سچ بولنے) کو زبان کی عادت کرلے گا، تو اللہ اس کا سینہ کھول دے گا۔ اور اس (شرح صدر) سے اس کا علم روشن کر دے گا (ایسا کہ) گویا وہ جھوٹ کو جانتا پہچانتا ہی نہیں۔ اور جھوٹ کو دوسرے سے سنے گا تو اس پر عیب (وعار) کرے گا۔ اور اپنے جی میں اسے سرزنش کرے گا۔ اور اگر اس سے اس خصلت کے دور ہونے کی دعا کرے گا تو اس کو ثواب ملے گا۔ تیسری خصلت یہ ہے کہ اگر کسی سے کسی شے کا وعدہ کیا ہے تو اس وعدہ کا "خلاف" کرنے سے بچے یا قطعی طور کا وعدہ ہی نہ کرے۔ کیونکہ یہ (وعدہ نہ کرنا) اس کے حق میں "خلاف وعدہ" سے بچنے کے لئے زیادہ قوی ہے اور اس کے راستے کے لئے زیادہ میانہ روی ہے۔ اس لئے کہ "خُلفِ وعدہ" جھوٹ کی ایک قسم ہے۔

اور جب (وعدہ خلافی سے ڈر کہ وہ ایسا کرے گا تو اس سے لئے سخاوت کا دروازہ اور حیا کا درجہ کھل جائے گا اور صادقین (کے دلوں) میں اس کی محبت ہوگی اور اللہ کے نزدیک اسے رفعت دی جائے گی۔ چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے۔ اور کم و بیش کسی پر ایذا نہ پہنچائے کیونکہ یہ صفت اخلاق ابرار و صدیقین میں سے ہے۔ اور ایسے شخص کے لئے حسنِ خاتمہ ہے اور وہ دنیا میں ان درجات کے ساتھ جو خدا نے اس کے لئے مہیا کر رکھے ہیں، "حفاظت الٰہی" میں رہتا ہے اور (اللہ) اسے ہلاکت میں گرنے سے بچاتا، اور مخلوق (کے گزند) سے اس کو سلامت رکھتا ہے۔ اور بندوں پر شفقت کرنی اور اپنا قرب اسے عطا فرماتا ہے۔ پانچویں خصلت یہ کہ کسی مخلوق پر (بھی) بددعا کرنے سے پرہیز کرے، اگرچہ اس پر ظلم کیا گیا ہو، پھر (ظلم کرنے والے) سے بول چال نہ چھوڑے اور اس کے کردار کا اس سے بدلہ نہ لے۔ اور اپنے قول و فعل سے اس کی ہمسری نہ کرے بلکہ خدا کے لئے تحمل و برداشت کرے۔ اس لئے کہ یہ خصلت اپنے صاحب کو درجات عالیہ کی طرف بلند کرتی ہے۔ اور بندہ اس خصلت کے ساتھ جب مؤدب (و آراستہ) ہو جاتا ہے تو پا لیتا ہے، دنیا و آخرت میں بڑے درجے کو، اور دور و نزدیک کی تمام مخلوق میں محبت اور دوستی اور مقبولیت کو۔ اور دعا کی قبولیت کو، اور (عبادت اور امور) خیر میں بلندیٔ مرتبہ اور قلوب مومنین میں (اپنے) اعزاز (اور وقار) کو! چھٹی خصلت یہ ہے کہ "اہل قبلہ" میں سے کسی مخلوق پر یقین کے ساتھ کفر و شرک اور نفاق کی گواہی نہ دے۔ کیونکہ یہ خصلت رحمت سے زیادہ قریب اور مرتبہ میں زیادہ

بلند ہے۔ اور یہ خصلت کمال اتباعِ سنت ہے۔ اور اللہ کے علم میں دخل دینے سے بہت بعید اور خدا کے غضب سے بہت دور رکھنے والی ہے۔ اور (یہ خصلت) اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے۔ پس اللہ کے نزدیک یہ ایک بلند اور بڑا دروازہ ہے (جو) بندۂ مومن کو تمام مخلوق پر مہربانی کرنے کا مالک بنا دیتا ہے۔ ساتویں خصلت یہ کہ گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے ظاہر و باطن میں بچے۔ اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے باز رکھو۔ کیونکہ یہ عمل اس دنیا میں قلب اور جوارح کو حصول ثواب کی طرف جلد لے جانے والا ہے۔ باوجود ان ذخائر کے جنہیں خیر آخرت سے اللہ نے اس کے لئے رکھا ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ان تمام خصلتوں پر عمل کرانے سے ہم پر احسان کرے۔ اور ہماری شہوات کو ہمارے دلوں سے نکال دے۔ آٹھویں خصلت یہ کہ مخلوق میں سے کسی پر، خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنا بوجھ ڈالنے سے خواہ (وہ) تھوڑا ہو یا بہت پرہیز کرے بلکہ تمام مخلوق سے اپنا ان چیزوں کا بوجھ اٹھا لے جن کی اسے احتیاج ہے یا وہ مستغنی ہے۔ کیونکہ یہ (خصلت) "عابدین" کی پوری عزت ہے، اور متقین کا شرف ہے۔ اور اسی سے (وہ) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت پاتا ہے۔ پھر سب مخلوق اس کے نزدیک ایک مرتبہ میں ہو جاتی ہے۔ جب مومن ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے لے جائے گا غنا اور یقین کی طرف اور اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ رکھنے کی طرف! اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی خواہشِ نفس سے بلند نہیں کرتا۔ (پھر) اس مومن کے نزدیک حق میں تمام مخلوق برابر ہو جائے گی۔ اور اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ یہ "عزتِ مومنین" کا دروازہ ہے اور متقین کیلئے

شرف ہے اور یہ (خصلت مقام) اخلاص تک پہنچنے کے لئے بہت قریب دروازہ ہے۔ نویں خصلت یہ کہ سالک کو سزاوار ہے کہ آدمیوں سے طمع نہ رکھے۔ اور جو چیزیں کہ مخلوق کے پاس ہیں، نفس کو ان کے لالچ میں نہ ڈالے پس بیشک یہ بڑی عزت اور خالص غنا اور بڑی بادشاہی ہے، اور بڑا فخر اور روشن یقین ہے۔ اور شفا دینے والا، کھلا ہوا "توکل" ہے۔ اور یہ زہد اور "خدا پر اعتماد" رکھنے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اور اسی سے پرہیزگاری پائی جاتی ہے اور عبادت کامل ہوتی ہے۔ اور یہ (ان لوگوں کی) علامات میں سے ہے کہ جنہوں نے (سب رشتے) قطع کر کے اللہ (ہی) سے تعلق رکھا۔ دسویں خصلت تواضع ہے۔ اس واسطے کہ تواضع سے عابد کا محل اونچا اور مرتبہ بلند کیا جاتا ہے، اور خدا و خلق کے نزدیک (اس کی) عزت اور بلندی پوری ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر قادر ہو جاتا ہے اور یہ خصلت کل طاعات کی اصل اور ان کی فرع اور ان کا کمال ہے۔ اور اسی سے بندہ ان صالحین کے مرتبے پاتا ہے جو خوشی اور تکلیف (دونوں) میں اللہ سے راضی ہیں۔ اور یہ (خصلت تواضع) "کمال تقویٰ" ہے۔ اور تواضع (کی تعریف) یہ ہے کہ بندہ جس کسی سے بھی ملے اس کی بڑائی اپنی ذات پر دیکھے، اور کہے شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں بلند ہو۔ پس اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے بیشک نافرمانی کی ہے۔ پھر کوئی شبہ نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اور اگر وہ بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے۔ اور اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جس تک میں نہیں پہنچا

اور اس نے وہ چیز پائی ہے جو میں نے نہیں پائی ہے۔ اور اس نے اس چیز کو جانا ہے جسے میں نے نہیں جانا اور وہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی انجانی میں کی ہے' اور میں نے جان کر اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہوگا اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہوگا؟ اور اگر وہ کافر ہے تو کہے میں نہیں جانتا شاید کہ یہ مسلمان ہو جائے اور پھر اس کا خاتمہ عمل خیر پر ہو۔ اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو۔ اور یہ (خصلت) دروازہ ہے غیر پر شفقت کرنے اور اپنے نفس پر ڈرنے کا۔ اور یہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی مصاحبت رکھی جائے۔ اور (یہ وہ) انتہائی چیز ہے جس کا اثر بندوں پر باقی رہے گا۔ جب بندہ ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے آفات نفس سے محفوظ رکھے گا اور اسے "اللہ کے لئے نصیحت کرنے (والے صاحبِ ارشاد) کے مقام میں پہنچائے گا۔ اور وہ دوستان و مقبولانِ (بارگاہ) رحمٰن سے اور اللہ کے دشمن ابلیس کے اعداء میں سے ہوگا۔ اور یہ دروازہ رحمت کا ہے، اور (اسی) تواضع کے ساتھ کبر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور عجب کی رسی کٹ جاتی ہے اور بندہ کے نفس کی بڑائی کا درجہ، دین اور دنیا و آخرت میں گھٹ جاتا ہے۔ اور" تواضع عبادت کا مغز ہے" اور زاہدوں کی انتہائی بزرگی اور عابدوں کی پہچان ہے۔ پس کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے۔ اور اس (خصلت) کے ساتھ ساتھ بندہ کی زبان بے سود باتوں اور تمام عالم والوں کے ذکر (اور غیبت) سے بند ہو جاتی ہے اور اس (خصلت) کے بغیر اس کا کوئی عمل پورا نہیں ہوتا۔ اور یہ تمام احوال میں ... کے دل سے کبر اور کینہ اور حد سے گذر جانے کو نکال دیتی ہے۔ اور ... ...

زبان اور اس کا چاہنا اور اس کا کلام ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کے نزدیک نصیحت میں (برابر) ایک ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کی کسی مخلوق کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہوئے نصیحت نہیں کرتا۔ اور کسی کو کسی فعل پر (بلا مصلحت) سرزنش نہیں کرتا۔ اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے روبرو کسی کی برائی بیان کی جائے اور ایسے بیان سے اس کا دل خوش نہیں ہوتا۔ اور یہ (غیبت) آفت ہے عابدوں کے لئے اور ہلاکت ہے متعبدین اور زاہدوں کے لئے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان اور قلب کی حفاظت پر اپنی رحمت سے مدد (عطا) فرمائی۔ (وہ اس سے بچا)

تکملہ مقالہ اناسی ۷۹

حضرتؓ کی وصیتوں اور مرض الوصال کا ذکر

مرضِ وصال میں آپ کے صاحبزادہ (حضرت) شیخ عبدالوہابؒ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: "مجھے ایسی وصیت کیجئے کہ جس پر آپ کے بعد میں عمل کروں۔" آپ نے فرمایا: "تجھ پر واجب ہے کہ اللہ سے ڈر اور اس کے سوا کسی سے خوف نہ کر۔ اور اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھ۔ اور سب کاموں کو اللہ کی طرف سونپ دے۔ اور اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کر۔ اور سب حاجتیں اسی سے طلب کر اور اللہ کے سوا کسی پر وثوق نہ کر۔ توحید کو لازمی طور پر اختیار کر، توحید کو لازمی طور پر اختیار کر۔" (توحید پر) سب کا اجماع ہے۔ اور فرمایا: "جب دل اللہ کے ساتھ صحیح ہو جاتا ہے تو اس سے کوئی شے جدا نہیں رہتی اور نہ کوئی چیز اس سے باہر جاتی ہے۔" اور

فرمایا: کہ میں مغز بلا پوست ہوں"۔ اور اپنی اولاد سے فرمایا: "میرے پاس سے ہٹ جاؤ اس لئے کہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ اور باطن میں اوروں کے ساتھ ہوں"۔ اور فرمایا: "تمہارے سوا اور لوگ (ہیں) جو میرے پاس آئے ہیں۔ ان کو جگہ دو اور ان کا ادب کرو۔ اور اس جگہ بڑی رحمت ہے۔ اور ان (آنے والوں) پر جگہ تنگ نہ کرو"۔ اور آپ اکثر "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" (آخر الفاظ شریف تک) فرماتے تھے۔ یعنی تم پر اللہ کی سلامتی ہو اور رحمت و برکات ہوں، اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے اور ہماری اور تمہاری طرف رجوع کرے بسم اللہ بغیر وداع (رخصت) کئے ہوئے"۔ اسی طرح (آپؓ) ایک رات دن تک فرماتے رہے اور فرمایا: "تم پر افسوس ہے میں کسی شے کسی فرشتے اور ملک الموت سے نہیں ڈرتا ہوں۔ اے ملک الموت! تیرے سوا جو میرا والی ہے اسی نے مجھے عطا کیا ہے"۔ اور (یہ فرماتے ہوئے آپ نے) بڑی آواز سے نعرہ فرمایا۔ اور یہ واقعہ اس دن کا ہے جس دن کی شام کو آپؓ نے (دنیا سے) پردہ فرمایا ہے۔ اور مجھے آپ کے صاحبزادہ (حضرت) عبدالرزاقؒ اور (حضرت) موسیٰؒ نے خبر دی کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو (مصافحہ کرنے کے طور پر) اٹھاتے اور دراز فرماتے تھے۔ اور (یہ) فرماتے تھے: "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ توبہ کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ۔ ابھی میں تمہاری طرف آتا ہوں۔ اور فرماتے تھے: "ٹھہرو"! اس کے بعد آپ پر حق آیا۔ اور سکرات موت طاری ہوئی۔

- - - - - - - - -

مقالہ اسّی تتمہ

بقیہ کلام اور حضرتؓ کا وصال

فرمایا (رضی اللہ عنہ) میرے اور تمہارے اور تمام مخلوقات کے درمیان میں زمین و آسمان کی طرح دوری ہے۔ پھر تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ پھر آپؓ کے صاجزادہ (حضرت) عبدالرزاقؒ نے آپ سے درد اور (مرض کی) حالت کو پوچھا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے۔ میں اللہ کے علم میں (ایک حال سے دوسرے حال کی طرف) پلٹایا جا رہا ہوں۔" راوی کہتا ہے کہ آپ کے صاجزادے (حضرت) عبدالعزیزؒ نے آپ سے مرض کے متعلق سوال کیا، تو فرمایا: "کوئی انسان، جن اور فرشتہ میرے مرض کو نہیں جانتا اور نہیں سمجھتا، اللہ کے حکم سے، اللہ کا علم نہیں ٹوٹتا حکم بدل جاتا ہے (پس) علم نہیں بدلتا حکم منسوخ ہو جاتا ہے (مگر) علم منسوخ نہیں ہوتا۔" اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔" اور اللہ کے نزدیک اصل کتاب (لوح محفوظ) ہے۔ اس کا کام نہیں پوچھا جائے گا مگر بندے پوچھے جائیں گے۔ صفات الٰہی کی خبریں جس طرح آئی ہیں (اسی طرح) گذرتی ہیں۔" اور آپ کے صاجزادہ (حضرت) عبدالجبارؒ نے آپ سے پوچھا کہ: آپ کے جسم (پاک) میں کون سا عضو آپ کو تکلیف دیتا ہے۔" فرمایا: "میرے تمام اعضاء تکلیف دیتے ہیں مگر میرا قلب کہ اس میں کوئی دکھ نہیں ہے، اور اللہ کے ساتھ صحیح ہے" پھر آپؓ کو موت آگئی۔ اور آپؓ یہ فرماتے تھے: "لا الٰہ الا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ مدد چاہتا ہوں۔ اور اس ذات حی سے استعانت

چاہتا ہوں جو قوت سے بے خوف ہے۔ پاکی ہے، اس ذات کی جو قدرت کے ساتھ غالب ہے۔ اور جس نے بندوں کو موت سے مغلوب کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔" مجھے آپ کے صاحبزادہ (حضرت) موسیٰؒ نے یہ (بھی) خبر دی کہ آپؒ نے فرمایا: "تعزز۔" اور اسے آپ کی زبان مبارک صحت کے ساتھ ادا نہیں فرماتی تھی۔ پھر آپؒ اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ "تعزز" فرمایا اور اس (لفظ) کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا اور بلند کیا حتیٰ کہ آپ کی زبانِ مبارک (اس کے تلفظ پر) صحیح ہو گئی۔ پھر فرمایا: اللہ، اللہ، اللہ (تین بار) پھر آپ کی آواز پست ہو گئی، اور زبان مبارک اوپر کے تالو سے مل گئی، اور آپ کی روح مقدس نکل گئی۔ رضوان اللہ علیہ۔ اللّٰھم سب پر آپ کی برکتوں کو لوٹائے اور ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ بالخیر کرے۔ اور رسوا کئے اور فتنہ میں ڈالے بغیر (ہمیں) صالحین کے ساتھ ملائے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وعلیٰ جمیع الانبیاء والاولیاء اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین!

تمت